آوازِ اقبال

پیش کمار شاد

آوازِ اقبال

(اقبال کا اولین مجموعہ کلام بانگِ درا مع مطالب)

نریش کمار شاد

مشورہ لائبریری سریز
جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشران
مشورہ بک ڈپو
رام نگر، گاندھی نگر، پوسٹ بکس نمبر ۱۹۲۹ دہلی ۳۱
قیمت فی کتاب دو روپے پچاس پیسے
(مطبوعہ:۔ سودیشی پریس دہلی)

ہمالہ

۱۔ اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
۲۔ تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں
۳۔ ایک جلوہ تھا کلیم طورِ سینا کے لئے
تو تجلی ہے سراپا چشمِ بینا کے لئے

۴۔ امتحانِ دیدۂ ظاہر میں کوہستاں ہے تو پاسباں اپنا ہے تو دیوارِ ہندوستاں ہے تو
۵۔ مطلعِ اوّل فلک جس کا ہو وہ دیواں ہے تو سوئے خلوت گاہِ دل دامن کشِ انساں ہے تو
۶۔ برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر
خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالم تاب پر

۷۔ تیری عمرِ رفتہ کی اک آن ہے عہدِ کہن وادیوں میں ہیں تری کالی گھٹائیں خیمہ زن
۸۔ چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرمِ سخن تو زمیں پر اور پہنائے فلک تیرا وطن
۹۔ چشمۂ دامن ترا آئینہ سیال ہے!
دامنِ موج ہوا جس کے لئے رومال ہے

۱۰۔ ابر کے ہاتھوں میں رہوار ہوا کے واسطے تازیانہ دے دیا برقِ سرِ کہسار نے
۱۱۔ اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تو بھی جسے دستِ قدرت نے بنایا ہے عناصر کے لئے
۱۲۔ ہائے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر
فیلِ بے زنجیر کی مانند اڑ جاتا ہے ابر

۱۳۔ جنبشِ موجِ نسیمِ صبح گہوارہ بنی جھومتی ہے نشۂ مستی میں ہر گل کی کلی
۱۴۔ یوں زبانِ برگ سے گویا ہے اس کی خامشی دستِ گلچیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی
۱۵۔ کہہ رہی ہے میری خاموشی ہے افسانہ مرا
گنجِ خلوت خانۂ قدرت ہے کاشانہ مرا

۱۶۔ آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

۱۹۔ جب شام ہو جاتی ہے تو آبشاروں کی آواز بڑی سہانی معلوم ہوتی ہے۔
۲۰۔ شام کی خاموشی تو گفتگو سے بھی زیادہ حسین معلوم ہوتی ہے۔ درخت ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے کچھ سوچ رہے ہوں۔
۲۱۔ شفق کا رنگ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے پہاڑ کے گالوں پر غازہ لگا دیا ہو۔
۲۲۔ اے ہمالہ اُس وقت کی کوئی کہانی سُنا جب تیرا دامن پہلے پہل انسان کا مسکن بنا۔
۲۳۔ اُس وقت کے انسان کی سیدھی سادی زندگی کا کچھ حوال بتا جب انسان فیشن اور بناوٹ سے قطعی ناآشنا تھا۔
۲۴۔ اے میرے تصور کی آنکھ! مجھے پھر وہ گذشتہ صبح و شام دکھا دے اور اے گردشِ ایام تو پیچھے کی طرف دوڑ۔

گلِ رنگیں

۱۔ تو شناسائے خراشِ عقدۂ مشکل نہیں — اے گلِ رنگیں ترے پہلو میں شائل نہیں
۲۔ زیبِ محفل ہے، شریکِ شورشِ محفل نہیں — یہ فراغت بزمِ ہستی میں تجھے حاصل نہیں
۳۔ اِس چمن میں میں سراپا سوز و سازِ آرزو
اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو
۴۔ توڑ لینا شاخ سے تجھ کو مرا آئیں نہیں — یہ نظر غیر از نگاہِ چشمِ صورت بیں نہیں
۵۔ آہ! یہ دستِ جفا جو اے گلِ رنگیں نہیں — کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤں کہ میں گلچیں نہیں
۶۔ کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے الجھیڑوں سے کیا
دیدۂ بلبل سے میں کرتا ہوں نظارہ ترا
۷۔ سوز باتوں میں کہیں خاموشی تجھے منظور ہے — راز دہ کیا ساز تیرے سینے میں کوئی مستور ہے

۹۔ میری صورت تو بھی اک برگِ گیاہِ خشک ہے میں چمن سے دور ہوں تو بھی چمن سے دور ہے

۹۔ مطمئن ہے تو پریشاں مثلِ بو رہتا ہوں میں
زخمیِ شمشیرِ ذوقِ جستجو رہتا ہوں میں

۱۰۔ یہ پریشانی مری سامانِ جمعیت نہ ہو یہ جگر سوزی چراغِ خانۂ حکمت نہ ہو

۱۱۔ ناتوانی ہی مری سرمایۂ قوت نہ ہو رشکِ جامِ جم مرا آئینۂ حیرت نہ ہو

۱۲۔ یہ تلاشِ متصل شمعِ جہاں افروز ہے
توسنِ ادراکِ انساں کو خرام آموز ہے

۱۔ اے گلاب کے خوبصورت پھول! تیرے پہلو میں شاید دل نہیں ہے اور تو کسی مشکل مسئلے کی پریشانی سے واقف نہیں ہے۔

۲۔ تو محفل کی آرائش کا باعث تو ہے لیکن اہلِ محفل کی سوزش میں شریک نہیں ہے تیری ایسی فراغت زندگی کی بزم میں لیکن مجھے حاصل نہیں ہے۔

۳۔ میں تو اس دنیا کے باغ میں سراپا آرزو ہوں لیکن تجھے کسی کی تمنا نہیں ہے۔

۴۔ لیکن تجھے شاخ سے توڑنا گوارا نہیں۔ ایسا کرنا تو ظاہر پرست لوگ ہی گوارا کر سکتے ہیں جو حقیقت سے نہیں ہوتے۔

۵۔ اے گل رنگیں میرا ہاتھ کسی ظلم کرنے والے کا ہاتھ نہیں۔ میں تجھے یہ کس طرح سمجھاؤں کہ میں کوئی سنگدل نہیں۔

۶۔ مجھے کسی ماہر علم نباتات یا تصبی فلسفی کی الجھنوں سے کیا کام کہ تجھے شاخ سے توڑ کر یہ دیکھتا پھروں کہ تیری پتیاں کن اجزا سے مرکب ہیں میں تو بلبل کی آنکھ نیی عاشق کے خطۂ نظر سے تیرا نظارہ کرتا ہوں۔

۷۔ سوز باتیں رکھتا ہوا بھی تو خاموش رہتا ہے۔ آخر وہ کون سا

راز ہے جو تیرے سینے میں چھپا ہوا ہے۔

۸۔ میری طرح تو بھی کوہِ طور کے مقدس باغ کا پتہ ہے۔ ہم دونوں دراصل اپنے اپنے وطن سے دور ہیں

۹۔ لیکن ہم دونوں میں فرق ہے کیونکہ تو اپنی حالت سے مطمئن ہے لیکن میں تحقیق اور تلاش کی شمشیر کا زخمی ہوں اور تحقیق اور جستجو کا جذبہ ہمہ وقت بے چین رکھتا ہے۔

۱۰۔ لیکن کیا تعجب اگر میری یہ پریشانی فارغ البالی کا پیش خیمہ ہو اور یہ جگر سوزی میرے علم میں اضافے کا باعث ہو۔

۱۱۔ اور میری ناتوانی ہی میری قوت کا سرمایہ ہو اور میری حیرانی ہی میری حیرانی ہی میری بصیرت کا آئینہ ہو۔

۱۲۔ واقعہ تو یہ ہے کہ میری مستقل اور مسلسل تلاش دنیا کی تمام دلفریبیوں کا باعث ہے۔

عہدِ طفلی

۱۔ تھے دیارِ نو زمین و آسمان میرے لئے وسعتِ آغوش ادراکِ جہاں میرے لئے
۲۔ تھی ہر اک جنبش نشانِ لطف جانے کے لئے حرف بے مطلب تھی خود میری زباں میرے لئے

۳۔ دورِ طفلی میں اگر کوئی رُلاتا تھا مجھے
شورشِ زنجیرِ در میں لطف آتا تھا مجھے

۴۔ تکتے رہنا ہائے وہ پیروں تلک کپڑے ترے وہ پھٹے پاؤں میں بے آوازِ پا کا سا سفر
۵۔ پوچھنا رہ رہ کے اسکے گوہ و صحرا کی خبر اور وہ حیرت کہ دے داغِ مصلحت کیسے

۶۔ آنکھ وقفِ دید تھی کب بائلِ گفتار تھا
دل نہ تھا میرا سراپا ذوقِ استفسار تھا

۱۔ بچپن میں یہ زمین و آسمان میرے لئے ایک نیا شہر تھے۔ اور ماں

کی گود کی وسعت میرے لئے ایک دنیا تھی۔

۲۔ ہر جنبش میرے لئے لطفِ جاں کا نشاں تھی اور خود میری زبان میرے لئے حرفِ بے مطلب تھی۔

۳۔ بچپن میں اگر کوئی مجھے رُلاتا تھا تو دروازے کی کُنڈی کے شور سے بھی میں بہل جاتا تھا۔

۴۔ بچپن میں میرا وہ پہروں تک چاند کو دیکھتے رہنا اور پھٹے ہوئے بادل میں پاؤں کی چاپ کے بغیر وہ چاند کا سفر۔

۵۔ اور وہ میرا رہ رہ کر چاند کے پہاڑ اور صحرا کی بابت دریافت کرنا اور بوڑھی عورتوں کے اس دروغِ مصلحت آمیز پر کہ یہ ایک بوڑھیا ہے جو چرخہ کات رہی ہے میرا حیران ہونا۔

۶۔ میری آنکھ ہر نظارے کو دیکھتی تھی اور ہر نظارے کو دیکھ کر میرے ہونٹوں تک بہت سی باتیں آتی تھیں۔ میرے پہلو میں بخول تھا وہ گویا مجسم سوال کرنے کا ذوق تھا۔

مرزا غالب

۱۔ فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا

۲۔ تھا سراپا روح تو بزمِ سخن پیکر ترا
زیبِ محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا

۳۔ دید تیری آنکھ کو اس حسن کی منظور ہے
بن کے سوزِ زندگی ہر شے میں جو مستور ہے

۴۔ تو محفلِ ہستی ترے بربط سے ہے سرمایہ دار
جس طرح ندی کے نغموں سے سکوتِ کوہسار

۵۔ تیرے فردوسِ تخیل سے ہے قدرت کی بہار
تیری کشتِ فکر سے اُگتے ہیں عالم سبزہ وار

۶۔ زندگی مضمر ہے تیری شوخیٔ تحریر میں
تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں

۷۔ نطق کو سو ناز ہیں تیرے لبِ اعجاز پر
محوِ حیرت ہے ثریا رفعتِ پرواز پر

۸۔ شاہدِ مضمون تصدق ہے ترے انداز پر
خندہ زن ہے غنچۂ دلی گلِ شیراز پر

۹۔ آہ تو اُجڑی ہوئی دلی میں آرامیدہ ہے
گلشنِ ویمر میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے

۱۰۔ لطفِ گویائی میں تیری ہمسری کو کی نہیں
ہو تخیل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشیں

۱۱۔ ہائے، اب کیا ہو گئی ہندوستاں کی سرزمیں
آہ اے نظارہ آموزِ نگاہِ نکتہ بیں

۱۲۔ گیسوئے اُردو ابھی منت پذیرِ شانہ ہے
شمع یہ سودائیٔ دل سوزیٔ پروانہ ہے

۱۳۔ اے جہاں آبادِ اے گہوارۂ علم و ہنر
ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در

۱۴۔ ذرّے ذرّے میں ترے خوابیدہ ہیں شمس و قمر
یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گہر

۱۵۔ دفن تجھ میں کوئی فخرِ روزگار ایسا بھی ہے
تجھ میں پنہاں کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے

۱۔ اے غالب تیری ہستی سے یہ حقیقت روشن ہوئی کہ انسانی

تخیل کہاں تک پرواز کرسکتا ہے۔

۲۔ اگر شاعری کی محفل کو جسم قرار دیا جائے تو اے غالب تو اس کی روح تھا۔ تو محفل کی رونق بھی تھا اور اہل محفل کی نظر سے اوجھل بھی تھا کیونکہ تیرے کلام کی گہرائی تک لوگ نہیں پہنچ پاتے تھے۔

۳۔ اے غالب! تیری آنکھ اس حسن کے دیدار کی متمنی ہے جو سوزِ حیات بن کر ہر چیز میں پوشیدہ ہے۔

۴۔ جیسے ندی کے نغموں سے پہاڑوں کی خاموشی میں بڑی دلکش کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح زندگی کی محفل تیرے نغموں سے لالہ زار ہے۔

۵۔ تیرے خیال نے جس جنت کو پیدا کیا اس سے قدرت کے باغ میں بہار آگئی۔ تیری فکر نے رنگا رنگ نظاروں کو جنم دے دیا ہے۔

۶۔ تیری تحریر کی شوخی میں زندگی چھپی ہوئی ہے اور تیرے بولنے کی طاقت سے جیسے تصویر بھی بولنے لگتی ہے۔

۷۔ بولنے کی طاقت تیرے جادو بھرے لبوں پر ناز کرتی ہے اور تیری فکر کی اڑان کی بلندی کو دیکھ کر ثریا بھی حیران ہے۔

۸۔ تیرے انداز پر مضمون کا محبوب قربان ہے اور تیرے اندازِ تنزل میں گویا دلی کے خنجے شیراز کے پھولوں کی ہنسی اڑ رہے ہیں۔

۹۔ آہ تو تو اجڑی ہوئی دلی کی خاک میں آرام کر رہا ہے اور تیرا ہم نوا گوئٹے دیمر کے باغ میں سویا ہوا ہے۔

۱۰۔ جب تک فکر کمال کے درجے تک نہ پہنچ جائے اور تخیل اس کا ساتھ نہ دے اس وقت تک تیرے کلام کی خوبی کی برابری نہیں ہو سکتی۔

۱۱۔ آہ اب ہندوستان کی سرزمین کو کیا ہو گیا اور اے بارگیہ تک پہنچنے والی نظر کو دیدار کے آداب سکھانے والے۔

۱۲۔ اُردو کی زُلف اب بھی کنگھی کی محتاج ہے اور یہ شمع
اب بھی پروانے کے دل کے جلن کی طلب گار ہے۔ مقصود یہ کہ سرزمین
ہند اور اُردو کو اب بھی تجھ ایسے شاعروں کی ضرورت ہے۔

۱۳۔ اے دنیا اور اے علم و ہُنر کے بیگوڑے تیرے بعد تیرے
در و دیوار ایک بے آواز فریاد بن کر رہ گئے ہیں۔

۱۴۔ تیرے ہر ایک ذرّے میں علم و ہُنر کے چاند اور سورج سوئے
پڑے ہیں اور تیری مٹی میں اگرچہ لاکھوں موتی چھپے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ لیکن کیا کوئی غالب ایسا آبدار موتی بھی جو پوری دنیا کے لئے
فخر کا باعث تھا تیری مٹی میں دفن ہے۔

ابرِ کہسار

۱۔ ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا — ابرِ کہسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا
۲۔ کبھی صحرا کبھی گلزار ہے مسکن میرا — شہر ویرانہ مرا، بحر مرا، بن میرا

۳۔ کسی وادی میں جو منظور ہو سونا مجھکو
سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا مجھ کو

۴۔ مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے درفشاں ہونا — ناقۂ شاہدِ رحمت کا حُدی خواں ہونا
۵۔ غم زدائے دلِ افسردۂ دہقاں ہونا — رونقِ بزمِ جوانانِ گلستاں ہونا

۶۔ بن کے گیسوئے رُخِ ہستی پہ بکھر جاتا ہوں
شانۂ موجۂ صرصر سے سنور جاتا ہوں

۷۔ دور سے دیدۂ امید کو ترساتا ہوں — کسی بستی سے جو خاموش گزر جاتا ہوں
۸۔ سیر کرتا ہوا جس وقت لب جو آتا ہوں — بالیاں نہر کو گرداب کی پہناتا ہوں

۹۔ سبزۂ مزرعِ نوخیز کی اُمید ہوں میں
زادۂ بحر ہوں پروردۂ خورشید ہوں میں

۱۰۔ چشمۂ کوہ کو دی شورشِ قلزم میں نے اور پرندوں کو کیا محوِ ترنم میں نے
۱۱۔ سر پہ سبزہ کے کھڑے ہو کے کہا قم میں نے غنچہ و گل کو دیا ذوقِ تبسم میں نے
۱۲۔ فیض سے میرے نمونے ہیں شبستانوں کے
جھومتے پڑے دامنِ کوہسار میں دہقانوں کے

۱۔ میری آرام گاہ اتنی بلند ہے کہ آسمان کو چومتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ میں پہاڑ کا بادل ہوں اور میرا دامن پھولِ بکھیرنے والا ہے کیونکہ میری بارش ہی پھولوں کے اُگنے کا باعث ہے۔

۲۔ میں کبھی جنگلوں میں قیام کرتا ہوں اور کبھی باغوں میں۔ شہر ہو کہ ویرانہ سمندر ہو کہ جنگل سب میرے مسکن ہیں۔

۳۔ میں جب کسی وادی میں سونا چاہتا ہوں تو پہاڑ کا سبزہ میرے لئے مخمل کے بچھونے کا کام دیتا ہے۔

۴۔ مجھ کو قدرت نے موتی بکھیرنا سکھایا ہے اور رحمت کی حسینہ کو تیز رفتار اونٹنی کا نغمہ خواں قرار دیا ہے۔

۵۔ کسان کے اداس دل کا غم دور کرنے والا اور جوانانِ چمن کی محفل میں رونق پیدا کرنے والا میں ہی ہوں۔

۶۔ جیسے گیسوئے کسی حسینہ کے چہرے پر بکھر جائیں تو وہ اور دلکش دکھائی دیتی ہے ایسے ہی جب میں بھی زمین پر برستا ہوں تو سبزہ لہلہانے لگتا ہے اور زمین اور زیادہ خوبصورت معلوم ہونے لگتی ہے اور جب تیز ہوائیں مجھے اڑتی ہیں تو مجھے دوبارہ مجتمع کر دیتی ہیں۔

۷۔ کسی بستی سے جب میں بغیر برسے ہوئے چپ چاپ گزر جاتا ہوں تو گویا دور ہی سے امید واروں کی آنکھ کو ترساتا ہوں۔

۸۔ اور جب میں سیر کرتے ہوئے کسی نہر کے کنارے آجاتا ہوں تو برس کر اپنے پانی سے نہر میں بھنور پیدا کر دیتا ہوں اور یہ بھنور بالیوں

کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

۹۔ نئی آئی ہوئی کھیتی کی شادابی مجھی پر موقوف ہے۔ میں سمندر کا بیٹا ہوں اور سورج نے مجھے پالا پوسا ہے۔

۱۰۔ میں برستا ہوں تو پہاڑی ندی کو سمندر کا سا جوش و خروش عطا کرتا ہوں اور پرندوں کو موسیقی میں مست کر دیتا ہوں۔

۱۱۔ میں خشک گھاس کو شاداب و شگفتہ اور کلیوں کو کھلا کر پھول بنا دیتا ہوں۔

۱۲۔ میری مہربانی سے کسانوں کے جھونپڑے شبستانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

ایک مکڑا اور مکھی

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

۱۔ اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا — اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمہارا

۲۔ لیکن مری کٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت — بھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھا

۳۔ غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے — اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھنچ کے نہ رہنا

۴۔ آؤ جو مرے گھر میں تو عزت ہے یہ میری — وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا

۵۔ مکھی نے سنی بات جو مکڑے کی تو بولی — حضرت کسی نادان کو دیجے گا یہ دھوکا

۶۔ اس جال میں مکھی کبھی آنے کی نہیں ہے
جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا پھر نہیں اترا

۷۔ مکڑے نے کہا واہ فریبی مجھے سمجھیں — تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا

۸۔ منظور تمہاری مجھے خاطر تھی دگر نہ — کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا

۱۰۔ اڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے — ٹھیرو جو مرے گھر میں تو ہو آؤ بھگت کیا
۱۰۔ اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں — باہر سے نظر آتی ہے چھوٹی سی یہ کٹیا
۱۱۔ لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک پڑے ہیں — دیواروں کو آئینوں سے میں نے سجایا
۱۲۔ مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے — ہر شخص کو ساماں یہ میسر نہیں ہوتا
۱۳۔ مکھی نے کہا۔ خیر یہ سب ٹھیک ہے لیکن — میں آپ کے گھر تک یہ امید نہ رکھنا

۱۴۔ ان نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچائے
سو جائے کوئی ان پہ تو پھر اٹھ نہیں سکتا۔

۱۵۔ مکڑے نے کہا یہ سنی بات جو اسکی — پھانسوں اسے کس طرح یہ کمبخت ہے دانا
۱۶۔ سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں — دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندا
۱۷۔ یہ سوچ کے مکھی سے کہا اس نے بڑی بی — اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رتبا
۱۸۔ ہوتی ہے اسے آپکی صورت سے محبت — ہو جسنے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا
۱۹۔ آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں — سر آپ کا اللہ نے کلغی سے سجایا
۲۰۔ یہ حسن، یہ پوشاک، یہ خوبی یہ صفائی — پھر اس پہ قیامت ہے یہ اڑتے ہوئے گانا
۲۱۔ مکھی نے سنی جب یہ خوشامد تو پسیجی — بولی کہ نہیں اور سنیے مجھ کو کوئی کھٹکا
۲۲۔ انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں برا میں — سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا
۲۳۔ یہ بات کہی اور اڑی اپنی جگہ سے — پاس آئی تو مکڑے نے اچھل کر اسے پکڑا

۲۴۔ بھوکا تھا کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی
آرام سے گھر بیٹھ کے مکھی کو اڑایا

۱۔ ایک روز کوئی مکڑا کسی مکھی سے یہ کہنے لگا کہ اس راستے سے تم روز نہ گزرتی ہو۔

۲۔ لیکن میرے غریب خانے کی قسمت کبھی نہیں جاگی اور تم بھولے سے بھی یہاں نہیں آئیں۔

۳۔ غیروں سے نہ ملا جائے تو کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے لیکن

مجھ ایسے اپنوں سے تو تمھیں یوں دور رہنا نہیں چاہیئے۔

۴۔ تم اگر میرے گھر میں آؤ تو میرے لیے بڑی عزت کی بات ہے اور اگر تم آنے کی تکلیف کرلو تو آنے کے لیئے وہ سامنے سیڑھی لگی ہوئی ہے۔

۵۔ مکھی نے مکڑے کی یہ بات سُن کر جواب دیا کہ ایسا دھوکا کسی اور کو دیجیئے

۶۔ میں آپکے جال میں پھنسنے کی نہیں کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جو کوئی ایک بار آپ کی سیڑھی پر چڑھا پھر کبھی زندہ سلامت نہیں اُترا۔

۷۔ مکڑے نے یہ سُن کر کہا کہ واہ تم مجھے دھوکے باز سمجھ رہی ہو۔ تم سا سادہ لوح بھی دنیا میں کوئی نہیں ہوگا۔

۸۔ اری! میں تو تمہاری خاطر تواضع کرنا چاہتا تھا ورنہ تمھیں بُلاتے میں میرا کوئی ذاتی مقصد تو نہیں تھا۔

۹۔ تم نہ جانے کہاں سے تھکی ہاری آئی ہو۔ دم بھر کے لیئے میرے گھر میں سستا لو تو کیا بُرائی ہے۔

۱۰۔ میرا گھر اگرچہ باہر سے ایک معمولی اور چھوٹی سی کٹیا نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر تمھیں دکھانے کے لیئے کئی چیزیں ہیں۔

۱۱۔ میرے گھر کے دروازوں پر باریک پردے لٹکے ہوئے ہیں اور دیواروں کو میں نے آئینوں سے سجا رکھا ہے۔

۱۲۔ مہمانوں کے آرام کے لیئے وہاں بڑے آرام دہ بچھونے ہیں اور ایسے بچھونے ہر آدمی کو کہاں نصیب ہوتے ہیں۔

۱۳۔ مکھی نے کہا کہ یہ سب ٹھیک سہی پھر بھی آپ یہ اُمید نہ رکھیں کہ میں آپکے گھر میں آؤں گی۔

۱۴۔ خدا مجھے آپ کے آرام دہ بچھونوں سے دور ہی رکھے کیونکہ میں بخوبی جانتی ہوں کہ ان بچھونوں پر کوئی ایک بار سو کر جاگ نہیں سکتا۔

۱۵۔ مکڑے نے سوچا کہ دنیا میں سینکڑوں کام خوشامد ہی سے نکلتے ہیں

۱۰۔ دنیا میں جسے دیکھو وہ خوشامد ہی کا غلام ہے۔
۱۷۔ یہ سوچ کر اس نے مکھی سے کہا کہ بڑی بی! خدا نے تمہیں بڑا اونچا مرتبہ عطا کیا ہے۔
۱۸۔ جو کوئی ایک نظر بھی آپ کو دیکھ لیتا ہے اسے تم سے محبت ہو جاتی ہے۔
۱۹۔ تمہاری آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں ہیں۔ اور تمہارے سر کو بھی خدا نے کیسی خوبصورت کلغی سے سجا رکھا ہے۔
۲۰۔ یہ خوبصورتی۔ یہ لباس۔ یہ خوبی اور یہ صفائی اور سونے پر سہاگہ یہ کہ تم اڑتے ہوئے بھی غضب کا ہو۔
۲۱۔ مکھی نے جب یہ چاپلوسی کی باتیں سنیں تو اس کا دل نرم ہو گیا اور وہ کہنے لگی کہ مجھے آپ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔
۲۲۔ اور پھر میں انکار کی عادت کو برا بھی سمجھتی ہوں کسی کا دل توڑنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔
۲۳۔ اتنا کہہ کر مکھی اپنی جگہ سے اڑی اور جونہی مکڑے کے پاس پہنچی مکڑے نے اچھل کر اسے پکڑ لیا۔
۲۴۔ مکڑا کئی دن سے بھوکا تھا اور اب مکھی جو اس کے ہاتھ لگی تو اس نے اطمینان اور مزے سے اسے کھایا۔

ایک پہاڑ اور گلہری

(ماخوذ از ٹیرسن)

بچوں کیلئے

۲۵۔ کئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری کو تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے

۲۔ ذرا سی چیز ہے اُس پر غرور کیا کہنا
یہ عقل اور یہ سمجھ یہ شعور کیا کہنا

۳۔ خدا کی شان ہے ناچیز چیز بن بیٹھیں
جو بے شعور ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں

۴۔ تری بساط ہی کیا میری شان کے آگے
زمیں ہے پست تری آن بان کے آگے

۵۔ جو بات مجھ میں ہے تجھکو وہ ہے نصیب کہاں
بھلا پہاڑ کہاں جانور غریب کہاں

۶۔ کہا یہ سن کے گلہری نے منہ سنبھال ذرا
یہ کچی باتیں ہیں دل سے انھیں نکال ذرا

۷۔ جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پروا
نہیں ہے تو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا

۸۔ ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا، کوئی چھوٹا یہ اُسکی حکمت ہے

۹۔ بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اس نے
مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اُس نے

۱۰۔ قدم اُٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
تری بڑائی ہے! خوبی ہے اور کیا تجھ میں

۱۱۔ جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو
یہ جا لیا ہی خدا دے تو کر دکھا مجھ کو

۱۲۔ نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

۱۔ کوئی پہاڑ ایک دن ایک گلہری سے کہنے لگا کہ اگر تجھے ذرا بھی شرم ہو تو پانی میں جاکر ڈوب مر۔

۲۔ ذرا سی ہو کر تو اتنی اکڑتی پھر رہی ہے تو اپنے آپ کو بڑی عقلمند خیال کرتی ہے۔ کیا کہنا تیری عقل کے۔

۳۔ خدا کی شان ہے کہ تجھ ایسی ناچیز بھی اپنے آپ کو کچھ سمجھتی ہے اور بے عقل ہو کر بھی بڑی باتمیز بنی پھرتی ہے۔

۴۔ ارے! میرے مرتبے کے سامنے تیری حیثیت ہی کیا ہے۔ میری آن بان کے آگے تو زمین بھی پست اور ہیچ ہے۔

۵۔ میری شان تیرے نصیب میں کہاں۔ مجھ پہاڑ اور کہاں تو ایک معمولی جانور۔

۶۔ گلہری نے یہ سن کر کہا کہ اے پہاڑ منہ سنبھال کر بات کر اور یہ بے ہودہ بات اپنے دل سے نکال دے۔

۷۔ اگر میں تیری طرح بڑی نہیں ہوں تو کیا ہوا۔ آخر تو بھی تو میری طرح چھوٹا نہیں ہے۔

۸۔ ہر ایک چیز سے خدا کی قدرت ظاہر ہے اور اگر کوئی چھوٹا ہے اور کوئی بڑا تو اس میں بھی اُس کی کاریگری ہے۔

۹۔ اگر خدا نے تجھے بڑا بنا دیا ہے تو مجھے درخت پر چڑھنا سکھا دیا ہے۔

۱۰۔ ارے تو بڑا ہی تو ہے تجھ میں کوئی اور خوبی تو نہیں۔ تجھ میں دو قدم چلنے کی تو طاقت نہیں۔

۱۱۔ اگر تو واقعی بڑا ہے تو مجھ سا کوئی کرتب دکھا اور نہیں تو ذرا یہ چھالیا ہی توڑ کر دکھا۔

۱۲۔ دنیا میں کوئی چیز ناکارہ نہیں اور قدرت کے کارخانہ میں کوئی چیز بُری نہیں۔

ایک گائے اور بکری

ماخوذ

بچوں کے لیے

۱۔ اک چراگہ ہری بھری تھی کہیں
تھی سراپا بہار جس کی زمیں

۲۔ کیا سماں اس بہار کا ہو بیاں
ہر طرف صاف ندیاں تھیں رواں

۳۔ تھے اناروں کے بیشمار درخت
اور پیپل کے سایہ دار درخت

۴۔ ہر گھڑی خوشنما ہوا تھی آتی
طائروں کی صدائیں تھیں آتی

۵۔ کسی ندی کے پاس اک بکری
۶۔ جب بھٹک کر اِدھر آ نکلا
۷۔ پہلے جھک کر اُسے سلام کیا
۸۔ کیوں بڑی بی! مزاج کیسے ہیں
۹۔ ٹٹ رہے ہے بُری بھلی اپنی
۱۰۔ جان پر آپنی ہے کیا کہیے
۱۱۔ دیکھتی ہوں خدا کی شان کو میں
۱۲۔ زور چلتا نہیں غریبوں کا
۱۳۔ آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے
۱۴۔ دُودھ کم دوں تو بڑبڑاتا ہے
۱۵۔ مٹھ کنڈیوں سے غلام کرتا ہے
۱۶۔ اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں!
۱۷۔ بدلے نیکی کے یہ بُرائی ہے
۱۸۔ سن کے بکری یہ ماجرا سارا
۱۹۔ بات سچی ہے بے مزا لگتی!
۲۰۔ چراگہ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
۲۱۔ ایسی خوشیاں ہمیں نصیب کہاں
۲۲۔ مزے آدمی کے دم سے ہیں
۲۳۔ اس کے دم سے ہے اپنی آبادی
۲۴۔ سو طرح کا بنوں میں ہے کھٹکا
۲۵۔ ہم پہ احسان ہے بڑا اس کا
۲۶۔ بندہ آرام کی اگر سمجھے
۲۷۔ یہ سُن کر یہ بات شرمائی

چرتے چرتے کہیں سے آ نکلی
پاس اک گائے کو کھڑا پایا
پھر سلیقے سے یوں کلام کیا
گائے بولی کہ خیر اچھے ہیں
ہے مصیبت میں زندگی اپنی
اپنی قسمت بُری ہے کیا کہیے!
رو رہی ہوں بُروں کی جان کو میں
پیش آیا لکھا نصیبوں کا!
اس سے پالا پڑے خدا نہ کرے
ہوں جو دُبلی تو سچ کہا تا ہے
کن فریبوں سے رام کرتا ہے
دُودھ سے جان ڈالتی ہوں میں
میرے اللہ! تری دُھائی ہے
بولی ایسا گلہ نہیں اچھا
میں کہوں گی مگر خدا لگتی
یہ ہری گھاس اور یہ سایا
یہ کہاں بے زبان غریب کہاں
لطف سارے اسی کے دم سے ہیں
قید ہم کو بھی کہ آزادی!
واں کی گزران سے بچائے خدا
ہم کو زیبا نہیں گلہ اس کا
آدمی کا کبھی گلہ نہ کرو
آدمی کے گلے سے چھپتا ہی

۲۸۔ دل میں کچھ برا بھلا اُس نے اور کچھ سوچ کر کہا اُس نے

۲۹۔ یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی

۱۔ کہیں ایک ہری بھری چراگاہ تھی جس کی زمین مخمل بہار تھی۔
۲۔ اس بہار کا حال کیا بیان کیا جائے۔ ہر طرف صاف ندیاں بہہ رہی تھیں۔
۳۔ وہاں انار دں کے بے شمار پیڑ اور بیل کے سایہ دار درخت تھے۔
۴۔ وہاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور پرندوں کی میٹھی میٹھی آوازیں آ رہی تھیں۔
۵۔ کہیں سے چرتے چرتے ایک بکری ندی کے پاس آ گئی۔
۶۔ اس نے رُک کر جب اِدھر اُدھر دیکھا تو پاس ہی ایک گائے کو کھڑا پایا۔
۷۔ پہلے تو اس نے جھک کر گائے کو سلام کیا پھر یوں گویا ہوئی۔
۸۔ بڑی بی مزاج کیسا ہے، گائے بولی کہ مزاج تو خیر اچھا ہے۔
۹۔ یہ اچھا وقت گزر تو رہا ہے لیکن زندگی مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے۔
۱۰۔ کیا کروں میری قسمت ہی بُری ہے جان وبال میں ہے۔
۱۱۔ خدا کی قدرت کو دیکھ رہی ہوں اور بُروں کی جان کو رو رہی ہوں۔
۱۲۔ غریبوں کا کوئی بس نہیں چلتا اپنے نصیبوں کا لکھا ہوا آگے آ رہا ہے۔
۱۳۔ کسی آدمی سے کسی کو پالا نہ پڑے۔ آدمی کی ذات سے تو نیکی کرنی ہی نہیں چاہیئے۔
۱۴۔ اگر دودھ کم دوں تو بڑبڑاتا ہے اور اگر کمزور اور دُبلی ہو جاؤں تو مجھے بیچ دیتا ہے۔
۱۵۔ طرح طرح کی مکاریوں سے میرے دل کو ہلکا ہے اور طرح طرح کے فریبوں سے مجھے اپنا غلام بناتا ہے۔

۱۶۔ میں اس کے بچوں کو پالتی پوستی ہوں اور اپنا دودھ دے کر ان میں جان ڈالتی ہوں۔

۱۷۔ لیکن دہائی ہے خدا کی کہ وہ میری نیکی کے بدلے میں مجھ سے برائی کرتا ہے۔

۱۸۔ بکری تمام ماجرا سن کر کہنے لگی کہ ایسی شکایت مناسب نہیں۔

۱۹۔ اگرچہ سچی بات کڑوی معلوم ہوتی ہے لیکن میں تو انصاف سے صاف صاف کہوں گی۔

۲۰۔ کہ یہ ہمارے چرنے کی جگہ۔ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا۔ یہ ہری گھاس اور یہ چھاؤں۔

۲۱۔ ایسی خوشیاں ہماری قسمت میں کہاں۔ کہاں یہ نعمتیں اور کہاں ہم غریب جانور۔

۲۲۔ یہ سب خوشیاں اور یہ سارے مزے بس آدمی ہی کے دم قدم سے ہیں۔

۲۳۔ اس کی وجہ سے ہم آباد ہیں پھر ہمارے لئے قید اچھی ہوئی کہ آزادی

۲۴۔ جنگلوں میں تو سو طرح کے خطرے ہیں وہاں کی زندگی سے تو خدا بچائے۔

۲۵۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم پر انسانوں کا بڑا احسان ہے۔ ہمارے منہ سے ان کی شکایت بھلی معلوم نہیں ہوتی۔

۲۶۔ اگر تم اپنے آرام کی قدر جانو تو کبھی آدمی کی شکایت نہ کرو۔

۲۷۔ یہ بات سن کر گائے شرمائی اور پچھتانے لگی کہ اس نے آدمی کی شکایت کیوں کی۔

۲۸۔ اپنی برائی بھلائی کو اس نے دل ہی دل میں جانچا اور پھر پھر کر کہنے لگی۔

۲۹۔ اگرچہ بچہ ہی کی ذات چھوٹی سی ہے لیکن اس کی یہ بات تو واقعی دل میں گھر کرنے والی ہے۔

بچّے کی دُعا

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

۱۔ لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

۲۔ دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے

۳۔ ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

۴۔ زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب

۵۔ ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

۶۔ مرے اللہ بُرائی سے بچانا مجھ کو!
نیکی پر راہ ہو اس پہ چلانا مجھ کو!

۱۔ اے خدا میری یہ خواہش دعا بن کر میرے لب پہ آتی ہے کہ میں شمع کی طرح اپنی زندگی بسر کروں۔

۲۔ میری روشنی سے دُنیا کا اندھیرا دور ہو جائے اور جگہ جگہ میرے چمکنے سے روشنی پھیل جائے۔

۳۔ جس طرح پھول سے باغ کی سجاوٹ ہوتی ہے اس طرح میں بھی اپنے وطن کی زینت بنوں۔

۴۔ اے خدا میری زندگی پتنگے کی زندگی کی طرح ہو اور مجھے علم کی شمع سے سچی محبت ہو۔

۵۔ میرا کام غریبوں کی امداد کرنا اور دُکھی اور کم زور لوگوں سے

محبت کرنا ہو۔

۶۔ اے خدا! مجھے ہر برائی سے بچانا اور ہمیشہ نیکی کے راستے پر چلنے کی توفیق دینا۔

ہمدردی

(مانوذ)

بچوں کے لئے

۱۔ ٹہنی پہ اک شجر کی تنہا — بلبل تھا کوئی اُداس بیٹھا
۲۔ کہتا تھا کہ رات سر پر آئی — اُڑنے چگنے میں دن گزارا
۳۔ پہنچوں کس طرح آشیاں تک — ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
۴۔ سن کر بلبل کی آہ و زاری — جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
۵۔ حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے — کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
۶۔ کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری — میں راہ میں روشنی کروں گا
۷۔ اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل — چمکا کے مجھے دیا بنایا

۸۔ ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

۱۔ کسی درخت کی شاخ پر ایک بلبل اداس بیٹھا ہوا تھا۔

۲۔ کہہ رہا تھا کہ رات ہونے کو آئی اور میں نے اُڑنے اور دانہ چگنے ہی میں سارا دن گزار دیا۔

۳۔ اب اپنے گھونسلے تک کس طرح پہنچوں کیونکہ ہر چیز پہ اندھیرا چھا چکا ہے۔

۴۔ بلبل کی یہ چیخ پکار سن کر پاس ہی سے ایک جگنو بولا۔

۵۔ اگرچہ میں ایک معمولی سا کیڑا ہوں لیکن مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔
۶۔ اگر رات اندھیری ہے تو فکر کرنے کی کوئی بات نہیں
میں راستے میں روشنی کر دوں گا۔
۷۔ خدا نے مجھے روشنی بخشی ہے اور چمکا کر چراغ بنا دیا ہے۔
۸۔ دنیا میں وہی لوگ اچھے ہیں جو دوسروں کے کام آتے ہیں۔

ماں کا خواب

(ماخوذ)

بچوں کے لیے

۱۔ میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب — بڑھا اور جس سے مرا اضطراب
۲۔ یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں — اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں
۳۔ لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال — قدم کا تھا دہشت سے اٹھنا محال
۴۔ جو کچھ حوصلہ پا کے آگے بڑھی — تو دیکھا قطار ایک لڑکوں کی تھی
۵۔ زمردی سی پوشاک پہنے ہوئے — دیئے سب کے ہاتھوں میں جلتے ہوئے
۶۔ وہ چپ چاپ تھے آگے پیچھے رواں — خدا جانے جانا تھا ان کو کہاں
۷۔ اسی سوچ میں تھی کہ میرا پسر — مجھے ان جماعت میں آیا نظر
۸۔ وہ پیچھے تھا اور تیز چلتا نہ تھا — دیا اس کے ہاتھوں میں جلتا نہ تھا
۹۔ کہا میں نے پہچان کر میری جاں — مجھے چھوڑ کر آ گئے تم کہاں
۱۰۔ جدائی میں رہتی ہوں میں بیقرار — روتی ہوں ہر دن تمہاروں کے پار
۱۱۔ نہ پروا ہماری ذرا تم نے کی! — گئے چھوڑ اچھا وفا تم نے کی
۱۲۔ جو بچے نے دیکھا مرا پیچ و تاب — دیا اس نے منہ پھیر کر یہ جواب
۱۳۔ ترستی ہے تجھ کو جدائی مری — نہیں اس میں کچھ بھی بھلائی تری

یہ کہہ کر وہ کچھ دیر تک چُپ رہا دیا پھر دکھا کر وہ کہنے لگا
سمجھتی ہے تو ہو گیا کیا اسے ترے آنسوؤں نے بجھایا ہے

۱۔ ایک رات جب میں سوئی تھی تو میں نے یہ خواب دیکھا جس سے میری گھبراہٹ اور بڑھ گئی۔

۲۔ میں نے دیکھا کہ میں کہیں جا رہی ہوں اور اندھیرا اتنا گہرا ہے کہ مجھے راستہ سجھائی نہیں دے رہا۔

۳۔ ڈر کے مارے میرا بدن لرزاں کانپ رہا تھا اور خوف سے اور خوف سے پاؤں بڑی مشکل سے اُٹھتا تھا۔

۴۔ ذرا ہمت بندھی اور آگے بڑھی تو مجھے لڑکوں کی ایک قطار دکھائی دی۔

۵۔ سب لڑکے زمرد جیسا سبز لباس پہنے ہوئے تھے اور سب کے ہاتھوں میں جگمگاتے ہوئے دیئے تھے۔

۶۔ وہ سب لڑکے خاموشی سے آگے پیچھے چل رہے تھے نہ جانے انھیں کہاں جانا تھا۔

۷۔ میں یہی سوچ رہی تھی کہ ان لڑکوں میں مجھے میرا بیٹا نظر آیا۔

۸۔ وہ سب سے پیچھے تھا اور آہستہ آہستہ چل رہا تھا اس کے ہاتھوں میں دیا بھی بجھا ہوا تھا۔

۹۔ میں نے اسے پہچان کر کہا کہ میری جان! تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے آئے۔

۱۰۔ میں تو تمہاری جدائی میں ہر وقت بے چین ہوں اور آنسوؤں کے ہار پروتی رہتی ہوں۔

۱۰۔ تمھیں تو ہماری کوئی پروا ہی نہیں۔ تم نے اچھی وفاداری دکھائی کہ ہمیں چھوڑ کر چلے آئے۔

۱۲۔ میری اس بے چینی کو دیکھ کر میرے بیٹے نے منہ پھیر کر کہا۔
۱۳۔ تو اگر میری جُدائی میں روتی رہتی ہے تو اس سے میرا کچھ بھلا نہیں کرتی۔
۱۴۔ اتنا کہہ کر وہ کچھ دیر تک تو خاموش رہا پھر اپنا چراغ دکھا کر مجھے کہنے لگا۔
۱۵۔ کیا تو جانتی ہے کہ میرے اس چراغ کو کیا ہو گیا ہے۔ اسے تیرے آنسوؤں نے بجھا دیا ہے۔

پرندے کی فریاد

بچوں کے لئے

۱۔ آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانا — وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا
۲۔ آزاد یا کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی — اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا
۳۔ لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم — شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مسکرانا
۴۔ وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت — آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانہ

۵۔ آتی نہیں صدائیں اس کی مرے قفس میں
ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں

۶۔ کیا بدنصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں — ساتھی تو ہیں وطن میں میں قید میں پڑا ہوں
۷۔ آئی بہار کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں — میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں

۸۔ اس قید کا الٰہی دکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہیں قفس میں میں غم سے مر نہ جاؤں

۹۔ جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے — دل غم کو کھا رہا ہے غم دل کو کھا رہا ہے
۱۰۔ گانا اسے سمجھ کر خوش ہوتے سننے والے — دکھتے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

۱۱۔ آزاد مجھ کو کر دے اُو قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

۱۔ مجھے وہ گزرا ہوا زمانہ یاد آتا ہے جب میں آزاد تھا اور باغ کی بہاروں میں مزے سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چہچہاتا تھا۔

۲۔ آزاد تھا تو اپنے گھونسلے میں جب جی چاہتا تھا جاتا تھا اور جب جی چاہتا تھا وہاں سے نکلتا تھا لیکن اب وہ بات کہاں۔

۳۔ صبح کے وقت کھلتی ہوئی کلیوں پر اوس پڑے معلوم ہوتی تھی جیسے رو رہی ہو اور کلیاں ہنس رہی ہوں اب جب اس نظارے کی یاد آتی ہے تو دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے۔

۴۔ ہائے وہ پیاری پیاری صورت اور وہ حسین اور نازک سی مورت جس سے کبھی میرا گھونسلہ آباد تھا اب میں اس سے بچھڑا ہوا ہوں۔

۵۔ اس کی آوازیں میرے پنجرے میں نہیں آتی ہیں اے کاش میری رہائی میرے بس میں ہوتی۔

۶۔ میں بھی کیسا بدقسمت ہوں کہ اپنے گھر کے لئے ترس رہا ہوں میرے ساتھی تو اپنے اپنے گھونسلوں میں ہیں لیکن میں قید ہوں۔

۷۔ بہار کی رُت آگئی پھولوں کی کلیاں ہنس رہی ہیں اور میں اس پنجرے کے اندھیرے میں اپنی قسمت کو رو رہا ہوں۔

۸۔ خدایا میں اس قید کی بپتا کسے سناؤں ڈر یہی ہے کہ کہیں پنجرے میں غم کھاتے کھاتے میری موت نہ ہو جائے۔

۹۔ جب سے باغ سے علیحدہ ہوا ہوں میرا یہ حال ہے کہ دل غم کو اور غم دل کو کھائے جا رہا ہے۔

۱۰۔ اے سننے والے میرے اس دکھی دل کی فریاد کو گانا سمجھ کر خوش نہ ہو۔

۱۱۔ اے مجھے قید کرنے والے مجھے خدا کے لئے آزاد کر دے اور کچھ بے زبان پرندے کی دُعا لے۔

خفتگانِ خاک سے استفسار

۱۔ مہرِ روشن چھپ گیا اُٹھی نقاب روئے شام
شانۂ ہستی پہ ہے بکھرا ہوا گیسوئے شام

۲۔ یہ سیہ پوشی کی تیاری کسی کے غم میں ہے!
محفلِ قدرت مگر خورشید کے ماتم میں ہے!

۳۔ کر رہا ہے آسماں جادو لبِ گفتار پر
ساحرِ شب کی نظر ہے دیدۂ بیدار پر

۴۔ غوطہ زن دریائے خاموشی میں ہے موجِ ہوا
ہاں مگر اک دور سے آتی ہے آوازِ درا

۵۔ دل کہ ہے بے تابیٔ اُلفت میں دنیا سے نفور
کھینچ لایا ہے مجھے ہنگامۂ عالم سے دور

۶۔ منظرِ حرماں نصیبی کا تماشائی ہوں میں
بر لبِ خفتگانِ خاکِ تنہائی ہوں میں

۷۔ تھم ذرا بیتابیٔ دل بیٹھ جانے دے مجھے
اور اس بستی پہ چار آنسو گرانے دے مجھے

۸۔ اے مئے غفلت کے سرمستو کہاں رہتے ہو تم
کچھ کہو اس دیس کی آخر جہاں رہتے ہو تم

۹۔ وہ بھی حیرت خانۂ امروز و فردا ہے کوئی
اور پیکارِ عناصر کا تماشا ہے کوئی

۱۰۔ آدمی واں بھی حصارِ غم میں ہے محصور کیا

اس سلائیت میں بھی ہے انساں کا دل مجبور کیا

۱۱۔ واں بھی جل مرتا ہے سوزِ شمع پر پروانہ کیا
اس چمن میں بھی گل و بلبل کا ہے افسانہ کیا

۱۲۔ یاں تو اک مصرعے میں پہلو سے نکل جاتا ہے دل
شعر کی گرمی سے کیا واں بھی پگھل جاتا ہے دل

۱۳۔ رشتہ و پیوند یاں کے جان کا آزار ہیں
اس گلستاں میں بھی کیا ایسے نکیلے خار ہیں

۱۴۔ اس جہاں میں اک مشیت اور سو افتاد ہے
روح کیا اس دیس میں اس فکر سے آزاد ہے

۱۵۔ کیا وہاں بجلی بھی ہے دہقاں بھی ہے خرمن بھی ہے
قافلے والے بھی ہیں اندیشۂ رہزن بھی ہے

۱۶۔ تنکے چنتے ہیں وہاں بھی آشیاں کے واسطے
خشت و گل کی فکر ہوتی ہے مکاں کے واسطے

۱۷۔ واں بھی انساں اپنی اصلیت سے بیگانے ہیں کیا
استیازِ ملت و آئیں کے دیوانے ہیں کیا!

۱۸۔ واں بھی کیا فریادِ بلبل پر چمن روتا نہیں
اس خزاں کی طرح واں بھی دردِ دل ہوتا نہیں

۱۹۔ باغ ہے فردوس یا اک منزلِ آرام ہے:
یا تاریخ بے پردۂ حسنِ ازل کا نام ہے:

۲۰۔ کیا جہنم معصیت سوزی کی اک ترکیب ہے
آگ کے شعلوں میں پنہاں مقصدِ تادیب ہے

۲۱۔ کیا عروسِ رفتار کے اس دیس میں پرواز ہے!
موت کہتے ہیں جسے اہلِ زمیں کیا راز ہے!

۲۳۔ اضطرابِ دل کا ساماں یاں کی ہست و بود ہے
علمِ انساں اس ولایت میں بھی کیا محدود ہے

۲۳۔ دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مہجور بھی
لن ترانی کہہ رہے ہیں کیا وہاں کے طور بھی

۲۴۔ جستجو میں ہے وہاں بھی روح کو آرام کیا
واں بھی انساں ہے قتیلِ ذوقِ استفہام کیا

۲۵۔ آہ وہ کشور بھی تاریکی سے کیا معمور ہے
یا محبت کی تجلی سے سراپا نور ہے

۲۶۔ تم بتا دو راز جو اس گنبدِ گرداں میں ہے
موت اک چبھتا ہوا کانٹا دلِ انساں میں ہے

۱۔ سورج چھپ گیا۔ شام کا چہرہ بے نقاب ہو گیا اور دنیا کے کندھے پر شام کی زلفیں بکھر گئیں۔

۲۔ لیکن دنیا نے یہ سیاہ کپڑے کس کے غم میں پہن لئے ہیں۔ ایسا نظر آتا ہے کہ قدرت کی محفل سورج کے ڈوبنے کا ماتم کر رہی ہے۔

۳۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی جادوگر سے بولنے والے ہونٹ بند ہو گئے ہیں اور رات کا جادوگر دیکھنے والی آنکھ پر نظر جمائے بیٹھا ہے

۴۔ ہوا کی موج جیسے خاموشی کے سمندر میں ڈوب گئی ہے بس دور سے کسی قافلے کی گھنٹی کی آواز ضرور آ رہی ہے۔

۵۔ میرا دل جو عشق کے درد سے بیتاب ہے اور اس دنیا سے نفرت کرنے والا ہے مجھے دل کے ہنگاموں سے کھینچ کر دور سے لے آیا ہے۔

۶۔ ایک اداسی کا سماں ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں اور قبرستان میں پہنچ کر قبر کی تنہائی میں سوئے ہوئے لوگوں کے پاس بیٹھا ہوں۔

۶۔ اے میرے دل کی بے چینی خدا تجھے اور مجھے اس بستی پر چار آنسو بہا لینے دے۔

۸۔ ارے اے غفلت کی شراب سے مدہوش انسانو! تو کہاں لیٹے ہو اس دیس کی باتیں مجھے بتاؤ۔

۹۔ کیا وہ دیس بھی اس دنیا کی طرح ایک حیرت کدہ ہے کیا وہاں بھی آج اور کل کے امتیاز سے وقت کا احساس کیا جاتا ہے اور کیا وہاں بھی صابر محمد باہم لڑائی رہتی ہے۔

۱۰۔ کیا وہاں بھی آدمی غم کی چار دیواری میں گھرا ہوا ہے اور کیا وہاں بھی انسان کا دل مجبور ہے۔

۱۱۔ کیا وہاں بھی جلتی ہوئی شمع پر پتنگا قربان ہوتا ہے۔ کیا اس باغ میں بھی پھول اور بلبل کی محبت کے فسانے ہیں۔

۱۲۔ یہاں تو ایک مصرعہ سن کر دل تڑپ کر پہلو سے نکلا پڑتا ہے کیا وہاں بھی شعر کی گرمی دلوں کو پگھلا دیتی ہے۔

۱۳۔ یہاں تو دنیاوی رشتے ناطے جان کا وبال ہیں کیا وہاں کے باغ میں بھی تعلقات کے ایسے نکیلے کانٹے ہیں۔

۱۴۔ کیا وہاں بھی ایک زندگی اور سینکڑوں پریشانیاں ملاحق ہیں وہاں تو کیا روح اس غم سے آزاد ہے۔

۱۵۔ کیا وہاں بھی بجلی کسان دو کھلیان ہیں اور کیا وہاں بھی قافلے والے قافلے کو لوٹنے والے ڈاکو موجود ہیں۔

۱۶۔ کیا وہاں بھی کسان کڑی مشقت سے کھلیان اکٹھا کرتا ہے اور اسے ڈر رہتا ہے کہ بجلی گرنے سے یہ کہیں راکھ نہ ہو جائے۔

۱۷۔ کیا وہاں بھی انسان اپنی اصلیت سے بے خبر ہیں اور مذہبی اور قانون پر جان دے رہے ہیں۔

۱۸۔ کیا وہاں بھی بلبل کی فریاد پر باغ کا دل نہیں روتا اور کیا وہاں بھی اس دنیا کی طرح درد مند نہیں رہتے۔

۱۹۔ کیا جنت ایک باغ ہے یا ذرا سستانے کا ایک مقام ہے یا وہ جگہ خدا کی خاص جلوہ گاہ ہے۔

۲۰۔ کیا دوزخ گناہوں کو جلانے کی ایک تدبیر ہے کیا وہاں گنہگاروں کو سزا دے کر صحیح راستے پر لانے کی خاطر آگ کے شعلے بھڑکائے جاتے ہیں۔

۲۱۔ کیا وہاں کے رہنے والے یہاں کے لوگوں کی طرح چلتے پھرتے نہیں بلکہ اڑتے ہیں۔ آخر یہ زمین پر رہنے والے جسے موت کہتے ہیں وہ حقیقت میں ہے کیا۔

۲۲۔ یہاں کا رہنا سہنا تو دل کی پریشانی کا سبب ہے لیکن وہاں بھی انسانی علم کیا یہاں کی طرح محدود ہے۔

۲۳۔ یہاں تو جدائی کا مارا ہوا دل تڑپتا رہتا ہے اور محبوب کا دیدار نصیب نہیں ہوتا کیا وہاں بھی دیدار کے مشتاق کو یہی جواب ملتا ہے کہ تو میرا جلوہ نہ دیکھ سکے گا۔

۲۴۔ کیا وہاں بھی مسلسل تلاش روح کی تسکین کا باعث ہے۔ کیا وہاں بھی انسان نئی نئی باتیں دریافت کرنے کی لذت کے گرویدہ ہیں۔

۲۵۔ کیا وہ دنیا بھی اس دنیا کی طرح گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہے یا محبت کے جلووں سے روشن و منور ہے۔

۲۶۔ اے قبروں میں سوئے ہوئے لوگو! تم تو موت کی منزل سے گزر کر آسمان کو بھید پا چکے ہو۔ اس بھید کو بتا دو تاکہ موت کے خیال کا یہ چبھتا ہوا کانٹا ہمارے دلوں سے نکل جائے اور ہم موت کی حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

شمع و پروانہ

۱۔ پروانہ تجھ سے کرتا ہے اے شمع پیار کیوں
یہ جان بے قرار ہے تجھ پر نثار کیوں

۲۔ سیماب وار رکھتی ہے تیری ادا اسے!
آدابِ عشق تو نے سکھائے ہیں کیا اسے

۳۔ کرتا ہے یہ طواف تری جلوہ گاہ کا!
پھونکا ہوا ہے کیا تری برقِ نگاہ کا!

۴۔ آزار موت میں اسے آرامِ جاں ہے کیا!
شعلے میں تیرے زندگیٔ جاوداں ہے کیا

۵۔ غم خانۂ جہاں میں جو تیری ضیا نہ ہو
اس تفتہ دل کا نخلِ تمنا ہرا نہ ہو

۶۔ گرنا ترے حضور میں اس کی نماز ہے
ننھے سے دل میں لذتِ سوز و گداز ہے

۷۔ کچھ اس میں جوششِ عاشقِ حسنِ قدیم ہے
چھوٹا سا طور تو یہ ذرا سا کلیم ہے

۸۔ پروانہ اور ذوقِ تماشائے روشنی
کیا طرفہ ذرا سا اور تمنائے روشنی

۱۔ اے شمع پتنگا تجھ سے پیار کبھی کرتا ہے اس کی بے چین جان تجھ پر کیوں نچھاور ہے۔
۲۔ تو نے اسے محبت کے یہ کیا طریقے سکھا دیے ہیں کہ تیری

اور دیکھ کر وہ پارے کی طرح تڑپنے لگتا ہے۔

۳۔ جہاں تو روشن ہوتی ہے وہاں یہ بار بار چکر کاٹتا ہے ایسا نظر آتا ہے کہ تیری نظر کی بجلی کا یہ جلایا ہوا ہے۔

۴۔ کیا اس کی جان کو موت کی تکلیف سہہ کر ہی آرام ملتا ہے اور کیا تیری لو اسے کبھی نہ فنا ہونے والی زندگی دکھائی دیتی ہے۔

۵۔ اس دنیا کے غم خانے میں اگر تیری روشنی نہ ہو تو اس دل جلے کی آرزو کا پودا کبھی ہرا نہ ہو۔

۶۔ تیرے سامنے جل کر مرنا اس کی نماز ہے۔ اس کے چھوٹے سے دل میں جلنے اور پگھلنے کی کتنی لذت موجود ہے۔

۷۔ تو اگر چھوٹا سا طور ہے تو یہ بھی ننھا سا کلیم ہے ایسا نظر آتا ہے کہ اس میں بھی حضرت موسیٰ کے دل کا سا جوشِ عشق ہے۔

۸۔ پتنگے کے دل میں روشنی کے دیدار کا ایسا شوق حیرتناک ہے۔ کمال ہے کہ اس ذرا سے کیڑے کا دل روشنی کی آرزو سے بھرا ہوا ہے۔

عقل و دل

۱۔ عقل نے ایک دن یہ دل سے کہا — بھولے بھٹکے کی رہنما ہوں میں

۲۔ ہوں زمیں پر گزر فلک پہ مرا — دیکھ تو کس بلند رسا ہوں میں

۳۔ کام دنیا میں رہبری ہے مرا — مثلِ خضرِ مجستہ پا ہوں میں

۴۔ ہوں مفسر کتابِ ہستی کی — مظہرِ شانِ کبریا ہوں میں

۵۔ بوند اک خون کی تو ہے لیکن — غیرتِ لعلِ بے بہا ہوں میں

۶۔ دل نے سن کر کہا یہ سب سچ ہے — پر مجھے بھی تو دیکھ کیا ہوں میں

۷۔ رازِ ہستی کو تو سمجھتی ہے — اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں

۸۔ ہے تجھے واسطہ مظاہر سے
اور باطن سے آشنا ہوں میں

۹۔ علم تجھ سے ہے تو معرفت مجھ سے
تو خدا جو، خدا نما ہوں میں

۱۰۔ علم کی انتہا ہے بے تابی
اس مرض کی مگر دوا ہوں میں

۱۱۔ شمع تو محفلِ صداقت کی
حسن کی بزم کا دیا ہوں میں

۱۲۔ یوں تو زمان و مکاں سے رشتہ بپا
طائرِ سدرہ آشنا ہوں میں

۱۳۔ کس بلندی پہ ہے مقام مرا
عرشِ ربِّ جلیل کا ہوں میں

۱۔ ایک دن عقل دل سے کہنے لگی کہ میں ہر بھولے بھٹکے کو راستہ دکھاتی ہوں۔

۲۔ میری عادت ہے تو دیکھ زمین پر رہ کر بھی آسمان میری گذرگاہ ہے

۳۔ میں حضرت خضر کی طرح مبارک قدم حاصل ہوں اور دنیا میں میرا کام بھی دوسروں کی رہنمائی کرنا ہے۔

۴۔ دنیا کی کتاب کو کھول کر بیان کرنے اور زندگی کے بھید بتانے والی ہوں۔

۵۔ تو تو محض خون کی ایک بوند ہے اور میں انمول عقل سے بھی بڑھ چڑھ کر ہوں۔

۶۔ دل نے یہ سن کر کہا کہ یہ تو سچ ہے لیکن مجھے بھی تو دیکھ کہ میں کیا ہوں۔

۷۔ تو تو زندگی کے مجید کو صرف سمجھتی ہے لیکن میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔

۸۔ تو صرف چیزوں کے ظاہر پر نظر رکھتی ہے لیکن میں ان کے باطن سے واقف ہوں۔

۹۔ دنیا تجھ سے صرف علم لیکن مجھ سے معرفت سیکھتی ہے تب ہی تو طے ہو جاتی

ہے اور میں خدا کو دیکھتا ہوں۔

۱۰۔ تیرے علم کی آخری حد صرف بے چینی ہے جو ایک دوگ سے کم نہیں اور اسی دوگ کی ردا میں ہوں۔

۱۱۔ تو سچائی کی تنہا کی شمع ہے۔ اور میں حسن کی انجمن کا چراغ ہوں۔

۱۲۔ تو زمان و مکاں کے پنجرے کی قیدی ہے اور میں سات آسمانوں تک اڑنے والا آزاد پرندہ ہوں۔

۱۳۔ میرے مقام کی بلندی کو کیا کہنا میں تو خدائے جلیل کا عرش ہوں۔

صدائے درد

۱۔ جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
ہاں ڈبو دے اے محیط آب گنگا تو مجھے

۲۔ سرزمیں اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
وصل کیسا یاں تو اک قرب فراق آمیز ہے

۳۔ بدلے یک رنگی کے یہ نا آشنائی ہے غضب
ایک ہی خرمن کے دانوں میں جدائی ہے غضب

۴۔ جس کے پھولوں میں اخوت کی ہوا آئی نہیں
اس چمن میں کوئی لطف نغمہ پیرائی نہیں

۵۔ لذت قرب حقیقی پر مٹا جاتا ہوں میں :
اضطراب موجہ و ساحل سے گھبراتا ہوں میں

۶۔ دانۂ خرمن نما ہو شاعر معجز بیاں
ہو نہ خرمن ہی تو اس دانے کی کھیتی ہے کہاں

۷۔ حسن ہو کیا خود نما جب کوئی اک ہی نہ ہو
شمع کو جلنے سے کیا مطلب جو محفل ہی نہ ہو

۸۔ ذوق گویائی خموشی سے بدلتا کیوں نہیں۔
میرے آئینے سے یہ جوہر نکلتا کیوں نہیں

۹۔ کب زباں کھولی ہماری لذت گفتار نے
پھونک ڈالا جب تپش کو آتش پیکار نے

۱۔ مجھے کسی پہلو کل نہیں اور میں اپنے دل کی آگ میں جل رہا ہوں اے گنگا کے پاٹ مجھے اپنی لہروں میں ڈبو دے۔

۲۔ سرزمین ہندوستاں بہت زیادہ نفرت پیدا کرنے والی ہے۔ بظاہر ہندو اور مسلم ایک دوسرے سے قریب ہیں لیکن عقیدوں کے اختلاف کی وجہ سے درحقیقت ان میں بڑی دوری ہے۔

۳۔ اتحاد اور اتفاق کی جگہ ایسی بے گانگی پائی جاتی ہے اور قیامت ہے کہ ایک ہی کھلیان کے دانے آپس میں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

۴۔ وطن کے باغ کے پھولوں کو مروت اور اتحاد کی ہوا تک نہیں لگی ایسے باغ میں گیت گانے سے کیا حاصل ہے۔

۵۔ میں تو دلی قربت کا قائل ہوں۔ اس طرح ملنے کو قائل نہیں ہوں جس طرح دریا کی موج مجبوراً ساحل سے ملتی ہے۔

۶۔ جس شاعر کے بیان میں جادو کی کیفیت ہو وہ تو ایسا دانہ ہے جو کھلیان کا پتا دیتا ہے لیکن جب کھلیان کا وجود ہی نہ ہو تو پھر غریب دانے کی کیا اوقات ہے۔

۷۔ جو کوئی دیکھنے والی آنکھ ہی نہ ہو تو حسن اپنے آپ کو کیا دکھائے اور جب کوئی انجمن نہ ہو تو شمع کو جلنے کی کیا پڑی ہے۔

۸۔ ان حالات میں میرے شعر کہنے کا ذوق خاموشی میں کیوں تبدیل نہیں ہو جاتا۔ اور میرے مذاق کا آئینہ شعر کہنے کی چمک دمک سے کیوں نہیں محروم ہو جاتا۔

۹۔ آہ ہمیں اس زمانے میں شعر کہنے پر آمادہ کیا گیا جب وطن کے باغ کو نفاق کی آگ نے پھونک کر رکھ دیا ہے۔

آفتاب

(ترجمہ گایتری)

اے آفتاب! روح روانِ جہاں ہے تو
شیرازہ بندِ دفترِ کون و مکاں ہے تو

۲۔ باعث ہے تو وجود و عدم کی نمود کا
ہے سبز تیرے دم سے قدم ہست و بود کا

۳۔ قائم یہ عنصروں کا تماشا تجھی سے ہے
ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے

۴۔ ہر شے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے
تیرا یہ سوز و ساز سراپا حیات ہے

۵۔ وہ آفتاب جس سے زمانے میں نور ہے
دل ہے خرد ہے روحِ رواں ہے شعور ہے

۶۔ اے آفتاب! ہم کو ضیائے شعور دے
چشمِ خرد کو اپنی تجلی سے نور دے

۷۔ ہے محفلِ وجود کا ساماں طراز تو
بیزدانِ ساکنانِ نشیب و فراز تو

۸۔ تیرا کمالِ ہستی ہے ہر جان دار میں
تیری نمود سلسلۂ کوہسار میں

۹۔ ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو!
زائیدگانِ نور کا ہے تاجدار تو

۱۰۔ لے ابتدا کوئی نہ کوئی انتہا تری
آزادِ قیدِ اوّل و آخر ضیا تری

۱۔ اے سورج اے دنیا کی جان تیری وجہ ہی سے یہ کائنات قائم ہے۔

۲۔ تیری وجہ ہی سے وجود اور عدم ظاہر ہوئے۔ اور تیرے سبب ہی سے ہوئے۔ اور نہ ہونے کا پتہ چلا۔

۳۔ عناصر کے میل جول کا یہ تماشا یعنی یہ دنیا تیری وجہ ہی سے قائم ہے۔
اور ہر چیز نے زندگی کی طلب تجھی سے حاصل کی۔
۴۔ دنیا کی ہر چیز تیرے ہی جلوے سے قائم ہے اور تیرے ہی بخشے
ہوئے سوز و ساز کا دوسرا نام زندگی ہے۔
۵۔ جس نورِ مطلق کو میں سورج کہتا ہوں اسی سے انسان کو دل عقل
اور روح عطا ہوئی۔
۶۔ اے سورج ہمیں شعور کی روشنی دے اور اپنے جلووں کی روشنی
سے عقل کی آنکھ کو منور کر۔
۷۔ اے سورج! تو ہی زندگی کی محفل کی زینت کا باعث ہے اور
پست و بلند میں جو کچھ ہے اس کا خالق تو ہے۔
۸۔ ہر جاندار ہستی میں تیرے پیدا کرنے کا کمال ظاہر ہے اور
پہاڑوں کے سلسلے میں بھی تو ہی جلوہ گر ہے۔
۹۔ تو ہر چیز کی زندگی کو پالنے والا ہے اور دیوتاؤں کا راجا تو ہی ہے۔
۱۰۔ نہ تیری ابتدا ہے نہ انتہا نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ تو کیا
سے کیا ہے اور نہ یہ بتایا جا سکتا ہے کہ تو کب تک رہے گا۔

شمع

۱۔ بزمِ جہاں میں میں بھی ہوں اے شمع دردمند — فریاد دردگرہ صفت دانۂ سپند
۲۔ دی عشق نے حرارتِ سوزِ دروں تجھے — اور گل فروشِ اشکِ شفق گوں کیا تجھے
۳۔ ہو شمعِ بزمِ عیش کہ شمعِ مزار تو
ہر حال اشکِ غم سے رہی ہمکنار تو
۴۔ یک بیں تری نظر صفتِ عاشقانِ ناز — میری نگاہ مایۂ آشوبِ امتیاز
۵۔ کعبے میں جبکدے میں ہے یکساں تری ضیا — میں امتیازِ دیر و حرم میں پھنسا ہوا

۵۔ ہے شانِ آہ کی تجھے دو دِ سیاہ میں
پوشیدہ کوئی دل ہی تری جلوہ گاہ میں

۷۔ جلتی ہے تو کہ برقِ تجلّی سے دور ہے — بیدرد تیرے سوز کو سمجھے کہ نور ہے
۸۔ تو جل رہی ہے اور تجھے کچھ خبر نہیں — بینا ہے اور سوزِ دروں پر نظر نہیں
۹۔ ہیں جوشِ اضطراب میں سیماب وار بھی — آگاہِ اضطرابِ دلِ بے قرار بھی

۱۰۔ تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا
احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا

۱۱۔ یہ آگہی مری مجھے رکھتی ہے بے قرار — خوابیدہ اس شرر میں ہیں آتشکدے ہزار
۱۲۔ یہ امتیازِ رفعت و پستی اسی سے ہے — گل میں مہک شراب میں مستی اسی کی ہے

۱۳۔ بستان و بلبل و گل و بو ہے یہ آگہی
اصلِ کشاکشِ من و تو ہے یہ آگہی

۱۴۔ صبحِ ازل جو حسن ہوا دادِ عشق — آوازِ کُن ہوئی تپشِ آموزگارِ عشق
۱۵۔ یہ حکم تھا کہ گردشِ کُن کی بہار دیکھ — اِک آنکھ لیکے خوابِ پریشاں ہزار دیکھ
۱۶۔ مجھ سے خبر نہ پوچھ حبابِ وجود کی — شامِ فراق صبح تھی میری نمود کی
۱۷۔ دو دن گئے کہ قید سے میں آشنا نہ تھا — نیپ درختِ طور مرا آشیانہ تھا
۱۸۔ قیدی ہوں اور قفس کو چمن جانتا ہوں میں — غربت کدے کو وطن جانتا ہوں میں

۱۹۔ یادِ وطن فسردگی بے سبب نہ تھی
شوقِ نظر کبھی کبھی ذوقِ طلب نہ تھی

۲۰۔ اے شمع! انتہائے فریبِ خیال دیکھ — مسجودِ ساکنانِ فلک کا مآل دیکھ!
۲۱۔ مضمونِ فراق کا ہوں ثریا نشاں میں — آہنگِ طبعِ ناظمِ کون و مکاں ہوں میں
۲۲۔ باندھا مجھے جو اس نے تو چاہی کی نمود — تحریر کرد یا سیرِ دیوان ہست و بود
۲۳۔ گوہر کو مشتِ خاک میں رہنا پسند ہے — بندش اگرچہ سست ہے مضمون بلند ہے
۲۴۔ چشمِ غلط نگر کا یہ سارا قصور ہے — عالم ظہورِ جلوۂ ذوقِ شعور ہے

یہ سلسلہ زمان و مکاں کا کمند ہے — طوقِ گلوئے حسن تماشا پسند ہے
منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ راہ ہوں — اے شمع! میں بھی سیر فریب نگاہ ہوں
صیاد آپ، حلقۂ دامِ ستم بھی آپ — بامِ حرم بھی طائرِ بامِ حرم بھی آپ
میں جس ہوں کہ عشق سراپا گداز ہو — کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں

ہاں آشنائے لب ہو نہ رازِ کہن کہیں
پھر چھڑ نہ جائے قصۂ دار و رسن کہیں

۱۔ اے شمع! میں بھی تیری طرح دنیا کی محفل میں درد مند ہوں اور حرماں کے داغوں کی طرح میری گرہ میں بھی فریاد و فغاں ہے۔

۲۔ عشق نے تجھے دل کے سوز و تپش عطا کی ہے اور خون کے آنسو بہانے کا فرض تجھے سونپا ہے۔

۳۔ تو عیش و نشاط کی محفل میں یا کسی قبر پر جل رہی ہو دونوں صورتوں میں غم کے آنسو بہاتی رہتی ہے۔

۴۔ میری نگاہ تو تمیز اور فرق کے بکھیڑوں میں الجھی ہوئی ہے لیکن تیری نظر خدا کے عاشقوں کی طرح ہر چیز کو ایک ہی رنگ میں دیکھتی ہے۔

۵۔ میں اگرچہ مندر مسجد کے امتیاز میں پھنسا ہوا ہوں لیکن تیری روشنی ان دونوں جگہوں کے لئے یکساں ہے۔

۶۔ تجھ سے جو سیاہ دھواں اٹھتا ہے اس میں آہ کی سی کیفیت ہے اور آہ تو دل ہی سے نکلتی ہے کیا تیری جلوہ گاہ میں بھی کوئی دل چھپا ہوا ہے۔

۷۔ تو تو خدائی جلوے سے جدا ہونے کی وجہ سے جل رہی ہے لیکن بے درد لوگ تیرے جلنے کو روشن خیال کرتے ہیں۔

۸۔ تو جل تو رہی ہے لیکن اس جلنے کی تجھے خبر نہیں ہے تیری آنکھیں تو ہیں لیکن تو اپنے دل کے سوز کو نہیں دیکھ سکتی۔

۹۔ میں بے چینی کے جوش سے پارے کی طرح تڑپ رہا ہوں اور اپنے دل کی بے چینی سے واقف بھی ہوں۔

۱۰۔ یہ بھی کسی بے نیاز کی ایک ادا تھی کہ اس نے مجھے اپنے گداز کا احساس دیا۔

۱۱۔ یہی آگاہی اور یہی احساس ہی تو ہے جو مجھے بے چین رکھتی ہے۔ یہی تو وہ چنگاری ہے جس میں ہزاروں آتش کدے سوئے ہوئے ہیں۔

۱۲۔ اسی آگہی اور احساس کی وجہ سے میں پستی اور بلندی میں امتیاز کرتا ہوں اور اسی کی وجہ سے پھول میں ہلکے اور شراب میں مستی ہے۔

۱۳۔ یہ باغ۔ یہ کلی۔ یہ پھول اور یہ خوشبو اسی آگہی کی پیداوار ہیں اور من و تو کی کھینچ تان کا اصل سبب بھی یہی آگہی ہے۔

۱۴۔ اس کائنات کی آفرینش کے وقت حسنِ مطلق نے جب عشق کا دل چھینا اور کُن کی آواز سے عشق کی جان میں تڑپ پیدا ہوئی۔

۱۵۔ تو عشق کو یہ حکم ہوا کہ جا اور کُن کے کہنے سے جو باغ پیدا کیا ہے اس کی بہار دیکھ اور ایک آنکھ سے ہزاروں پریشان خواب دیکھ۔

۱۶۔ مجھ سے میرے وجود کے پردے کے بارے میں کچھ نہ پوچھ۔ جس صبح کو میں پیدا ہوا وہی صبح میرے لئے جدائی کی شام بن گئی۔

۱۷۔ اب وہ دن کہاں جب میں آزاد تھا اور میرا گھونسلہ طور کے درخت کی زینت بنا ہوا تھا۔

۱۸۔ اب تو میں وجود کا قیدی ہوں اور جس پنجرے میں بند ہوں اسی کو باغ خیال کر رہا ہوں۔

۱۹۔ اب اسی وطن کی یاد میرے لئے بے وجہ اداسی کا باعث بنتی ہوئی ہے۔ کبھی وہ نظر کا ذوق بن جاتی ہے اور کبھی جستجو کا شوق۔

۲۰۔ اے شمع! مجھے دیکھ کہ اپنے خیالات کے دھوکے کی آخری منزل میں پہنچا ہوا ہوں ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ قدسی اور فرشتے مجھے سجدہ کیا کرتے تھے۔

ذرا میرے دردناک انجام کو دیکھو۔

۲۱۔ میں کانٹا ہوا ہوں اگرچہ شریا کا ہم رتبہ ہوں اور خداوند تعالیٰ کے ذہن کی تخلیق ہوں۔

۲۲۔ جب خدا نے میری تخلیق کی اور یہ چاہا کہ میری نمائش کرے تو اس نے مجھے کائنات میں سب سے اونچا درجہ دیا۔

۲۳۔ میں اگرچہ موتی ہوں لیکن مجھے مٹی ہی میں رہنا پسند ہے۔ میں کبھی ایک ایسا شعر ہوں جس کی بندش اگرچہ چست نہیں لیکن جس کا مضمون بہت بلند ہے۔

۲۴۔ دنیا آگاہی کے شوق کی تجلی کا ظہور ہے اگر آنکھ کسی چیز کو بخوبی نہیں دیکھ سکتی اور اس کی حقیقت کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتی تو یہ آنکھ کا قصور ہے اس میں حقیقت کی کوئی خطا نہیں۔

۲۵۔ یہ زمان و مکاں کا سلسلہ ایک کمند کی طرح ہے جو حسن کی گردن میں طوق کی طرح پڑا ہوا ہے جس نے نظارہ بازی کے شوق میں یہ کائنات پیدا کی اور اسے اپنی تماشا پسندی کے لئے آئینہ بنایا۔

۲۶۔ مجھے اپنی منزل کا شوق ضرور ہے لیکن میں اپنا راستہ بھول چکا ہوں اے شمع میں اپنی فکر کے دھوکے میں قید ہوں۔

۲۷۔ شکار بھی آپ ہوں اور ظلم کے جال کا حلقہ بھی آپ ہی ہوں۔ کبھی کی چھت بھی وہی ہے اور اس چھت کا پرندہ بھی وہی۔

۲۸۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ میں حسن ہوں یا وہ عشق ہوں جو سر سے پاؤں تک گداز ہی گداز ہے۔ کچھ ظاہر نہیں ہوتا کہ میں ناز ہوں یا نیاز۔

۲۹۔ لیکن یہ پرانا بھید اگر بس پر نہ آئے تو اچھا ہے لب پر آگیا تو کہیں پھر منصور کی طرح سولی اور رسے کا قصہ نیا نہ ہو جائے۔

ایک آواز

۱۔ دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

۲۔ شورش سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

۳۔ مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری
دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

۴۔ آزاد فکر سے ہو عزلت میں دن گزاروں
دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو

۵۔ لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشموں کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

۶۔ گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجھکو جہاں نما ہو

۷۔ ہو ہاتھ کا سرہانا سبزے کا ہو بچھونا
شرمائے جس سے جلوت خلوت میں وہ ادا ہو

۸۔ مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل
ننھے سے دل میں اس کے کھٹکا نہ کچھ مرا ہو

۹۔ صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

۱۰۔ ہو لطف یہ ایسا کہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

۱۱۔ آغوش میں زمیں کے سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو

۱۲۔ پانی کو چھو رہی ہو جھک کر گل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

۱۳۔ ہندی گائے سورج جب شام کی دلہن کو
سُرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو

۱۴۔ راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
اُمید اُنکی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

۱۵۔ بجلی چمک کے ان کو کٹیا مری دکھا دے
جب آسماں پہ ہر سو بادل گھرا ہوا ہو

۱۶۔ پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی مؤذن
میں اس کا ہمنوا ہوں وہ میری ہمنوا ہو

۱۷۔ کانوں پہ ہو نہ میرے دیر و حرم کا احساں
روزن ہی جھونپڑی کا مجھکو سحر نما ہو

۱۸۔ پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو نالہ مری دعا ہو

۱۹۔ اس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے
تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو

۲۰۔ ہر درد مند دل کو رونا مرا رلا دے
بیہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

۱۔ اے خدا میں دُنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں جب دل ہی بجھ جائے تو انجمن میں بیٹھنے میں کیا مزا آسکتا ہے۔

۲۔ میں شور و غل سے تو دور بھاگتا ہوں میرا دل تو ایسی خاموشی کو تلاش کرتا ہے جس پر گفتگو بھی قربان ہو۔

۳۔ میں خاموشی پر جان دیتا ہوں اور میری خواہش تو یہ ہے کہ پہاڑ کے دامن میں میرا ایک چھوٹا سا جھونپڑا ہو۔

۴۔ وہاں میں غموں سے آزاد ہو کر تنہائی میں دن گزاروں اور دنیا کے ہر اک غم کا کانٹا میری روح سے نکل چکا ہے۔

۵۔ چڑیاں چہچہائیں تو مجھے گانے کا سا مزا ملے اور پہاڑی چشموں کا شور میرے لئے بجتے ہوئے باجے کا کام دے۔

۶۔ پھول کی کلی چٹکا کر مجھے محبوب کا پیغام دے اور پھول کا چھوٹا سا پیالہ میرے لئے بادام جیسا کا دام دے۔

۷۔ اس جھونپڑے میں میرے لئے ہاتھ کا سرہانا ہو اور سبزے کا بستر ہو اور اس کی تنہائی میں وہ کیفیت ہو جس کے سامنے ہر محفل ہیچ معلوم ہو۔

۸۔ بلبل میری صورت سے اتنی مانوس ہو جائے کہ اس کے ننھے سے دل میں میری طرف سے کوئی ڈر نہ رہے۔

۹۔ اور جھونپڑے کے سامنے دونوں طرف ہرے ہرے پیڑوں کی قطار ہو اور بیچ میں ایک ندی بہہ رہی ہو جس کے پانی میں پیڑوں کا عکس اس طرح دکھائی دے جیسے ندی کا پانی پیڑوں کی تصویر کھینچ رہا ہے۔

۱۰۔ پہاڑ کا نظارہ ایسا پیارا ہو کہ ندی کا پانی بھی اسے دیکھنے کے لئے لہر بن بن کر اٹھے۔

۱۱۔ اور پامال ہونے کے خوف سے بے نیاز ہو کر سبزہ زمین کی گود

میں سویا ہوا ہو اور چشموں کا پانی جھاڑیوں میں پھرتا ہوا جگ مگ جگ مگ کر رہا ہو۔

۱۲۔ اور پھولوں کی ٹہنی جھک جھک کر ندی کے پانی کو اس طرح چھو رہی ہو جیسے کوئی حسین آئینہ دیکھ رہا ہو۔

۱۳۔ سورج شام کی دلہن کو جب مہندی لگائے تو ہر پھول کا دامن سُرخی مائل سنہرا ہو جائے۔

۱۴۔ رات کے وقت مسافر جب چلتے چلتے تھک کر چور ہو جائیں تو میرا ٹوٹا ہوا دل ان کے دلوں امید اور آرام کی جوت جلا دے۔

۱۵۔ اور جب آسمان پر ہر طرف بادل چھائے ہوئے ہوں تو ان مسافروں کو بجلی چمک کر میرے جھونپڑے کا رستہ دکھا دے۔

۱۶۔ رات کے پچھلے پہر کوئل صبح کی موذن بن کر بولے تو میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ مل کر گائے۔

۱۷۔ مندر اور مسجد کے ناقوس اور اذانوں کی آواز کا احسان میرے کانوں پر نہ ہو بلکہ میرے جھونپڑے کا سوراخ ہی مجھے صبح ہونے کی اطلاع دے۔

۱۸۔ صبح کے وقت جب شبنم پھولوں کو وضو کرانے کے لئے آئے تو میں رونا شروع کر دوں اور میرا رونا ہی میرا وضو ہو اور میرا نالہ میری دُعا بن جائے۔

۱۹۔ اور میرے یہ نالے اس خاموشی میں اتنے اونچے جائیں کہ ستاروں کے قافلے کے لئے گھنٹی کی آواز بن جائیں۔

۲۰۔ میرا رونا ہر دردمندوں کو رُلا دے اور جو بے ہوش پڑے ہو گئے ہیں کیا خبر انھیں جگا دے۔

آفتابِ صبح

۱۔ شورشِ میخانۂ انساں سے بالاتر ہے تو
زینتِ بزمِ فلک ہو جس سے وہ ساغر ہے تو

۲۔ ہو درِ گوشِ عروسِ صبح وہ گوہر ہے تو
جس پہ سیمائے اُفق نازاں ہو وہ زیور ہے تو

۳۔ صفحۂ ایام سے داغِ مذلت مٹ
آسماں سے نقشِ باطل کی طرح کوکب مٹا

۴۔ حُسن تیرا جب ہوا بامِ فلک سے جلوہ گر
آنکھ سے اڑتا ہے یکدم خواب کی بے کاریوں

۵۔ نور سے معمور ہو جاتا ہے دامانِ نظر
کھولتی ہے چشمِ ظاہر کو ضیا تیری مگر

۶۔ ڈھونڈھتی ہیں جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہیے
چشمِ باطن جس سے کھل جائے وہ جلوا چاہیے

۷۔ شوقِ آزادی کے دنیا میں نہ نکلے حوصلے
زندگی بھر قیدِ زنجیرِ تعلق میں رہے

۸۔ زیر و بالا ایک ہیں تیری نگاہوں کے لیے
آرزو ہے کچھ اسی چشمِ تماشا کی مجھے

۹۔ آنکھ میری اور کے غم میں سرشک آباد ہو
امتیازِ ملت و آئیں سے دل آزاد ہو

۱۰۔ بستۂ رنگِ خصوصیت نہ ہو میری زباں
نوعِ انساں قوم ہو میری وطن میرا جہاں

۱۱۔ دیدۂ باطن پہ رازِ نظامِ قدرت ہو عیاں
ہو شناسائے ملک شمعِ تخیل کا دھواں

۱۲۔ عقدۂ اضداد کی کاوش نہ تڑپائے مجھے
حسنِ عشق انگیز ہر شے میں نظر آئے مجھے

۱۳۔ صدمہ آجائے ہوا سے گل کی پتی کو اگر
اشک بن کر میری آنکھوں سے ٹپک جائے اثر

۱۴۔ دل میں ہو سوزِ محبت کا وہ چھوٹا سا شرر
نور سے جس کے ملے رازِ حقیقت کی خبر

۱۵۔ شاہدِ قدرت کا آئینہ ہو دل میرا نہ ہو
سر میں جز ہمدردیٔ انساں کوئی سودا نہ ہو

تو اگر زحمت کشِ ہنگامۂ عالم نہیں — یہ فضیلت کا تشاں اے مہرِ اعظم نہیں
مایۂ حسنِ عالمِ آرا سے جو تو محرم نہیں — ہمسرِ یک ذرۂ خاکِ درِ آدم نہیں

نورِ مسجودِ ملک گرمِ تماشا ہی رہا
اور تو منت پذیرِ صبحِ فردا ہی رہا

آرزو نورِ حقیقت کی ہمارے دل میں ہے — لیلیٰ ذوقِ طلب کا گھر اسی محمل میں ہے
کس قدر لذت کشودِ عقدۂ مشکل میں ہے — لطفِ صد حاصل ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے

دردِ استفہام سے واقف ترا ایلو نہیں
جستجوئے رازِ قدرت کا شناسا تو نہیں

۱۔ اے صبح کے سورج انسان کے شراب خانے میں جو شورِ غل ہے تو اس سے بے تعلق ہے تو تو وہ پیالہ ہے جس سے آسمان کی انجمن سجتی ہے۔

۲۔ تو تو وہ گوہر ہے جو صبح کی دلہن کے کان میں آویزے کا موتی بنکر چمکتا ہے اور تو وہ زیور ہے جس پر افق کی پیشانی کو فخر ہے۔

۳۔ تو طلوع ہوا تو زمانے کے صفحے سے رات کے اندھیرے کا داغ مٹ گیا اور آسمان پر چمکتے ہوئے تارے نقشِ باطل کی طرح محو ہو گئے۔

۴۔ جب تیری خوبصورتی نے آسمان کی چھت سے اپنا جلوہ دکھائی ہے تو آنکھ سے نیند کی شراب کا اثر ایک دم اڑ جاتا ہے۔

۵۔ نظر کا دامن روشنی سے بھر جاتا ہے۔ تیری روشنی ظاہر کی آنکھ کو بیشک کھول دیتی ہے لیکن۔

۶۔ میری آنکھیں جس قطرے کو ڈھونڈتی ہیں وہ تیرے بس میں نہیں۔ مجھے تو وہ جلوا چاہیئے جس سے باطن کی آنکھ کھل جائے۔

۷۔ آزادی کا شوق اس دنیا میں پورا نہ ہوا۔ اور ہم زندگی بھر تعلقات کی زنجیروں میں جکڑے رہے۔

۸۔ لیکن تیری نگاہوں کو اونچ نیچ کی کوئی تمیز نہیں۔ میں بھی ایسی ہی دیکھنے والی آنکھ کا آرزومند ہوں۔

۹۔ کاش میری آنکھ دوسروں کے غم میں آنسوؤں کا گھر بن جائے اور مذہب اور قانون کے امتیازات کی قید سے میرا دل آزاد ہو۔

۱۰۔ کاش میری زبان خاص گروہ بندیوں سے بندھی ہوئی نہ ہو۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تمام انسان میری قوم ہوں اور پوری دنیا کو میں اپنا وطن خیال کروں۔

۱۱۔ باطن کی آنکھ پر قدرت کے بھید کا انتظام ظاہر ہو اور میرے خیال کی شمع کا دھواں اتنا اونچا اڑ جائے کہ آسمان کی خبر لائے۔

۱۲۔ اس دنیا میں ایک دوسرے کے برعکس جو چیزیں نظر آرہی ہیں میں ان کی گتھی سلجھانے میں کیوں تڑپتا رہوں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہر چیز میں وہ حسن دکھائی دے جس سے دل میں عشق کی آگ روشن ہو۔

۱۳۔ اگر پھول کی پتی کو بھی صدمہ پہنچے تو مجھ پر ایسا اثر ہو کہ آنکھ سے آنسو بہنے لگیں۔

۱۴۔ میرے دل میں محبت کے سوز کی ایسی چھوٹی سی چنگاری پیدا ہو جائے جس کی روشنی میں حقیقت کا راز مجھ پر ظاہر ہو جائے۔

۱۵۔ میرا دل قدرت کے محبوب کا آئینہ بن جائے اور میرے سر میں انسانی ہمدردی کے سوا کوئی دوسرا سودا نہ ہو۔

۱۶۔ اے سورج! اگر تو دنیا کے ہنگاموں کی تکلیف نہیں اٹھا سکتا تو اے آسمان کے سب سے بڑے چمکنے والے ستارے یہ کوئی برتری کا نشان نہیں۔

۱۷۔ تجھے اگر پوری دنیا کو سجانے والے اپنے حسن سے آگاہی نہیں تو پھر تو انسان کے دروازے کی مٹی کے ایک ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔

۱۸۔ اس روشنی کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا یعنی انسان تو نظارے میں محو

اور تو ہر روز اپنے طلوع کے لئے آنے والی صبح کا محتاج ہے۔

۱۹۔ ہم انسانوں کے دلوں میں حقیقت کی روشنی کی آرزو ہے اور یہی محفلِ طلب کے شوق کی بجلی کا گھر ہے۔

۲۰۔ تو کیا جانے کہ مشکل گتھی کو سلجھانے میں کتنا مزا ہے اور ہماری یہ بظاہر بے نتیجہ کوشش بے پناہ خوشی حاصل کرنے کا موجب ہے۔

۲۱۔ تیرا پہلو اس تڑپ سے واقف نہیں جو حقیقت کو معلوم کرنے میں حاصل ہوتی ہے۔ تو تو قدرت کے بھید ڈھونڈنے سے ناآشنا ہے۔

دردِ عشق

۱۔ اے دردِ عشق ہے گہر آبدار تو — نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تو

۲۔ پنہاں تہِ نقاب تری جلوہ گاہ ہے — ظاہر پرست محفلِ نو کی نگاہ ہے

۳۔ آئی نئی ہوا چمن ہست و بود میں! — اے دردِ عشق اب نہیں لذت نمود میں

۴۔ ہاں خود نمائیوں کی تجھے جستجو نہ ہو! — منت پذیرِ نالۂ بلبل کا تو نہ ہو

۵۔ خالی شرابِ عشق سے لالے کا جام ہو — پانی کی بوند گر یہ شبنم کا نام ہو

۶۔ پنہاں درونِ سینہ کہیں ساز ہو ترا — اشکِ جگر گداز نہ غم ساز ہو ترا

۷۔ گویا زبانِ شاعرِ رنگیں بیاں نہ ہو — آوازِ نے میں شکوۂ فرقت نہاں نہ ہو

۸۔ یہ دور نکتہ چیں ہے کہیں چھپ کے بیٹھ رہ
جس دل میں تو مکیں ہے وہیں چھپ کے بیٹھ رہ

۹۔ غافل ہے تجھ سے حیرتِ علم آفریدہ دیکھ — جو یا نہیں تری نگہِ نارسیدہ دیکھ

۱۰۔ رہ اے دردِ جستجو میں خیالِ بلند کو — حیرت میں چھوڑ دیدۂ حکمت پسند کو

۱۱۔ جس کی بہار تو ہو یہ ایسا چمن نہیں — قابل تری نمود کے یہ انجمن نہیں

۱۲۔ یہ انجمن ہے کشتۂ نظارۂ مجاز — مسند تری نگاہ کا خلوت سرائے راز

۱۳۔ ہر دل ہے خیال کی مستی سے چور ہے — کچھ اور آجکل کے کلیموں کا طور ہے

۱۔ اے دردِ عشق تو ایک آبدار موتی ہے۔ تیری چمک دمک کا اندازہ
ہیگانوں کو نہیں ہو سکتا اس لیے تو ان کے سامنے آشکار نہ ہو۔
۲۔ تیرے جلوے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں اور نئے زمانے کی
نگاہ ظاہر پرست ہے۔ وہ پردے میں چھپے ہوئے حسن کا اندازہ نہیں کر سکتی۔
۳۔ زندگی کے باغ کی ہوا بدل گئی ہے۔ اب تو دکھاوے، کا دور دورہ
ہے۔ اور تو ہمیشہ دکھاوے سے دور رہا اس لیے اب اے دردِ عشق
ظاہر ہونے میں کوئی مزا نہیں۔
۴۔ تجھے خود نمائی سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔ بلبل کی فریاد تک کا
بھی احسان نہ اٹھا کیونکہ اس سے بھی تیرا اظہار ہوتا ہے۔
۵۔ عشق کی شراب سے لدے کا پیالہ خالی ہونے دے اور اپنی عدم
موجودگی سے شبنم کے آنسوؤں اور پانی کے قطروں میں کوئی فرق نہ رہنے دے۔
۶۔ تیرا بھید سینے کے اندر ہی چھپا رہنا چاہیئے۔ جگر کے کھلنے سے
جو آنسو پیدا ہوتے ہیں وہ بھی آنکھوں میں آنے چاہئیں۔
۷۔ رنگین بیاں شاعر کی زبان بھی بند ہو جانی چاہیئے۔ بنسری کی آواز
میں جدائی کا جو گلہ ہوتا ہے وہ بھی نہ ہونا چاہیئے۔
۸۔ یہ نکتہ چینی اور عیب جوئی کا زمانہ ہے اس لیے بہتر یہی ہے
کہ اے دردِ عشق تو کہیں چھپ کر بیٹھا رہ اور جس دل میں بھی تیرا مقام
ہے وہیں چھپا رہ۔
۹۔ اس زمانہ کے علوم نے جو حیرت پیدا کر رکھی ہے وہ تیری حقیقت
سے بے خبر ہے اور جو نگاہ حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی وہ تیری تلاش نہیں کر سکتی۔
۱۰۔ آج کل کے اونچے خیالات کو اس طرح اپنی تلاش میں مگن رہنے
دے اور اس زمانے کے فلسفے اور حکمت کی آنکھ کو بھی اسی طرح حیرانی
میں رہنے دے۔

۱۱۔ موجودہ دور کا باغ ایسا نہیں ہے جس کے لئے تو بہار بن سکے یہ دُنیا کی انجمن اس قابل کہاں ہے کہ تو اپنے آپ کو ظاہر کرے۔

۱۲۔ اس دنیا کی انجمن تو ظاہر کے نظاروں پر مٹی ہوئی ہے لیکن تیری منزلِ مقصود تو وہ خلوت گاہ ہے جہاں حقیقت کا راز چھپا ہوا ہے۔

۱۳۔ لیکن آجکل تو ہر دل خیالی خراب کے نشے میں چور ہے۔ آج کل کے نام نہاد کلیموں کا طور بھی وہ طور نہیں جہاں کلیم اللہ کو حقیقت کی روشنی نظر آئی تھی۔

گلِ پژمردہ

۱۔ کس زباں سے اے گلِ پژمردہ تجھکو گل کہوں
کس طرح تجھ کو تمنائے دلِ بلبل کہوں

۲۔ تھی کبھی موجِ صبا گہوارۂ جنباں ترا
نام تھا صحنِ گلستاں میں گلِ خنداں ترا

۳۔ تیرے احساں کا تسلیم صبح کو اقرار تھا
باغ تیرے دم سے گویا طبلۂ عطار تھا

۴۔ تجھ پہ برساتا ہے شبنم دیدۂ گریاں مرا
ہے نہاں تیری اداسی میں دلِ ویراں مرا

۵۔ میری بربادی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تو
خواب میری زندگی کا بھی جسکی ہے تعبیر تو

۶۔ ہمچو نے از نیستانِ خود حکایت می کنم
بشنو اے گل! از جدائیہا شکایت می کنم

۱۔ اے مرجھائے ہوئے پھول تجھے میں کس زبان سے پھول کہوں اور تجھے کسطرح بلبل کے دل کی آرزو سمجھوں۔

۲۔ کوئی وقت تھا جب ہوا کا ہر جھونکا تیرے لئے خوشی کا پیغام دیتی تھی اور باغ میں تجھے ہنسنے والے پھول کا نام دیا جاتا تھا۔

۳۔ صبح کو چلنے والی ہوا تیری خوشبو سے مہک اٹھتی تھی اور اسے تیرے اس احسان کا اقرار بھی تھا اور تیری وجہ سے اتنی خوشبو تھی کہ باغ عطر فروش کا صندوقچہ معلوم ہوتا تھا۔

۴۔ لیکن اب تو تیری حالت پر میری رونے والی آنکھ شبنم برساتی ہے اور تیری اور اسی میں مجھے اپنا اجڑا ہوا دل چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو میری بربادی کی ایک چھوٹی سی تصویر ہے۔ میری زندگی ایک خواب تھی اور تیری موجودہ حالت اس خواب کی تعبیر پیش کر رہی ہے۔

۶۔ میں نے بنسری کی طرح اپنے تنہستان کی کہانی سنائی ہوں۔ اے پھول سن میں بھی جدائی کا گلہ کرتا ہوں۔

سیّد کی لوحِ تربت

۱۔ اے کہ تیرا مُرغِ جاں تارِ نفس میں ہے اسیر
اے کہ تیری روح کا طائر قفس میں ہے اسیر

۲۔ اس چمن کے نغمہ سرا دیس کی آزادی دیکھ
شہر جو اُجڑا ہوا تھا اسکی آبادی تو دیکھ

۳۔ فکر رہتی ہے مجھے جسکی وہ محفل ہے یہی
صبر و استقلال کی کھیتی کا حاصل ہے یہی

۴۔ سنگِ تربت ہے مرا گرد یدۂ شقریہ دیکھ
چشمِ پاک بیں سے ذرا اس لوح کی تحریر دیکھ

۵۔ مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں
ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں

۶۔ دانہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں

۷۔ وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے

۸۔ محفلِ نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ

۹۔ تو اگر کوئی مدبر ہے تو سُن میری صدا
ہے ولیر دست ارباب سیاست کا عصا

۱۰۔ غرضِ مطلب سے خالی جا نہیں زیبا تجھے
نیک ہو نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

۱۱۔ بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے — قوتِ قرآں ترا کے سامنے بیباک ہے
۱۲۔ ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم — شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثالِ جامِ جم
۱۳۔ پاک رکھ اپنی زباں تلمیذِ رحمانی ہو تو — ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو
۱۴۔ سونے والوں کو جگا دے شعر کے اعجاز سے
خرمنِ باطل جلا دے شعلۂ آواز سے

۱۔ تیری یاد انسان کا پرندہ سانس کے دستے میں قید ہے اور تیری روح کا طائر پنجرے میں بند ہے یعنی تو بقیدِ حیات ہے۔

۲۔ اس باغ (علی گڑھ) میں بسنے والوں کی آزادی تو دیکھ جو شہر اجڑ گیا تھا دیکھ وہ از سرِ نو آباد ہو گیا ہے۔

۳۔ جس انجمن کی مجھے ہمیشہ فکر رہتی ہے وہ یہی علی گڑھ کا دارالعلوم ہے میرے صبر اور استقلال کی کھیتی کا پھل یہی مقام ہے۔

۴۔ دیکھ میری قبر کا پتھر بھی بولنے کی طرف مائل ہے۔ باطن کی آنکھ کھول اور پڑھ میری قبر کے پتھر کی تختی پر کیا لکھا ہوا ہے۔

۵۔ لکھا ہے کہ اگر دنیا میں میرا مقصد اپنی قوم کو دین کی تعلیم دینا ہے تو قوم کو دنیا کو چھوڑ دینے کی تعلیم نہ دینا۔

۶۔ فرقہ بندی کی تعلیم نہ دینا کیونکہ فرقہ بندی کے اندر قیامت کا ہنگامہ چھپا ہوا ہے۔

۷۔ تیری تحریر سے باہمی میل جول کے اسباب پیدا ہونے چاہئیں۔ اور تیری بات چیت سے کسی کا دل آزاری نہ ہونی چاہیئے۔

۸۔ نئے زمانے کی نئی محفل میں پرانے زمانے کے قصے نہ چھیڑ جو کہانیاں بے وقت کی راگنی ہیں انھیں نہ دہرا۔

۹۔ اگر تو کوئی سیاست داں ہے تو میری یہ بات سن کہ دلیری

ہی سیاستدانوں کے ہاتھ کا عصا ہے۔

۱۰۔ حق بات کہنے سے تجھے جھجکنا نہیں چاہیئے۔ جب تیری نیت نیک ہے تو تجھے کسی کی پروا کیوں ہو۔

۱۱۔ ایماندار آدمی کا دل بے خوف ہوتا ہے۔ وہ حاکم کی طاقت کے سامنے بھی نڈر ہوتا ہے۔

۱۲۔ اور اگر تیرے ہاتھ میں جادو نگار قلم ہے اور تیرے دل کا شیشہ جمشید کے پیالے کی طرح ہے۔

۱۳۔ اپنی زبان کو پاک رکھ کیونکہ تو نے خدائے پاک سے فیض حاصل کیا ہے۔ اگر زبان پاک نہ ہوگی تو تیری آواز کی قوت مٹی میں مل جائیگی۔

۱۴۔ تو سونے والوں کو اپنے شعر کے جادو سے جگا دے اور اپنی آواز کے شعلے سے جھوٹ کا کھلیان پھونک دے

ماہِ نو

۱۔ ڈوب کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقاب نیل — ایک ٹکڑا تیرتا پھرتا ہے روئے آب نیل

۲۔ طشتِ گردوں میں بھرا ہے شفق کا خونِ ناب — نشترِ قدرت نے کیا کھولی ہے فصدِ آفتاب

۳۔ چرخ نے بالی چرائی ہے عروسِ شام کی
نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیمِ خام کی

۴۔ قافلہ تیرا رواں بے منت بانگِ درا — گوشِ انساں سن نہیں سکتا تری آواز کیا

۵۔ گھٹنے بڑھنے کا سماں آنکھوں کو دکھلاتا ہے تو — ہے وطن تیرا کدھر کس دیس کو جاتا ہے تو

۶۔ نور کا طالب ہوں گھبراتا ہوں تاریکی میں میں
طفلکِ بیتاب ہوں مکتبِ ہستی میں میں

۱۔ سورج کی کشتی ڈوب کر نیل کے دریا میں ڈوب گئی۔ نیل کے پانی کی سطح

یہ ایک ٹمٹماتا ہوا تارہ ہے جو تیرتا پھر رہا ہے۔

۲۔ آسمان کے تھال میں شفق کا خالص لہو ٹپک رہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے قدرت کے نشتر نے سورج کی فصد کھول دی ہے۔

۳۔ یا آسمان نے شام کی دلہن کے کان کی بالی چرائی ہے یا نیل کے پانی میں چاند کی مچھلی تیرتی پھر رہی ہے۔

۴۔ تیرا قافلہ چلا جا رہا ہے وہ گھنٹے کی آواز کا بھی تو جواب نہیں اور انسانی کان تیرے پاؤں کی آواز نہیں سن سکتے۔

۵۔ کبھی گھٹ کر اور کبھی بڑھ کر تو ہماری آنکھوں کو گھٹنے بڑھنے کا نظارہ دکھاتا ہے۔ نہ جانے تیرا وطن کہاں ہے اور تو کدھر کو جا رہا ہے۔

۶۔ میں روشنی کا طلب گار ہوں اس لئے اس دنیا کی اندھیری بستی سے گھبرا رہا ہوں۔ میں بھی ایک ایسا بچہ ہوں جو زندگی کے مدرسے میں ہر وقت بھاگ جانے کی سوچ رہا ہے۔

انسان اور بزم قدرت

۱۔ صبح خورشید درخشاں کو جو دیکھا میں نے
بزم محمود ہستی سے یہ پوچھا میں نے

۲۔ پرتو مہر کے دم سے ہے اجالا تیرا
سیم سیال ہے پانی ترے دریاؤں کا

۳۔ مہر نے نور کا زیور تجھے پہنایا ہے
تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے

۴۔ گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں
یہ سبھی سوہنا شمس کی تفسیریں ہیں

۵۔ سرخ پوشاک ہے پھولوں کی ترے خیمے کی ہری
تیری محفل میں کوئی سبز کوئی لالہ پری

۶۔ ہے ترے خیمۂ گردوں کی طنابیں جھالر
بدلیاں لال سے آتی ہیں افق پر جو نظر

۷۔ کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی
مے گل رنگ خم شام میں تو نے ڈالی

۸۔ رتبہ تیرا ہے بڑا شان بڑی ہے تیری
پردۂ نور میں مستور ہے ہر شے تیری

۹۔ ہے اک گیت سراپا نے تری سطوت کا
تیرے خورشید نشاں تک بھی نہیں ظلمت کا

۱۱۔ میں بھی آیا ہوں اس نور کی بستی میں مگر جل گیا پھر مری تقدیر کا اختر کیونکر
تو سے دور ہوں ظلمت میں گرفتار ہوں میں
کیوں سیہ روز سیہ بخت سیہ کار ہوں میں

۱۳۔ میں یہ کہتا تھا کہ آواز کہیں سے آئی بام گردوں سے دیا صحن زمیں سے آئی
۱۴۔ ہے ترے نور سے وابستہ مری بود و نبود باغباں ہے تری ہستی ہے گلزار وجود
۱۵۔ انجمن حسن کی ہے تو تری تصویر ہوئیں عشق کا تو ہے صحیفہ تری تفسیر ہوئیں
۱۶۔ میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تو نے بار مجھ سے جو نہ اٹھا وہ اٹھایا تو نے
۱۷۔ نورِ خورشید کی محتاج ہے ہستی میری اور بے منتِ خورشید چمکتا ہے تیری
۱۸۔ ہو نہ خورشید تو ویراں ہو گلستاں میرا منزلِ عیش کی جا نام ہو زنداں میرا
۱۹۔ آہ اے رازِ عیاں کے نہ سمجھنے والے طلقۂ دامِ تمنا میں الجھنے والے
۲۰۔ ہائے غفلت کہ تری آنکھ ہے پابندِ مجاز نازِ بینا تھا مجھے تو ہے مگر کورِ مجاز

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے

۱۔ صبح کے وقت چمکتے ہوئے سورج کو دیکھ کر میں نے دنیا کی محفل سے پوچھا۔
۲۔ سورج کی روشنی کی وجہ سے تیرا اُجالا ہے اور اس کے باعث تیرے دریاؤں کا پانی بہتی ہوئی چاندی معلوم ہوتا ہے۔
۳۔ سورج نے تجھے روشنی کا زیور پہنایا ہے۔ اور اسی سورج کی شمع نے تیری محفل کو چمکایا ہے۔
۴۔ یہ تیرے پھول اور باغ جنت کی تصویروں کی طرح ہیں۔ سورج ہی کی دین ہیں اس لئے اگر انھیں قرآن کی وہ سورت جو الشمس سے شروع ہوتی ہے اس کی تفسیر کہا جائے تو بجا ہوگا۔
۵۔ پھولوں نے سرخ اور درختوں نے سبز رنگ کا لباس پہن رکھا ہے

ان سے ایسا نظر آتا ہے کہ تیری انجمن میں کوئی لال پری ہے اور کوئی سبز پری۔

۶۔ اور افق پر جو لال لال سی بدلیاں دکھائی دیتی ہیں وہ گویا آسمان کے خیمے کی سبز جھالر ہے۔

۷۔ شفق کی لالی آنکھوں کو ایسی پیاری معلوم ہوتی ہے جیسے شام کے مٹکے میں گلابی شراب ڈال دی گئی ہو۔

۸۔ تیرا رتبہ بہت بلند اور تیری شان بڑی اونچی ہے اور تیری ہر چیز روشنی کے پردے میں لپٹی ہوئی ہے۔

۹۔ صبح تیری شان و شوکت کا ایک گیت ہے۔ سورج نکلتا ہے تو اندھیرے کا نشان تک نہیں رہتا۔

۱۰۔ میں بھی روشنی کی اس بستی میں رہتا ہوں لیکن میری قسمت کا ستارہ کیسے سیاہ ہو گیا۔

۱۱۔ میں روشنی سے دور ہوں اور اندھیرے میں قید ہوں آخر میرے دن اندھیرے میں کیوں گزر رہے ہیں اور میری قسمت اور میرے کاروبار پر اندھیرا کیوں چھایا ہوا ہے۔

۱۲۔ میں نے جب یہ کہا تو نہ جانے آسمان کی چھت سے یا زمین کے صحن سے یہ آواز آئی۔

۱۳۔ تیری ہی روشنی پر تو میرا ہونا یا نہ ہونا موقوف ہے اس دنیا کے باغ کی باغبانی کا فرض تو ہی سرانجام دے رہا ہے۔

۱۴۔ تو تو حسن کی محفل ہے اور میں تو محض تیری تصویر ہوں۔ تو تو عشق کی کتاب ہے اور میں تو اسے محض کھول کر بیان کرنے والی ہوں۔

۱۵۔ میرے بگڑے ہوئے کام تو نے سنوارے اور امانت کا جو بوجھ مجھ سے نہ اٹھ سکا وہ تو نے اٹھا لیا۔

۱۶۔ میری زندگی تو سورج کی روشنی کی محتاج ہے لیکن تیری چمک

کو سورج کا احسان اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں۔

۱۷۔ اگر سورج نہ ہو تو میرا باغ اجڑ جائے اور مجھے عیش و عشرت کے بجائے قید خانے کا کام دیا جائے۔

۱۸۔ اے کھلے ہوئے بھید کو نہ سمجھنے والے اور اے خواہشوں کے جال میں پھنسے ہوئے انسان۔

۱۹۔ وائے افسوس کہ غفلت کی وجہ سے تیری آنکھ بیکار کے چکر میں الجھ کر رہ گئی ہے اور حقیقت کو تو نہ دیکھ سکا تجھے تو اپنے آپ پر فخر ہونا چاہیئے تھا لیکن تو سب کے آگے جھکا پھرتا ہے۔

۲۰۔ اگر تو اپنی حقیقت سے آشنا ہو جائے تو پھر نہ تیرے دن سیاہ رہیں اور نہ تیرے کاروبار اور تیری قسمت میں سیاہی ہو۔

پیامِ صبح

(ماخوذ از لانگ فیلو)

۱۔ اُجالا جب ہوا رخصت حبینِ شب کی افشاں کا
نسیمِ زندگی پیغام لائی صبح خنداں کا

۲۔ جگایا بلبلِ رنگیں نوا کو آشیانے میں
کنارے کھیت کے شاداں ہلایا سر نے دہقاں کا

۳۔ طلسمِ ظلمتِ شب سحرۂ دانائے نور سی توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زر شمعِ شبستاں کا

۴۔ پڑھا فوجِ مجاہد گانِ دیں پر افسونِ بیداری
برہمن کو دیا پیغام خورشیدِ درخشاں کا

۵۔ ہوئی بامِ حرم پہ آ کے یوں گویا مؤذن سے
نہیں گھٹتا ترے دل میں نمودِ مہرِ تاباں کا

۶۔ پکاری اس طرح دیوارِ گلشن پر کھڑی ہو کر
چٹک اے غنچۂ گل! تو مؤذن ہے گلستاں کا

۷۔ دیا یہ حکم صحرا میں چلو اے قافلے والو!
چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیاباں کا

۸۔ سنے گو غریباں جب گئی مؤذن کی لے سن کے
تو یوں بولی نظارہ دیکھ کر شہرِ خموشاں کا

۹۔ ابھی آرام سے لیٹے رہیں پھر بھی آ ہی جائیں گے
سلا دوں گی جہاں کو خواب سے ہم کو جگانے کو

۱۔ جب رات کے ہاتھ سے افشاں کی روشنی غائب ہو گئی یعنی ستارے غروب ہو گئے تو زندگی کی نسیم ہنستی ہوئی صبح کا پیغام لائی۔

۲۔ اور اس نسیم نے گھونسلے میں رنگین گیت گانے والی بلبل کو اور کھیت کے کنارے سوئے ہوئے کسان کو جگا دیا۔

۳۔ صبح ہوئی تو رات کے اندھیرے کا جادو ٹوٹ گیا اور شبستان میں جو شمعیں جگمگا رہی تھیں ان کے سنہری تاج اڑا دیے گئے۔

۴۔ اس نسیم نے مندر میں سوئے ہوئے لوگوں پر جاگنے کا منتر پڑھا اور برہمن نے چمکتے ہوئے سورج کے نکلنے کا پیغام دیا۔

۵۔ اور یہی نسیم کلیسا کی چھت پر اذان دینے والے سے یہ کہنے لگی کہ سورج کے طلوع ہونے میں تجھے کیا کوئی فکر نہیں۔

۶۔ اور باغ کی دیوار پر کھڑے ہو کر اس طرح پکاری کہ اے پھول کی کلی چٹک کیونکہ تو باغ کی موذن ہے اور تیرا چٹکنا ہی آذان کی آواز ہے۔

۷۔ اور جنگل میں آرام کرنے والے قافلے والوں کو یہ حکم دیا کہ اٹھو اور اپنے سفر کو شروع کرو کیونکہ صبح ہونے والی ہے اور جنگل کا ذرہ ذرہ جگنو بن کر چمکنے والا ہے۔

۸۔ اور جب زندہ لوگوں کی بستی سے قبرستان کی طرف گئی تو قبرستان کا نظارہ دیکھ کر یہ کہنے لگی۔

۹۔ تم لوگ فی الحال آرام سے سوئے رہو میں پھر بھی آؤں گی۔ اور قیامت کے دن جب یہ دنیا باقی نہ رہے گی تمھیں جگاؤں گی۔

عشق اور موت

(ماخوذ از ٹینیسن)

شہانی تمنائے جہاں کی گھڑی تھی ، تبسم فشاں زندگی کی کلی تھی !

۲۔ کہیں سر پر کو تاجِ زر مل رہا تھا
۳۔ سیہ پیرہن شام کو دے رہے تھے
۴۔ کہیں شاخِ ہستی کو گل کر رہے تھے
۵۔ فرشتے سلگاتے تھے شبنم کو لو تھا
۶۔ کھلی در دہوتا تھا شاعر کے دل کو
۷۔ اٹھی اوّل اوّل گھٹا کالی کالی
۸۔ زمیں کو تھا دعویٰ کہ میں سا ماں ہوں
۹۔ غرض اس قدر نظارہ تھا پیارا
۱۰۔ ملک آزماتے تھے پروانہ اپنا
۱۱۔ فرشتہ تھا اک عشق تھا نام جس کا
۱۲۔ فرشتہ کہ پتلا تھا تابوں کا
۱۳۔ یہ سیر فردوس کو جا رہا تھا
۱۴۔ یہ پوچھا ترا نام کیا ؟ کام کیا ہے
۱۵۔ ہوا سن کے گویا قضا کا فرشتہ
۱۶۔ اڑاتی ہوں میں رختِ ہستی کے پرزے
۱۷۔ تری آنکھ میں جادوئے نیستی ہے
۱۸۔ مگر ایک ہستی ہے دنیا میں ایسی
۱۹۔ شرر بن کے رہتی ہے انساں دلیں
۲۰۔ ٹپکتی ہے آنکھوں سے بن کے آنسو
۲۱۔ سنی عشق نے گفتگو جب قضا کی
۲۲۔ گری اس تبسم کی بجلی اجل پر

وہ چاند کو چاندنی ہو رہی تھی
ستاروں کو تعلیم تابندگی تھی
کہیں زندگی کی کلی چھوٹتی تھی
کہیں گل کو پہلے پہل آ رہی تھی
خودی کا تشنہ کام مے بے خودی تھی
کوئی بیخودی کو کھولے کھڑی تھی
سماں کہہ رہا تھا کہ میں لامکاں ہوں
کہ تنہائی ہوں سر اپا تحیر را
حیرتوں سے تو بود اوّل آشکارا
کہ تھی رہبری اس کی سب کا سہارا
ملک کا ملک اور پارے کا پارا
قضا سے ملا راہ پیارا وہ قضارا
نہیں آنکھ کو دید تیری گوارا
اجل ہوں مرا کام ہے آشکارا
بجھاتی ہوں میں زندگی کا شرارا
پیام فنا ہے اسی کا اشارا
وہ آتش ہے سامنے اس کے پارا
وہ ہے نور مطلق کی آنکھوں کا تارا
وہ آنسو کہ ہو جن کی تلخی گوارا !
ہستی اس کے لب پر ہوئی آشکارا
اندھیرے کا ہو نور میں کیا گزارا

۲۳۔ بقا کو جو سمجھا فنا ہو گئی وہ
قضا تھی شکارِ قضا ہو گئی وہ

۱۔ دُنیا کی پیدائش کا سہانا سماں تھا۔ زندگی کی کلی چٹک رہی تھی،
۲۔ سورج کو سونے کا تاج اور چاند کو چاندی مل رہی تھی۔
۳۔ شام سیاہ لباس دیبا جا رہا تھا۔ اور ستاروں کو چمکنے کی تربیت دی جا رہی تھی۔
۴۔ زندگی کی ٹہنی ہری بھری ہو رہی تھی اور اس سے کلیاں پھوٹ رہی تھیں۔
۵۔ فرشتے شبنم کو رونا سکھا رہے تھے اور پھول کو پہلے پہل کھلنا آ رہا تھا۔
۶۔ شاعر کے دل کو درد بخشا جا رہا تھا تاکہ وہ ذات کو بھول کر دوسروں کی بہتری میں اپنے آپ کو گم کر سکے۔
۷۔ کالا گھٹا جب پہلے پہل اٹھی تو ایسے لگی تھی جیسے کوئی حور اپنے بال کھولے کھڑی ہے۔
۸۔ اس وقت کائنات منظم نہیں ہوئی تھی اور مکاں لامکاں میں کوئی امتیاز قائم نہیں ہوا تھا
۹۔ غرض یہ نظارا ایسا پیارا تھا کہ دیکھنے والا خود سر سے پاؤں تک نظارہ بن جائے۔
۱۰۔ فرشتے اپنے اڑنے کی طاقت کو آزما رہے تھے اور ان کے ہاتھوں سے مقدس روشنی ظاہر ہو رہی تھی۔
۱۱۔ ایک فرشتہ جس کا نام عشق تھا اس کی رہنمائی کا سب کو آسرا تھا۔
۱۲۔ وہ فرشتہ کیا تھا بے چینیوں کا پتلا تھا۔ فرشتے کا فرشتہ دردِ پارسے کا پارا تھا۔
۱۳۔ وہ جنت کو سیر کرنے کے لئے جا رہا تھا کہ اتفاقاً راستے میں موت اسے ملی۔
۱۴۔ عشق کے فرشتے نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ تیری صورت تو بہت خوفناک ہے۔ تیرا کیا نام ہے اور تو کیا کام کرتی ہے۔
۱۵۔ موت یہ سن کر کہنے لگی کہ میرا نام موت ہے اور میرا کام سب پر ظاہر ہے۔

۱۶۔ میں زندگی کے لباس کے پرزے اڑاتی ہوں، اور زندگی کی چیکاری کو بجھاتی ہوں۔
۱۷۔ میری آنکھ میں فنا کا جادو ہے اس کا ایک اشارہ ہی سب کے لئے موت کا پیغام ہے۔
۱۸۔ لیکن دنیا میں ایک ایسی بھی ہستی ہے کہ وہ اگر آگ ہے تو میں پارہ ہوں جیسے پانہ آگ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا میں بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔
۱۹۔ وہ ہستی چیکاری بن کر انسان کے دل میں رہتی ہے اور وہ ہستی خدا کی آنکھ کا تارا ہے۔
۲۰۔ وہ اگرچہ آنکھوں سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے لیکن ان آنسوؤں کی تلخی بھی خوش گوار معلوم ہوتی ہے۔
۲۱۔ عشق نے جب موت کی یہ بات سنی تو اس کے لب پر مسکراہٹ ظاہر ہوئی۔
۲۲۔ اور یہ مسکراہٹ بجلی بن کر موت پر گری۔ روشنی میں بھلا اندھیرا کیا ٹھہرتا۔
۲۳۔ اگرچہ وہ خود موت تھی لیکن حقیقی زندگی کو دیکھ کر موت کا شکار ہوگئی۔

زہد اور رندی

۱۔ اک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی
۲۔ شہرہ تھا بہت آپ کی صوفی منشی کا
۳۔ کہتے تھے کہ پنہاں ہے تصوف میں شریعت
۴۔ لبریز مئے زہد سے تھی دل کی صراحی
۵۔ کرتے تھے بیاں آپ کرامات کو اپنی
۶۔ مدت سے رہا کرتے تھے ہمسایہ میں میرے
۷۔ حضرت نے مرے ایک شناسا سے یہ اچھا
۸۔ پابندیٔ احکام شریعت میں ہو کیسا
۹۔ سنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتے

تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھاتے
کرتے تھے ادب آن کا اعدا تئی داد تئی
جس طرح کہ الفاظ میں مضمر ہوں معانی
تھی تہ میں کہیں گرد خیال ہمہ دانی
منظور تھی تعداد مریدوں کی بڑھانی
تھی رند سے زاہد کی ملاقات پرانی
اقبال کا ہے قمری شمشاد معانی!
کو شعر میں ہے نکتہ کلیم ہمدانی
ہے ایسا عقیدہ اثر فلسفہ دانی

۱۔ ہے اس کی طبیعت میں تشیع بھی ذرا سا
۲۔ سمجھا ہے کہ ہے راگ عبادات میں داخل
۳۔ کچھ عار اسے حسن فروشوں سے نہیں ہے
۴۔ گانا ہی جو شب کو تو سحر کو ہے تلاوت
۵۔ لیکن یہ سنا اپنے مریدوں سے ہے میں نے
۶۔ مجموعۂ اضداد ہے اقبال نہیں ہے
۷۔ رندی سے بھی آگاہ شریعت سے بھی واقف
۸۔ اس شخص کی تو ہم پہ حقیقت نہیں کھلتی
۹۔ القصہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے
۱۰۔ اس شہر میں جو بات ہوا جاتی ہے سب میں
۱۱۔ کل کی ہے جو سرراہ ملے حضرت زاہد
۱۲۔ فرمانے شکایت وہ محبت کے سبب تھی
۱۳۔ میں نے یہ کہا کوئی گلہ مجھ کو نہیں ہے
۱۴۔ خم ہے سر تسلیم مرا آپ کے آگے
۱۵۔ گر آپ کو معلوم نہیں میری حقیقت
۱۶۔ میں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا
۱۷۔ مجھ کو بھی تمنا ہے کہ اقبال کو دیکھوں
۱۸۔ اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

تفصیل علی ہم نے سنی اس کی زبانی
مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اڑانی
عادت یہ ہمارے شعرا کی ہے پرانی
اس رمز کے اب تک کھلے ہم پہ معانی
بیداغ ہے مانند سحر اس کی جوانی
دل دفتر حکمت ہے طبیعت خفقانی
پوچھو جو تصوف کی تو منصور کا ثانی
ہوگا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی
تادیر رہی آپ کی یہ نغمہ بیانی
میں نے بھی سنی اپنے احباب کی زبانی
پھر چھڑ گئی باتوں میں وہی بات پرانی
تھا فرض مرا راہ شریعت کو دکھانی
یہ آپ کا حق تھا زرہِ قرب مکانی
پیری کا ہے نو عمری کے سبب میری جوانی
پیدا نہیں کچھ اس سے قصور بہ جوانی
گہرا ہے مرے بحر خیالات کا پانی
کی اس کی جدائی میں بہت اشک فشانی

۱۔ ایک مولوی صاحب کی کہانی سنتا ہوں ابھی اس سے مجھے اپنی شاعرانہ طبیعت کی جولانی کو دکھانا مقصود نہیں۔

۲۔ ان مولوی صاحب کی پارسائی کی بہت شہرت تھی اور بڑے چھوٹے سب ان کی عزت کرتے تھے۔

۳۔ اُن کا کہنا تھا کہ شریعت تصوف میں لفظوں میں معانی کی طرح چھپی ہوئی ہے

۴۔ ان کے دل کی صراحی اگرچہ زہد اور تقویٰ کی شراب سے بھری ہوئی تھی لیکن اس صراحی کی تہ میں کہیں سب کچھ جانتے کی غرور کی تلچھٹ بھی موجود تھی۔

۵۔ اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لئے وہ اپنی کرامتوں کا ذکر بھی کیا کرتے تھے۔

۶۔ چونکہ وہ میرے پڑوس میں رہتے تھے اس لئے مجھ شرابی سے اس پرہیزگار کی پرانی ملاقات تھی۔

۷۔ آں حضرت نے ایک دن میرے ایک واقف کار سے پوچھا کہ اقبال جو مسنی کے شمشاد کی قمری ہے یعنی بڑے اونچے مرتبے کا شاعر ہے۔

۸۔ اس کی شاعری تو بے شک کلیم ہمدانی جیسے شاعر کے لئے بھی رشک کا باعث ہے لیکن شریعت کے احکام کی پابندی کے سلسلے میں کیسا ہے۔

۹۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہندو کو کافر ہی نہیں سمجھتا۔ اس کا یہ عقیدہ فلسفہ جاننے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ اس کے مزاج میں ذرا سا شیعہ پن بھی ہے اور سُنا ہے وہ حضرت علی حضرت صدیق اکبر پر فضیلت دیتا ہے۔

۱۱۔ وہ راگ کو بھی عبادت الٰہی کا حصہ سمجھتا ہے۔ شاید اسے مذہب کی ہنسی اڑانا مقصود ہے۔

۱۲۔ اسے بازاری عورتوں سے ملتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی۔ ہمارے شاعروں کی یہ پرانی عادت ہے۔

۱۳۔ رات کو وہ گانا سُنتا ہے تو صبح کو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کا یہ نکتہ ہماری سمجھ میں تو آتا نہیں۔

۱۴۔ لیکن اس کے متعلق مجھے میرے مریدوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کی جوانی

مسیح کے دامن کی طرح بے داغ ہے۔

۱۵۔ یہ اقبال بھی عجیب و غریب عادتوں کا مجموعہ ہے۔ ایک عادت دوسری عادت کی ضد ہے۔ اس کا دل تو حکمت اور دانائی کا دفتر ہے لیکن اس کی طبیعت سودائیوں جیسی ہے۔

۱۶۔ وہ رند بھی ہے اور شریعت کا پابند بھی اور تصوف کا ذکر چھیڑ جائے تو اپنے وقت کا منصور معلوم ہوتا ہے۔

۱۷۔ اس شخص کی حقیقت کچھ سمجھ میں نہیں آرہی۔ کہیں یہ کسی دوسرے مذہب اسلام کی بنیاد تو نہیں ڈال رہا۔

۱۸۔ غرض مولوی صاحب نے بڑا لمبا چوڑا وعظ دیا اور دیر تک آپ کی خوش بیانی کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۹۔ میں جس شہر میں رہتا ہوں وہاں جو بھی بات ہو ہر جگہ پھیل جاتی ہے چنانچہ میں نے بھی اپنے دوستوں کی زبانی یہ قصہ سنا۔

۲۰۔ ایک روز یہی مولوی صاحب مجھے راستے میں مل گئے، اور باقی ہی باتوں میں اس پرانی بات کا ذکر بھی چھیڑ دیا۔

۲۱۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ آپ سے محبت کی وجہ سے مجھے یہ شکایت پیدا ہوئی تھی اور یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو شریعت کا راستہ دکھاتا۔

۲۲۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں، ایک پڑوسی ہونے کے ناتے مجھے نصیحت کرنا آپ کا حق تھا۔

۲۳۔ لیکن اگر آپ پر میری حقیقت نہیں کھلی تو اس میں آپ کے بس کچھ جاننے کی کوئی خطا نہیں۔

۲۴۔ میں خود بھی اپنی حقیقت سے واقف نہیں ہوں۔ میرے خیالات کے سمندر کا پانی بہت گہرا ہے اور مجھے بھی تہ کی خبر نہیں ہے۔

۲۵۔ خدا کی قسم یہ دل لگی نہیں بلکہ سچی بات ہے کہ اقبال بھی اقبال کو نہیں جانتا۔

شاعر

۱۔ قوم گویا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم
منزلِ صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم

۲۔ محفلِ نظمِ حکومت چہرۂ زیبائے قوم
شاعرِ رنگیں نوا ہے دیدۂ بینائے قوم

۳۔ بستۂ درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

۱۔ قوم ایک جسم ہے اور قوم کے لوگ اس جسم کے جوڑ بند ہیں۔ افراد ہی سے قوم کی تشکیل ہوتی ہے اور جو لوگ صنعت کار ہیں وہ قوم کے ہاتھ پاؤں ہیں۔

۲۔ اور جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت کا نظم و نسق ہے وہ قوم کا خوبصورت چہرہ ہیں اور رنگین بیانات سو قوم کی روشن آنکھ ہے۔

۳۔ جسم کے کسی عضو کو بھی تکلیف پہنچے تو آنکھ روتی ہے۔ آنکھ پورے جسم کی کتنی ہمدرد ہوتی ہے مراد یہ کہ شاعر کے دل میں پوری قوم کا درد ہوتا ہے۔

دل

۱۔ قصہ دار و رسن بازیٔ طفلانۂ دل!
التجائے ازنیِ سرخیٔ افسانۂ دل!

۲۔ یا رب اس سوختۂ غربتِ بے کس کے کیا ہو گی
جادۂ ملکِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دل!

۳۔ ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یارب
جل گئی مزرعۂ ہستی تو اگا دانۂ دل!

۴۔ حسنِ بے تابِ گرانمایہ تجھے مل جاتا
تو نے فرہاد نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل

۵۔ عرش ہے بھی کعبہ کا ہمسایہ کہ ہے
کس کی منزل ہے الٰہی مرا کاشانۂ دل

۶۔ اے ہلالِ چوں احد مجھ سے ہوا اپنا
دل کسی اور کا دیوانہ میں دیوانۂ دل

۷۔ نہ سمجھتا نہیں اے زلفِ پریشاں اس کو
رشکِ صد سنبلہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل

۸۔ خاکی کے ذرہ کو اکسیر بنا دیتی ہے
وہ اثر رکھتی ہے خاکستر پروانۂ دل

۱۔ عشق کے دام میں کھنچی کوئی یہ رہا ہوتا ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

۱۔ منصور کو سولی پر چڑھانے کا قصہ دل کے لئے پھولوں کا کھیل ہے۔ دل کی داستانِ حیات کا تو عنوان یہ ہے کہ وہ خدا سے التجا کرتا ہے کہ مجھے اپنا جلوہ ضرور دکھا۔

۲۔ جب دل کے پیالے کی لگیر ہی ہمیشہ کی زندگی عطا کرتی ہے تو نہ جانے اس لبالب پیمانے کی شراب کیا چیز ہوگی۔

۳۔ اے خدا یہ رحمت کا بادل تھا کہ عشق کی بجلی تیرے اس بجلی نے جب زندگی کو پھونک ڈالا تو دل کا دانہ وجود میں آیا۔

۴۔ اے فرہاد! تو نے شیریں کو حاصل کرنے کے لئے تیشہ پہاڑ پر کھودے اگر تو اسے اپنے دل میں تلاش کرتا تو مطلوب کامیاب ہو جاتا۔

۵۔ مجھے اپنے دل پر کبھی کعبے کا اور کبھی عرش ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ اے خدا آخر میرا دل کس کا گھر ہے۔

۶۔ میں اور میرا دل دونوں اپنی اپنی جگہ کسی نہ کسی کے دیوانے ہیں۔ دل تو کسی اور کو یعنی خدا کا دیوانہ ہے اور میں دل کا دیوانہ ہوں۔

۷۔ اے ناسمجھ ناصح تو اس حقیقت کو نہیں سمجھتا ہے کہ دل کی ایک ٹوٹی ہوئی ٹھیکری بھی سینکڑوں سجدوں سے بہتر ہے۔

۸۔ دل کا پروانہ جب راکھ ہو جاتا ہے تو اس راکھ میں بھی خاکستر کو اکسیر بنا دینے کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔

۹۔ دل وہ پرندہ ہے کہ عشق کے جال میں کھنچ کر اسے حقیقی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ یہ تو وہ درخت ہے کہ جب اس پر بجلی گرتی ہے تو یہ خاک ہونے کی بجائے ہرا ہوتا ہے۔

موجِ دریا

۱۔ مضطرب رکھتا ہی میرا دلِ بیتاب مجھے
بیتابی ہستی ہے تڑپ رکھتا ہے سیماب مجھے

۲۔ موج ہے نام مرا، بحر ہی پایاب مجھے
ہو نہ زنجیر کبھی حلقۂ گرداب مجھے

۳۔ آب میں مثلِ ہوا جاتا ہے توسن میرا
خارِ ماہی سے نہ اٹکا کبھی دامن میرا

۴۔ میں اچھلتی ہوں کبھی جیبِ مہ کامل سے
جوش میں سر کو پٹکتی ہوں کبھی ساحل سے

۵۔ ہوں وہ مسافر کہ محبت ہے مجھے منزل سے
کیوں تڑپتی ہوں یہ پوچھے کوئی میرے دل سے

۶۔ زحمتِ تشنگیٔ دریا سے گریزاں ہوں میں
وسعتِ بحر کی فرقت میں پریشاں ہوں میں

۱۔ مجھ کو بے چین دل مجھے تڑپاتا رہتا ہے اور پارے کی طرح تڑپنا ہی میری زندگی کی حقیقت ہے۔

۲۔ میرا نام موج ہے اور میں سمندر سے پیدل گزر جاتی ہوں اور بھنور کا چکر کبھی میرے پاؤں کے لئے زنجیر نہیں بن سکتا۔

۳۔ پانی میں میرا گھوڑا ہوا کی طرح چلتا ہے اور میرا دامن کبھی مچھلی کے کانٹے میں نہیں اٹکتا۔

۴۔ میں کبھی چودھویں رات کے چاند کی جستجو سے اوپر کو اچھلتی ہوں اور کبھی جوش میں کنارے سے اپنا سر ٹکراتی ہوں۔

۵۔ میں وہ مسافر ہوں جسے اپنی منزل سے محبت ہے اور یہ کوئی میرے دل سے پوچھے کہ میں کیوں تڑپتی ہوں۔

۶۔ اس لئے تڑپتی ہوں کہ میں دریا کی تنگی کی تکلیف سے دور بھاگتی ہوں اور اس کی فراخی کی جدائی میں پریشان ہوں۔

رخصت اے بزمِ جہاں

(ماخوذ از ایمرسن)

۱۔ رخصت اے بزمِ جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں
آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں

۲۔ بسکہ میں افسردہ دل ہوں درخورِ محفل نہیں
تو مرے قابل نہیں ہے میں ترے قابل نہیں

۳۔ قید ہے درِ بارِ سلطان و شبستانِ وزیر
توڑ کر نکلے گا زنجیرِ طلائی کا اسیر

۴۔ گو بڑی لذت تری ہنگامہ آرائی میں ہے
اجنبیت سی مگر تیری شناسائی میں ہے

۵۔ مدتوں تیرے خود آراؤں سے ہم صحبت رہا
مدتوں بے تاب موجِ بحر کی صورت رہا

۶۔ مدتوں بیٹھا ترے ہنگامۂ عشرت میں میں
روشنی کی جستجو کرتا رہا ظلمت میں میں

۷۔ مدتوں ڈھونڈا کیا نظارۂ گل رخسار میں!
آہ وہ یوسف نہ ہاتھ آیا ترے بازار میں

۸۔ چشمِ حیراں ڈھونڈتی اب اور نظارے کو ہے
آرزو ساحل کی مجھ طوفان کے مارے کو ہے

۹۔ چھوڑ کر مانندِ بو تیرا چمن جاتا ہوں میں!
رخصت اے بزمِ جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

۱۰۔ گھر بنایا ہے سکوت دامنِ کہسار میں!!

آہ یہ لذت نہاں موسیقیٔ گفتار میں ہے

۱۱۔ ہم نشیں زرگیس شہلا رفیقِ گل ہوں میں
ہے چمن میرا وطن ہمسایہ بلبل ہوں میں

۱۲۔ شام کو آواز چشموں کی سلاتی ہے مجھے
صبح فرشِ سبز سے کوئل جگاتی ہے مجھے

۱۳۔ بزمِ ہستی میں ہے سب کو محفل آرائی پسند
ہے دلِ شاعر کو لیکن کنجِ تنہائی پسند

۱۴۔ ہے جنوں مجھ کو کہ گھبراتا ہوں آبادی میں میں
ڈھونڈتا پھرتا ہوں کس کو کوہ کی وادی میں میں

۱۵ شوق کس کا سبزہ زاروں میں پھراتا ہے مجھے
اور چشموں کے سنہ روں پر سلاتا ہے مجھے

۱۶۔ طعنہ زن ہے تو کہ شیدائے غزلت کاہوں میں
دیکھ اے غافل پیامی بزمِ قدرت کا ہوں میں

۱۷۔ ہم وطن شمشاد کا قمری کا میں ہمراز ہوں
اس چمن کی خامشی میں گوش بر آواز ہوں

۱۸۔ کچھ جو سنتا ہوں تو اوروں کو سنانے کیلئے
دیکھتا ہوں کچھ تو اوروں کو دکھانے کیلئے

۱۹۔ عاشقِ عزلت ہے دل نازاں ہوں اپنے گھر میں میں
خندہ زن ہوں مسندِ دارا و اسکندر پہ میں

۲۰۔ ٹیٹا زیرِ شجر رکھتا ہے جادو کا اثر
شام کے تارے پہ جب پڑتی ہو زہرہ کی نظر

۲۱۔ علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اسکی نمود
شمع کی بتی میں نظر آتا ہے راز ہست و بود

۱۔ اے دُنیا کی محفل تجھ سے رخصت ہو کر اپنے حقیقی وطن کی طرف جا رہا ہوں۔ تیری بظاہر آباد لیکن حقیقتاً ویران محفل سے میں گھبرا چکا ہوں۔

۲۔ میرا دل اتنا بجھ چکا ہے کہ میں تیری محفل کے قابل ہی نہیں رہا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تو میرے قابل نہیں اور میں تیرے قابل نہیں۔

۳۔ یہاں بادشاہوں کے دربار اور وزیروں کی عشرت گاہیں ایسی سنہری زنجیریں ہیں جنہوں نے انسان کو قید کر رکھا ہے لیکن میں ان زنجیروں کو توڑ کر نکل جاؤں گا۔

۴۔ اگرچہ تیرے ہنگاموں میں بظاہر بڑا مزا ہے لیکن دراصل تیری دوستی میں محبت اور خلوص کی کمی ہے۔

۵۔ میں تیرے تنگ تیرے خود پسند لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا رہا لیکن اس دوران میں بھی سمندر کی لہر کی بے قرار رہا۔

۶۔ میں مدتوں تک تیری خوشیوں کے ہنگاموں میں شریک رہا اور اندھیرے میں روشنی کو ڈھونڈتا رہا۔

۷۔ میں مدتوں تک تیری نگاری اور وضع داری کے کانٹوں میں محبت اور خلوص کے پھول کی تلاش کرتا رہا لیکن افسوس یہ یوسف تیرے بازار میں ہاتھ نہ لگا۔

۸۔ میری حیران آنکھ اب کسی اور نظارے کی تلاش میں ہے اور مجھ طوفان کے تھپیڑوں کے مارے ہوئے کو کنارے کی جستجو ہے۔

۹۔ اس لئے میں تیرے باغ سے خوشبو کی طرح نکل رہا ہوں اور اے دنیا کی محفل خدا حافظ کیونکہ تجھے چھوڑ کر میں اپنے وطن میں جا رہا ہوں۔

۱۰۔ اب تو میں نے پہاڑ کے دامن کی خاموشی میں اپنا گھر بنا لیا ہے اور اس خاموشی میں جو مزہ ہے وہ گفتگو کے نغموں میں کہاں۔

۱۱۔ اب تو میں کالی نرگس کے پاس بیٹھتا ہوں پھول میرے ساتھی

ہیں باغ میرا وطن ہے اور بلبل کا میں پڑوسی ہوں۔

۱۲۔ چشموں کی آواز رات کو لوریاں دے دے کر مجھے سُلاتی ہے اور صبح کو کوئل کی کوک مجھے سبزے کے بستر سے جگاتی ہے۔

۱۳۔ دنیا میں ہر شخص کو ہنگامے اور محفلیں پسند ہیں لیکن شاعر کے دل کو تنہائی کا گوشہ ہی اچھا لگتا ہے۔

۱۴۔ میں وہ سودائی ہوں جو آبادی سے گھبراتا ہے اور نہ جانے پہاڑ کی وادی میں کسے ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔

۱۵۔ نہ جانے کس کا عشق مجھے سبزہ زاروں میں گھما رہا ہے اور مجھے چشموں کے کناروں پر سلا رہا ہے۔

۱۶۔ تو مجھے طعنہ دیتا ہے کہ میں تنہائی کے گوشے کا گریدہ ہوں لیکن اے غافل غور سے دیکھ تو تجھے معلوم ہو کہ میں تو قدرت کی محفل کا پیغام پہنچانے والا ہوں۔

۱۷۔ میں شمشاد کا ہم وطن اور قمری کا رازدار ہوں اور اس ہر چمن کی خاموشی میں ہر آواز پر کان لگائے بیٹھا ہوں۔

۱۸۔ یہاں میں جو سنتا ہوں وہ دوسروں کو سُنا دیتا ہوں اور یہاں جو دیکھتا ہوں وہ اوروں کو دکھا دیتا ہوں۔

۱۹۔ میرا دل تنہائی کا عاشق ہے اور میں اپنے اس تنہائی کے گھر پر فخر کرتا ہوں بلکہ اس میں رہ کر میں دارا اور اسکندر جیسے بادشاہوں کے تخت کی بھی ہنسی اڑاتا ہوں۔

۲۰۔ درخت کے نیچے لیٹے لیٹے جب شام کے ستارے پر رہ رہ کر نظر ٹپکتی ہے تو یہ کیفیت جادو کا سا اثر رکھتی ہے۔

۲۱۔ علم — جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ حیرانی کے سوا کیا ہے اور حیرانی میں ایسی کیفیت کہاں یہاں تو پھول کی ایک پتی میں بھی کائنات

کا بھید کھلا ہوا نظر آتا ہے۔

طفلِ شیر خوار

۱۔ مَیں نے چاہا تو تجھ سے چھیننا ہے تو چلاتا ہے تو
ہر یہاں ہوں میں تجھے نا ہنر یہاں سمجھا ہے تو؟

۲۔ پھر پڑا روئے گا اے تو وادیِ اقلیمِ غم
چھُو نہ جائے دیکھنا باریک ہے نوکِ قلم!

۳۔ آہ! کیوں دُکھ دینے والی شے سے تجھ کو پیار ہے
کھیل اس کاغذ کے ٹکڑے سے یہ بے آزار ہے

۴۔ گیند ہے تیری کہاں چینی کی بلّی ہے کدھر
وہ ذرا سا جانور ٹوٹا ہوا ہے جس کا سر

۵۔ تیرا آئینہ تھا آزادِ غبارِ آرزو!
آنکھ کھلتے ہی چمک اُٹھا شرارِ آرزو

۶۔ ہاتھ کی جنبش میں طرزِ دید میں پوشیدہ ہے
تیری صورت آرزو بھی تیری نوزائیدہ ہے

۷۔ زندگانی ہے تری آزادِ قیدِ امتیاز
تیری آنکھوں پر ہویدا ہے مگر قدرت کا راز

۸۔ جب کسی شے پر بگڑ کر مجھ سے چلاتا ہے تو
کیا تماشا ہے ردی کاغذ سے بھی جاتا ہے تو

۹۔ آہ اس عادت میں ہم آہنگ ہوں میں بھی ترا
تو تلوّن آشنا میں بھی تلوّن آشنا!

۱۰۔ عارضی لذّت کا شیدائی ہوں، چلاتا ہوں میں
جلد آجاتا ہے غصّہ جلد من جاتا ہوں میں

میری آنکھوں کو لبھا لیتا ہے حُسنِ ظاہری!
کم نہیں کچھ تیری نادانی سے نادانی مری
تیری صورت نگاہ گریاں میں بھی ہو
دیکھنے کو نوجواں ہوں، طفلِ ناداں میں بھی ہو

۱۔ میں نے تجھ سے چاند چھینا ہے تو نے چلانا شروع کر دیا ہے میں نے
تجھ سے ہمدردی جتائی لیکن تو نے سمجھا کہ میں نے تجھے دکھ پہنچایا ہے۔
۲۔ اے غموں کی ولایت میں نئے آنے والے جب قلم کی باریک
نوک ہاتھ میں چبھ جائے گی تو پھر رو دے گا۔
۳۔ افسوس دکھ دینے والی چیزیں تجھے کیوں پیاری لگتی ہیں تو اس
کاغذ کے ٹکڑے سے کیوں نہیں کھیلتا جس سے تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔
۴۔ اے تیری گیند کہاں ہے اور وہ چینی کی بلی کدھر ہے جس کی
سی بلی کدھر ہے جس کا سر ٹوٹا ہوا ہے۔
۵۔ تیرے دل کا آئینہ تو کسی بھی خواہش کی گرد سے پاک تھا لیکن
جونہی تیری آنکھ کھلی خواہش کی گرد سے پاک تھا لیکن جونہی
تیری آنکھ کھلی خواہش کی چنگاری بھڑک اٹھی۔
۵۔ تیرے دل کا آئینہ تو کسی بھی خواہش کی گرد سے پاک تھا لیکن
جونہی تیری آنکھ کھلی خواہش کی چنگاری بھڑک اٹھی۔
۶۔ تیری خواہش تیرے ہاتھ کی حرکت اور تیرے دیکھنے کے طریقے
میں چھپی ہوئی ہے تیری طرح تیری ہر خواہش بھی ابھی ابھی پیدا ہوئی ہے۔
۷۔ تیری زندگی ہر قسم کے امتیاز کی قید سے آزاد ہے۔ شاید
آنکھوں پر قدرت کا بھید ظاہر ہے۔
۸۔ جب کسی چیز کے لیے بگڑ کر تو مجھ سے ناراض ہو جاتا اور چیخنے چلا

لگتا ہے تو عجیب تماشا ہے کہ ایک ردی کاغذ کے ٹکڑے کو لے کر تو راضی ہو جاتا ہے۔

۹۔ آہ میں بھی تیرا ہم مزاج ہوں میں بھی جلد بگڑ کر آسانی سے راضی ہو جاتا ہوں اور میرا مزاج بھی بدلتا رہتا ہے اور ایک حالت پر قائم نہیں رہتا۔

۱۰۔ میں بھی وقت کا گردیدہ ہوں وہ نہ ملے تو مجھے جلد غصہ آجاتا ہے اور میں چلانے لگتا ہوں لیکن پھر جلد ہی راضی ہو جاتا ہوں۔

۱۱۔ میری آنکھوں کو بھی تیری خوبصورتی اچھی لگتی ہے اور میری ناسمجھی بھی تیری ناسمجھی سے کم تو نہیں۔

۱۲۔ میں بھی تیری طرح کبھی روتا ہوں اور کبھی ہنستا ہوں۔ اگرچہ دیکھنے میں نوجوان دِکھائی دیتا ہوں لیکن ہوں تیری طرح ہی ناسمجھ بچہ۔

تصویرِ درد

۱۔ نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

۲۔ یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

۳۔ اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ گل نے کچھ نرگس نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

۴۔ ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری

۵۔ الٰہی پھر مزا کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا

حیاتِ جاوداں میری نہ مرگِ ناگہاں میری

۶۔ مرا رونا نہیں رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گل ہوں میں خزاں ہر گل کی ہو گویا خزاں میری

۷۔ "دریں حسرت سرا عمریست افسونِ جرس دارم
زفیضِ دل طپیدن با خموشی بے نفس دارم"

۸۔ ریاضِ دہر میں تا آشنائے بزمِ عشرت ہوں
خوشی روتی ہے جس کو میں وہ محرومِ مسرت ہوں

۹۔ بری بگڑی ہوئی تقدیر کو روتی ہے گویائی
میں حرفِ زیرِ لب شرمندۂ گوشِ سماعت ہوں

۱۰۔ پریشاں ہوں میں مشتِ خاک لیکن کچھ نہیں کھلتا
سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں یا گردِ کدورت ہوں

۱۱۔ یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری مقصد کچھ اور ہی کا ہے
سراپا نور ہو جس کی حقیقت، میں وہ ظلمت ہوں

۱۲۔ خزینہ ہوں چھپایا مجھ کو مشتِ خاکِ صحرا نے
کسی کو کیا خبر ہے میں کہاں ہوں کس کی دولت ہوں

۱۳۔ نظر میری نہیں ممنونِ سیرِ عرصۂ ہستی
میں وہ چھوٹی سی دنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہوں

۱۴۔ نہ صہبا ہوں، نہ ساقی ہوں نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
میں اس میخانۂ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہوں

۱۵۔ مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

۱۶۔ عطا ایسا بیاں مجھ کو ہوا رنگیں بیانوں میں
کہ بس عشق کے طائر ہیں میرے ہم زبانوں میں

۱۷۔ اثر یہ بھی ہے اِک میرے جنونِ فتنہ ساماں کا
مرا آئینۂ دل ہے قضا کے راز دانوں میں

۱۸۔ رُلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں مجکو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں

۱۹۔ دیا رونا مجھے ایسا کہ سب کچھ دے دیا گویا
لکھا کلکِ ازل نے مجھ کو تیرے نوحہ خوانوں میں

۲۰۔ پریشاں برگِ گل تک بھی نہ چھوڑا باغ میں گلچیں
تری قسمت سے رزمِ آرائیاں ہیں باغبانوں میں

۲۱۔ چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

۲۲۔ سُن اے غافل صدا میری یہ ایسی چیز ہے جس کو
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں

۲۳۔ وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

۲۴۔ ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں

۲۵۔ یہ خاموشی کہاں تک لذتِ فریاد پیدا کر
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

۲۶۔ نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

۲۷۔ یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن، محبوبِ فطرت ہے

۲۸۔ جو بیتا آج اپنے زخمِ پنہاں کر کے چھوڑوں گا

لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا

۲۹۔ جلانا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ پنہاں سے
تری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

۳۰۔ مگر غنچوں کی صورت ہوں دلِ دردآشنا پیدا
چمن میں مشتِ خاکِ اپنی پریشاں کر کے چھوڑوں گا

۳۱۔ پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

۳۲۔ مجھے اے خضر رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں
کہ میں داغِ محبت کو نمایاں کر کے چھوڑوں گا

۳۳۔ دکھا دوں گا جہاں کو جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا

۳۴۔ جو ہے پردوں میں پنہاں چشمِ بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

۳۵۔ کیا رفعت کی لذت سے نہ دل کو آشنا تو نے
گزاری عمر پستی میں مثالِ نقشِ پا تو نے

۳۶۔ رہا دل بستۂ محفل مگر اپنی نگاہوں کو!
کیا بیرونِ محفل سے نہ حیرت آشنا تو نے

۳۷۔ نہ اکثر تا رہا دل کو حسینوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ اس آئینہ میں اپنی ادا تو نے

۳۸۔ تعصب چھوڑ ناداں! دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے

۳۹۔ سراپا نالۂ بیداد سوزِ زندگی ہو جا!
سینے آسا گرہ میں باندھ رکھی ہے صدا تو نے

۳۰۔ صفائے دل کو کیا آرائشِ رنگِ تعلق سے
کھٹے آئینہ پر باندھی ہے او ناداں حنا تو نے

۳۱۔ زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے!
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

۳۲۔ زبال سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے

۳۳۔ کنوئیں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ارے غافل! جو مطلق تھا مقصد کر دیا تو نے

۳۴۔ ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

۳۵۔ دکھا وہ حسنِ عالم سوز اپنی چشمِ پُرنم کو!
جو تڑپاتا ہے پروانے کی لو تا ہے شبنم کو

۳۶۔ ترا نظارہ ہی اے بوالہوس! مقصد نہیں اسکا
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو

۳۷۔ اگر دیکھا بھی اس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو

۳۸۔ شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

۳۹۔ یہ اٹھا جذبہ خورشید سے اک برگِ گل تک بھی
یہ رفعت کی تمنا ہے کہ لے اڑتی ہے شبنم کو

۴۰۔ پھر اکرتے نہیں مجروحِ الفت فکرِ درماں ہیں!!
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا ہے مرہم کو

۴۱۔ محبت کے شرر سے دل نرا پانی ہوتا ہے

ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

۵۲۔ دوا ہر دکھ کی ہے مجروح تیغ آرزو رہنا

۵۳۔ زخم ہے آبادِ احسانِ رفو رہنا

۵۴۔ شرابِ بے خودی سے تا فلک پرواز ہے میری

شکستِ رنگ سے سیکھا ہے میں نے بن کے بو رہنا

۵۵۔ تجھے کیا دیدۂ گریاں وطن کی نوحہ خوانی میں!

عبادت چشمِ شاعر کی ہے ہر دم باوضو رہنا

۵۶۔ بنائیں کیا سمجھ کر شاخِ گل پر آشیاں اپنا!

چمن میں آہ کیا رہنا جو ہو، بے آبرو رہنا

۵۷۔ جو تجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں

غلامی ہے اسیرِ امتیازِ ما و تو رہنا

۵۸۔ یہ استغنا ہے پانی میں نگوں رکھتا ہے ساغر کو

تجھے بھی چاہیے مثلِ حبابِ آب جو رہنا

۵۹۔ اپنوں سے بے پروا اسی میں غیر ہے تیری

اگر منظور ہے دنیا میں او بیگانہ خو رہنا

۶۰۔ خراب رُوح پر دورِ مے محبت ذوقِ انساں کی

سکھایا اس نے مجھ کو مستیِ بے جام و سبو رہنا

۶۱۔ محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے

کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

۶۲۔ بیابانِ محبت دشتِ غربت بھی وطن بھی ہے

یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی چمن بھی ہے

۶۳۔ محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی

جرس بھی، کارواں بھی، راہبر بھی، راہزن بھی ہے

۶۴۔ مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاج گردشِ چرخِ کہن بھی ہے

۶۵۔ جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے

۶۶۔ وہی اک حُسن ہے، لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں
یہ شیریں بھی ہے گویا بے ستوں بھی کوہ کن بھی ہے

۶۷۔ اُٹھاتا ہے تمیزِ ملت و آئیں نے قوموں کو
مرے اہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے

۶۸۔ سکوت آموزِ طولِ داستانِ درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تابِ سخن بھی ہے

۶۹۔ "نمی گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بے بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم"

۱۔ میری حادثہ ناک کہانی کو سننے کی کسی میں تاب نہیں اس لئے میری خموشی ہی میری گفتگو اور میری بے زبانی ہی میری زبان ہے۔

۲۔ اس محفل میں زبان بند رکھنے کا کیا فائدہ ہے یہاں تو بات تک کہنے کو میری زبان ترستی ہے۔

۳۔ میری کہانی کی کتاب کا شیرازہ بکھر گیا اور اس کے کچھ ورق نرگس نے کچھ کرے نے اور کچھ گلاب کے پھول نے اٹھا لئے۔ اس طرح باغ میں ہر طرف میری کہانی کے اجزا بکھرے پڑے ہیں۔

۴۔ میرے پاؤں تک درد ہی درد ہوں اور میری کہانی اتنی درد بھری ہے کہ جسے کو سنا دوں تو وہ آنسو بن کر پروانے کی آنکھوں سے ٹپک رہے۔

۵۔ خدایا جب مجھے ہمیشہ کی زندگی نصیب ہے اور نہ جب میں چاہوں

مرسکتا ہوں تو پھر یہاں دنیا میں رہنے کا مزا ہی کیا ہے۔

۶۔ میرا رونا صرف میرا نہیں پورے باغ کا رونا ہے میں وہ پھول ہوں کہ ہر پھول کی خزاں گویا میری ہی خزاں ہے۔

۷۔ اس حسرت بھرے مقام میں ایک مدت سے چپ سی بنا بیٹھا ہوں لیکن دل کی تڑپ کی وجہ سے میری آواز باہر نہیں نکلتی۔

۸۔ میں زندگی کے باغ میں خوشی کی محفل سے کبھی آشنا نہیں ہوا ہوں ایسا بدقسمت ہوں کہ خوشی کو بھی میری حالت پر رونا آتا ہے۔

۹۔ گویائی بھی میری بگڑی ہوئی قسمت پر روتی ہے کیونکہ میں ایک ایسی آہستہ کہی گئی بات ہوں جو کان تک نہ پہنچ سکے۔

۱۰۔ ہر طرف پریشان پھر رہی مٹی کی ایک مٹھی ہوں، پورا پتہ نہیں چلتا کہ میں سکندر ہوں یا کہ آئینہ ہوں یا کہ دورت کی گرد ہوں۔

۱۱۔ پھر بھی میری ہستی قدرت کا دعا ہے۔ اگرچہ اندھیرا ہوں لیکن سر سے پاؤں تک جس کی حقیقت روشنی ہی روشنی ہے۔

۱۲۔ میں وہ خزانہ ہوں جسے صحرا کی مٹی نے چھپا رکھا ہے کون جانتا ہے کہ میں کہاں چھپا ہوا ہوں اور کس کی دولت ہوں۔

۱۳۔ میری نگاہ دنیا کی سیر کا احسان نہیں اٹھاتی کیونکہ میں اپنے آپ ہی ایک چھوٹی سی دنیا اور اپنی ولایت ہوں۔

۱۴۔ میں نہ شراب ہوں نہ ساقی۔ نہ شراب کی مستی اور نہ شراب کا ساغر میں تو زندگی کے اس شراب خانے میں ہر چیز کی اصل ہوں۔

۱۵۔ میرے دل کا شیشہ مجھے دونوں دنیاؤں کا بھید بتاتا ہے اور جو میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے میں وہی کہتا ہوں۔

۱۶۔ رنگین بیاں شاعروں میں مجھے ایسا بیان نصیب ہوا ہے کہ وحشی گی جھت کے پرندے بھی میرے ہم نوا ہیں۔

۱۷۔ یہ بھی میری فتح اُٹھانے والی دیوانگی کا کرشمہ ہے کہ میرے دل کا آئینہ قضا کا رازداں بن گیا ہے۔

۱۸۔ اے ہندوستان! تیرا نظارہ مجھے رلاتا ہے کیونکہ تیری کہانی سب کہانیوں سے زیادہ عبرت دلانے والی ہے۔

۱۹۔ قدرت کے قلم نے مجھے تیرا ماتمی بنا دیا لیکن یہ بنا کر گویا قدرت نے مجھے سب کچھ دے دیا کیونکہ تیری حالت پر رونا بھی بہت بڑی بخشش ہے۔

۲۰۔ اے پھول چننے والے تو نے اس باغ میں کسی پھول کی پتی تک کا نشان باقی نہیں رہنے دیا تیری قسمت اچھی ہے کہ باغ کے رکھوالے آپس ہی میں لڑنے جھگڑنے میں مصروف ہیں۔

۲۱۔ آسمان نے اپنی آستین میں بجلیاں چھپا رکھی ہیں۔ باغ کی بلبلوں کو اپنے گھونسلوں سے غافل نہ رہنا چاہیئے کیونکہ بجلیاں کسی وقت بھی گھونسلوں پر گر سکتی ہیں۔

۲۲۔ اے غافل میری فریاد غور سے سن کیونکہ یہ تو ایسی چیز ہے جسے باغوں کے پرندوں نے بھی اپنا وظیفہ بنا رکھا ہے۔

۲۳۔ اے ناسمجھ! اپنے وطن کی فکر کر مصیبت آنے والی ہے اور آسمانوں میں تیری تباہیوں کے مشورے ہو رہے ہیں۔

۲۴۔ پرانے وقتوں کی کہانیوں کو دہرانے سے کچھ فائدہ نہیں اب تو ذرا یہ دیکھ کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے اور آنے والے وقت میں کیا ہونے والا ہے۔

۲۵۔ کب تک چپ بیٹھا رہے گا تجھ پر جو ظلم ٹوٹ رہے ہیں ان کے خلاف اس زور سے فریاد بلند کر کہ تو اگرچہ زمین ہی پر ہو لیکن آسمانوں میں گونج پیدا ہو جائے۔

۲۶۔ ہندوستانیو! اگر تم سوچ سمجھ سے کام نہیں لو گے یاد رکھو کہ مٹ کر

رہ جاؤ گے اور تاریخ میں تمہارا نام تک باقی نہیں رہے گا۔

۲۷۔ قدرت کا قاعدہ اور فطرت کا دستور یہی ہے کہ جو عمل کی راہ پر چلتا ہے وہی فطرت کا چہیتا بن جاتا ہے۔

۲۸۔ اپنے چھپے ہوئے زخموں کو آج سب پر ظاہر کر کے اور خون دو دو کر ساری محفل کو ایک باغ بنا کر چھوڑوں گا۔

۲۹۔ اپنی چھپی ہوئی جلن سے ہر ایک دل کی شمع کو جلا دینا چاہتا ہوں اور اس طرح اے ہندوستان تیری اندھیری راتوں میں چراغاں کا سماں پیدا کر دوں گا۔

۳۰۔ اپنی مٹھی بھر مٹی باغ میں بکھیر دینا چاہتا ہوں شاید اس طرح ہی کلیوں کی صورت میں دردمند دل پیدا ہو جائیں۔

۳۱۔ اگرچہ ان بکھرے ہوئے دانوں کو ایک ہی تسبیح میں پرونا بہت مشکل ہے لیکن میں اس مشکل کو آسان کر کے ہی دم لوں گا۔

۳۲۔ اے دوست مجھے تڑپنے اور غم کھانے دے کیونکہ میں محبت کے داغوں کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہوں گا اور انہیں ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ میں اسی طرح تڑپتا اور غم کھاتا رہوں۔

۳۳۔ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے وہ ساری دنیا کو دکھا کر رہوں گا اور اے دوست وہ دیکھ کر تو بھی آئینے کی طرح حیران رہ جائیگا۔

۳۴۔ دیکھنے والی آنکھ تو پردوں میں چھپی ہوئی ہر چیز کو دیکھ لیتی ہے اور زمانے کے طور طریقے دیکھ کر ہی آئندہ واقعات کا اندازہ کر لیتی ہے۔

۳۵۔ تو نے بلندی کے مزے سے اپنے دل کو واقف نہ کیا اور پاؤں کے نشان کی طرح تو نے اپنی زندگی پستی میں ہی بسر کی۔

۳۶۔ تو صرف اپنی محفل ہی میں دل لگائے بیٹھا رہا اور تو نے محفل کے باہر کی حالت نہ دیکھیں ورنہ حیران رہ جاتا۔

۳۷۔ تو حسینوں کی اداؤں پر تو اپنا دل نچھاور کرتا رہا لیکن تو نے دل کے آئینے میں اپنی ادا نہ دیکھی۔

۳۸۔ اے ناسمجھ تعصب کو چھوڑ دنیا کے اس آئینہ خانہ میں تجھے جو تصویریں نظر آرہی ہیں اور جنہیں تو برا سمجھ رہا ہے وہ دراصل تیری اپنی ہی تصویریں ہیں

۳۹۔ تو نے تو حریل کے دانے کی طرح اپنی فریاد اپنی گرہ میں باندھ لی ہے حالانکہ تجھے تو زندگی کے ظلم کے خلاف سر سے پاؤں تک ایک فریاد بن جانا چاہیئے۔

۴۰۔ دل کی صفائی کو تعلقات کے زنگ کی سجاوٹ سے کیا لینا۔ اے ناسمجھ تو نے تو آئینے کی ہتھیلی پہ مہندی لگا رکھی ہے!

۴۱۔ زمین تو زمین آسمان بھی تیری غلط بینی پہ روتا ہے غضب تو یہ ہے کہ تو نے قرآن کی آیات کو صلیب بنا دیا ہے۔

۴۲۔ زبان سے اگر خدا کے ایک ہونے کا دعویٰ تو نے کیا تو اس سے کیا حاصل جبکہ تو نے اپنے تصور کے بت کو خدا بنا رکھا ہے۔

۴۳۔ اگر تو نے حضرت یوسف کو کنوئیں میں بند دیکھا بھی تو کیا دیکھا کیونکہ یوسف، تو دنیا بھر کے لئے ہدایت کی روشنی تھے اس طرح تو تو نے عالمگیر توحید کو جو مطلق تھی مقید کر دیا۔

۴۴۔ منبر پہ چڑھ کر تجھے بڑے رنگین انداز میں وعظ کہنے کی تمنا ہے لیکن تیری زبان پہ جو نغمہ آتی ہے وہ بھی ایک افسانہ ہوتی ہے۔

۴۵۔ اپنی غمناک آنکھوں کو وہ حسن دکھا جو دنیا کے دل میں عشق کی جلن پیدا کرتا ہے پروانے کو تڑپاتا اور شبنم کو رلاتا ہے۔

۴۶۔ بنانے والے نے آدمی کی آنکھ کچھ سوچ سمجھ کر ہی بنائی ہے۔ اے خواہشات کے غلام انسان اس کا مقصد محض یہ نہیں کہ جو چیز جس صورت میں نظر آتی ہے اسے دیکھ لے۔

۴۷۔ جمشید کے پیالے نے اگر پوری دنیا کو دیکھ لیا تو کیا دیکھا جمشید کو اپنی حقیقت تو اس میں نظر نہ آئی۔

۴۸۔ فرقہ بندی ایک درخت ہے اور تعصب اس کا پھل اور یہی وہ پھل ہے جو آدم کو جنت سے نکلواتا ہے۔

۴۹۔ سورج کی کشش سے تو پھول کی ایک پتی تک نہ اٹھ سکی وہ شبنم کو کیا اٹھاتی شبنم تو خود اوپر اٹھنے کی آرزو میں اڑ جاتی ہے۔

۵۰۔ محبت کے زخمی علاج کی فکر میں مارے مارے نہیں پھرا کرتے وہ تو اپنا مرہم آپ پیدا کر لیتے ہیں۔

۵۱۔ جس دل میں محبت کی چنگاری ہوتی ہے وہ سراپا روشنی ہوتا ہے محبت تو ذرا سے بیج کو کوہ طور کا باغ بنا دیتی ہے۔

۵۲۔ ہر دکھ کی دوا یہی ہے کہ انسان آرزو کی تلوار کا زخمی رہے اور زخم کا علاج یہی ہے کہ اسے سلوانے کا احسان نہ لیا جائے۔

۵۳۔ بیخودی کی شراب پی کر میں آسمان تک اڑتا ہوں۔ میں نے رنگ کی قید اٹھا دی ہے اور میں خوشبو بن کر رہتا ہوں۔

۵۴۔ وطن کے حال پر نوحہ پڑھنے میں میرے آنسو کس طرح تھمیں کہو تو ہر دم آنسو بہانا ہی تو شاعر کی آنکھ کی عبادت ہے۔

۵۵۔ پھول کی ٹہنی پر ہم اپنا گھونسلہ کیا بنائیں اس باغ میں رہنا بھی کوئی رہنا ہے جہاں بے عزت ہو کر رہنا پڑے۔

۵۶۔ اگر تو سمجھ دار ہو تو تجھے یہ اندازہ ہو جائے کہ حقیقی آزادی تو محبت میں چھپی ہوئی ہے اور اپنے پرائے کے فرق میں قید رہنا ہی غلامی ہے۔

۵۷۔ تجھے بھی بلبلے کی سی بے نیازی اختیار کرنی چاہیئے جو ندی کے پانی میں بھی اپنا پیالا الگ رکھتا ہے۔

۵۸۔ لیکن اپنوں سے بے پروا نہ رہنے ہی میں تیری بھلائی ہے کیونکہ لے بیگانگی کے عادی اس دنیا میں رہنے کا یہی طریقہ ہے۔

۵۹۔ انسانی محبت ہی روح کی نشوونما کرنے والی شراب ہے اور اسی شراب ہی نے مجھے پیالے اور مٹکے کے بغیر مست رہنا سکھایا ہے۔

۶۰۔ بیمار قومیں محبت ہی سے صحت یاب ہوئی ہیں اور محبت ہی سے انھوں نے اپنی سوئی ہوئی قسمت کو جگایا ہے۔

۶۱۔ محبت کا بیاباں بے وطنی کا جنگل بھی اور وطن بھی ہے یہی ویرانہ پنجرا بھی ہے گھونسلہ بھی اور باغ بھی۔

۶۲۔ محبت ہی وہ منزلِ مقصود ہے جو اپنی جگہ منزل بھی جنگل بھی گھنٹی بھی قافلہ بھی۔ رہنما بھی اور ڈاکو بھی ہے۔

۶۳۔ اگرچہ محبت کو سب بیماری کہتے ہیں لیکن یہ ایسی بیماری ہے جسمیں آسمان کے اُلٹ پھیر کا علاج بھی چھپا ہوا ہے۔

۶۴۔ محبت میں اپنے دل کو جلانا گویا سر سے پاؤں تک روشنی بن جانا ہے۔ محبت کا پتنگا اگر جلنے لگے تو محفل کو روشن کرنے کے لیے شمع بن جاتا ہے۔

۶۵۔ حسن ایک ہی ہے لیکن اس کا جلوہ ہر چیز میں علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہے۔ شیریں۔ بے ستون پہاڑ اور فرہاد دراصل ایک ہی حسن کے مختلف مظاہر ہیں۔

۶۶۔ اے میرے ہم وطنوں تمھیں اپنے وطن کی بھی فکر ہے کہ نہیں اور کیا تم نہیں جانتے کہ مذہب اور شرع کے اختلاف نے تو قوموں کو برباد کر ڈالا ہے۔

۶۷۔ یہ دردناک کہانی بہت لمبی ہے اس لئے خاموشی ہی مناسب ہے حالانکہ منہ میں زبان بھی اور زبان میں بات کہنے کی طاقت بھی ہے۔

۶۸۔ یہ درد بھری بے انتہا لمبی ہے ختم ہی ہونے میں نہیں آرہی اس لئے میں چپ ہو گیا اور اسے خاموشی کے ذریعہ ہی سے بیان کرنا مناسب

خیال کیا۔

نالۂ فراق

(آرنلڈ کی یاد میں)

۱۔ جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں — آہ مشرق کی پسند آئی نہ اس کو سرزمیں
۲۔ آگیا آج اس صداقت کا مرے دل کو یقیں — ظلمت شب سے ضیائے روزِ فرقت کم نہیں

۳۔ نازِ آغوش وداعش دامنِ حیرت چیدہ است
ہمچو شمعِ کشتہ بر چشمِ نگہ خوابیدہ است

۴۔ گشتۂ مولت ہوں آبادی میں گھبراتا ہوں میں — شہر سے صحرا کی شدت میں نکل جاتا ہوں میں
۵۔ یاد ایامِ سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں — بہر تسکیں تیری جانب دوڑتا آتا ہوں میں

۶۔ آنکھ کو مانوس ہے تیرے در و دیوار سے
اجنبیت ہے مگر پیدا مری رفتار سے

۷۔ ذرہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو تھا — آئینہ ٹوٹا ہوا عالم نما ہونے کو تھا
۸۔ نخل میری آرزوؤں کا ہرا ہونے کو تھا — آہ کیا جانے کوئی میں کیا سے کیا ہونے کو تھا

۹۔ ابرِ رحمت دامن از گلزارِ من برچیدہ رفت
اندکے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت

۱۰۔ تو کہاں ہے اے کلیم ذردہ صحرائے علم — تھی تری موجِ نفس بادِ نشاط افزائے علم
۱۱۔ اب کہاں وہ شوق رہ پیمائے صحرائے علم — تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم

۱۲۔ شورِ لیلیٰ کو کہ باز آرائشِ سودا کند
خاکِ مجنوں را غبارِ خاطرِ صحرا کند

۱۳۔ کھول دے گا دستِ وحشت عقدۂ تقدیر کو — توڑ کر پھینکوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو
۱۴۔ دیکھتا ہے دیدۂ حیراں تری تصویر کو — کیا تسلی ہو مجھے گر دیدۂ تقریر کو
۱۵۔ تابِ گویائی نہیں رکھتا دہن تصویر کا — خامشی کہتے ہیں جس کا ہے سخن تصویر کا

۱۔ اے مکان تجھ میں رہنے والا آخر مغرب میں جا کر چھپ بسا افسوس کہ مشرق کی سرزمین اسے پسند نہ آئی۔

۲۔ آج میرے دل نے اس سچائی کو مان لیا کہ جدائی کے دن کا اُجالا بھی رات کے اندھیرے سے کم نہیں۔

۳۔ جب سے میری نگاہ نے اس کی آغوش وداع سے حیرانی کے داغ چنے ہیں وہ میری آنکھ میں بجھی ہوئی شمع کی طرح سو گئی ہے جینی اسیں دیکھنے کی قوت باقی نہیں رہی۔

۴۔ میں تنہائی کا مارا ہوا ہوں اور آبادی سے گھبراتا ہوں اور دیوانگی کے جوش میں شہر سے نکل جاتا ہوں۔

۵۔ پرانے دنوں کی یاد سے اپنے دل کو تڑپاتا ہوں پھر تسکین حاصل کرنے کے لئے تیری جانب دوڑتا آتا ہوں۔

۶۔ تیرے در و دیواریوں تو میرے جانے پہچانے ہو گئے ہیں لیکن تیرے طور طریقوں سے اجنبیت ظاہر ہو رہی ہے۔

۷۔ میرے دل کا ذرہ سورج کے فیض سے چمکنے والا تھا اور میرے اس ٹوٹے ہوئے آئینے میں پوری دنیا نظر آنے والی تھی۔

۸۔ میری خواہشوں کا پودا ہرا ہونے والا تھا اور نہ جانے میں کیا سے کیا بن جانے والا تھا۔

۹۔ رحمت کے بادل نے میرے باغ سے دامن سمیٹا اور چلا گیا تھوڑی سی دیر کے لئے میری آرزو کی کلیوں پر برسا اور چھٹ گیا۔

۱۰۔ اے علم کی پہاڑی کی چوٹی کے کلیم تو کہاں ہے تیری سانس کی ہر لہر تو علم کی خوشی بڑھانے والی ہوا تھی۔

۱۱۔ اب علم کے جنگل میں وہ پیدا چلنے کا شوق کہاں ہے تیری ہی وجہ سے ہمارے سر میں علم حاصل کرنے کا جنون تھا۔

۱۲۔ اب لیلیٰ کے حسن کا وہ چرچا کہاں کہ دیوانگی پیدا کرے اور مجنوں کی مٹی کو دل کے صحرا کا غبار بنائے۔

۱۳۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میری وحشت کا ہاتھ میری قسمت کی گتھی کو سلجھا دے گا اور میں پنجاب کی زنجیر توڑ کر تیرے پاس پہنچوں گا۔

۱۴۔ میری حیران آنکھ تیری تصویر کو دیکھتی ہے لیکن اس سے میرے دل کو کیا تسلی ہو سکتی ہے جو کہ تیرے باتوں کا مشتاق ہے۔

۱۵۔ تصویر تو باتیں کر نہیں سکتی اور تصویر کی زبان تو صرف خاموشی ہے

چاند

۱۔ میرے ویرانے سے ملے کوسوں دور ہے تیرا وطن
ہے مگر دریائے دل تیری کشش سے موجزن

۲۔ قصد کس محفل کا ہے؟ آتا ہے کس محفل سے تو
زرد رو شاید ہوا رنگِ رہِ منزل سے تو

۳۔ آفرینش میں سراپا نور تو، ظلمت ہوں میں
اس سیہ روزی پہ لیکن تیرا ہم قسمت ہوں میں

۴۔ آہ! میں جلتا ہوں سوزِ اشتیاقِ دید سے
تو سراپا سوز داغِ منتِ خورشید سے

۵۔ ایک حلقے پر اگر قائم تری رفتار ہے
میری گردش بھی مثالِ گردشِ پرکار ہے

۶۔ زندگی کی رہ میں سرگرداں ہے تو حیراں ہوں میں
تو فروزاں محفلِ ہستی میں ہے سوزاں ہوں میں

۷۔ میں رہِ منزل میں ہوں تو بھی رہِ منزل میں ہے
تیری محفل میں جو خاموشی ہے میرے دل میں ہے

۸۔ تو طلب خو ہے، تو میرا بھی یہی دستور ہے
چاندنی ہے نور تیرا عشق میرا نور ہے

۹۔ انجمن ہے ایک میری بھی جہاں رہتا ہوں میں
بزم میں اپنی اگر یکتا ہے تو، تنہا ہوں میں

۱۰۔ مہر کا پرتو ہے تیرے حق میں پیغامِ اجل
خو کر دیتا ہے مجھکو جلوۂ حسنِ ازل

۱۱۔ پھر بھی اے ماہِ مبیں! میں اور ہوں تو اور ہے
درد جس پہلو میں اُٹھتا ہے وہ پہلو اور ہے

۱۲۔ گرچہ میں ظلمت سراپا ہوں سراپا نور تو
سینکڑوں منزل ہے ذوقِ آگہی سے دور تو

۱۳۔ جو مری ہستی کا مقصد ہے مجھے معلوم ہے
یہ چمک وہ ہے جبیں جس سے تری محروم ہے

۱۔ اے چاند تیرا وطن یوں تو میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے لیکن تیری ہی کشش کی وجہ سے میرے دل میں جذبات کی جوار بھاٹا اٹھتی ہے۔

۲۔ تو کس انجمن سے آیا ہے اور کس انجمن میں جا رہا ہے۔ غالباً لمبے سفر کی تکلیف اٹھانے کی وجہ ہی سے تیرے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا ہے۔

۳۔ پیدائش کے اعتبار سے اگرچہ تو نوری ہے اور میں خاکی ہوں لیکن اس سیاہ بختی کے باوجود میری تقدیر تیری تقدیر سے ملتی جلتی ہے۔

۴۔ میں شوقِ دیدار کی جلن میں جل رہا ہوں اور تو سورج کے احسان کا داغ اٹھانے کے باعث مجسم جلن بنا ہوا ہے۔

۵۔ تیری رفتار اگر ایک حلقہ پر قائم ہے تو میں بھی پرکار کی گردش

کی طرح ایک ہی حلقے میں گھوم رہا ہوں۔

۶۔ زندگی کے رستے میں اگر تو سرگرداں ہے تو میں حیران ہوں۔
زندگی کی محفل میں تو چمک رہا ہے تو میں جل رہا ہوں۔

۷۔ ہم دونوں منزلِ مقصود کے راستے میں ہیں۔ تیری محفل پر جو خاموشی ہے وہ میرے دل پر بھی چھائی ہوئی ہے۔

۸۔ تو بھی جستجو میں ہے اور میں بھی تلاش میں ہوں۔ تیرا نور چاند ہے اور میرا نور عشق ہے۔

۹۔ اگرچہ میرے اردگرد انسانوں کی کمی نہیں لیکن تیری طرح میں بھی اپنی محفل میں اکیلا ہوں۔

۱۰۔ سورج کی روشنی تیرے لئے موت کا پیغام ہے اور مجھے حسنِ ازل کا جلوہ سکھا دیتا ہے۔

۱۱۔ اے روشن چاند ان یکسانیوں کے باوجود مجھ میں اور تجھ میں فرق ہے۔ کیونکہ جس پہلو سے درد اٹھتا ہے وہ اندھا ہوتا ہے جو تجھے نہیں لیکن مجھے نصیب ہے۔

۱۲۔ اگرچہ میں مجسم اندھیرا اور تو مجسم روشنی ہے لیکن پھر بھی آگہی کے ذوق نے سینکڑوں منزل دور ہے۔

۱۳۔ میری زندگی کا جو مقصد ہے وہ مجھے معلوم ہے لیکن آگہی کی اس چمک سے تیری پیشانی محروم ہے۔

بلال رضؓ

۱۔ چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا — حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
۲۔ ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی — تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
۳۔ وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے — کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے

۴۔ جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو جو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

۵۔ نظر تھی صورت سلماں اداشناس تری
شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

۶۔ تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا
اویس طاقتِ دیدار کو ترستا تھا

۷۔ مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا
ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

۸۔ تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید
خنک وہ دے کہ تپید و دمے نیا سائید

۹۔ گری کاوہ برق تری جاں نثار کیلئے
کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر

۱۰۔ تپش ز شعلہ گرفتند و بر دل تو زدند
ز برقِ جلوہ بہ خاشاک حاصلِ تو زدند

۱۱۔ ادائے دید سراپا نیاز تھی تری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تری!

۱۲۔ افاں ازل سحر ترے عشق کا تراز بچی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

۱۳۔ خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

۱۔ تیری قسمت کا ستارہ چمکا تو تجھے جوش سے اٹھا کر حجاز لے آیا۔
۲۔ اسی سے تیرا غم کدہ آباد ہوا اور تیری غلامی پہ ہزاروں آزادیاں قربان۔
۳۔ رسولِ پاک کی چوکھٹ سے تو ایک پل کے لئے بھی جدا نہ ہوا۔
اسی عشق کی وجہ سے تو مخالفوں کے مظالم میں بھی لطف اٹھاتا رہا۔
۴۔ عشق میں جو ظلم ہوتے ہیں انہیں ظلم نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ اگر ظلم نہ ہو تو محبت میں مزہ ہی کیا ہے۔
۵۔ تیری نظر بھی سلمان کی طرح ادا جانچنے والی تھی تو دیدار کی جتنی شراب پیتا تھا تیری پیاس اور بڑھتی تھی۔

۶۔ تجھے موسیٰ کی طرح رسول اللہ کے نظارے کے کوہِ طور کو دیکھنے کا سودا تھا۔ لیکن اویس کو رسول اللہ کو دیکھنے کی طاقت نصیب نہ تھی۔

۷۔ مدینہ تیری آنکھوں کے لئے روشنی کا سامان تھا۔ تیرے لئے تو مدینہ کا صحرا ہی طور کا پہاڑ بن گیا۔

۸۔ تیری نظر رسول اللہ کو دیکھتی رہی پھر بھی دیکھنے کی حسرت برقرار رہی۔ مبارک ہے وہ دل جو تڑپتا رہا اور ایک ایک لمحے کے لئے اسے سکون نصیب نہ ہوا۔

۹۔ تیری بے تاب جان پر ایسی بجلی گری کہ تیرا سیاہ چہرہ موسیٰ کے ہاتھ پر خندہ زن ہو گیا۔

۱۰۔ عشقِ رسول کی بجلی نے جلا کر تجھے یہ اونچا مرتبہ دے دیا۔

۱۱۔ رسول اللہ کو تیرے دیکھنے کا انداز بالکل نیاز تھا اور ان کا دیدار ہی تیری نماز تھی۔

۱۲۔ اذانِ ازل کے روز سے تیرے عشق کا گیت بن گئی اور تیری نماز درحقیقت رسول کے دیدار کا ایک بہانہ تھی۔

۱۳۔ کتنا مبارک وقت تھا جب تو مدینہ میں مقیم تھا اور کتنا اچھا وقت تھا اس ذاتِ پاک کا دیدار عام تھا۔

سرگزشتِ آدم

۱۔ سنے کوئی مری غربت کی داستاں مجھ سے
بھلایا قصۂ پیمانِ اوّلیں میں نے

۲۔ لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں
پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے

۳۔ رہی حقیقتِ عالم کی جستجو مجھ کو
دکھایا اوجِ خیالِ فلک نشیں میں نے

۴۔ بدلا مزاجِ تغیر پسند کچھ ایسا
کیا قرارِ زیرِ فلک کہیں میں نے

۵۔ نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی
کبھی بتوں کو بنایا حرم نشیں میں نے

۶۔ کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پہنچا
چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے

۷۔ کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا
کیا فلک کو سفر چھوڑ کر زمیں میں نے

۸۔ کبھی میں غارِ حرا میں چھپا یار برسوں
دیا جہاں کو کبھی جامِ آخری میں نے

۹۔ سنایا ہند میں آ کر سرودِ ربانی
پسند کی کبھی یونان کی زمیں میں نے

۱۰۔ دیا پیامِ ہند نے جس دم مری صدا نہ سنی
بسایا خطۂ جاپان و ملکِ چیں میں نے

۱۱۔ بنایا ذرّوں کو ترکیب سے کبھی عالم
خلافِ معنیٔ تعلیمِ اہلِ دیں میں نے

۱۲۔ لہو سے لال کیا سیکڑوں زمینوں کو
جہاں میں چھیڑ کے پیکارِ عقل و دیں میں نے

۱۳۔ سمجھ میں آئی حقیقت نہ جب ستاروں کی
اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے

۱۴۔ ڈرا سکیں نہ کلیسا کی مجھ کو تلواریں
سکھایا مسئلۂ گردشِ زمیں میں نے

۱۵۔ کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر
لگا کے آئینۂ عقل دہر بیں میں نے

۱۶۔ کیا اسیرِ شعاعوں کو برقِ مشتعل کو
بنا دی غیرتِ جنت یہ سرزمیں میں نے

۱۷۔ یگانہ خبر نہ ملی آہ! رازِ ہستی کی
کیا خرد سے جہاں کو تہِ نگیں میں نے

۱۸۔ ہوئی جو چشمِ خطا بیں پرست و آخر
تو پایا خانۂ دل میں اسے مکیں میں نے

۱۔ میری مسافری کی کہانی کوئی مجھ سے سنے۔ میں نے دنیا میں آ کر خدا سے کیے گئے اس وعدے کو بھلا دیا کہ تیرے سوا کسی کو اپنا معبود نہیں بناؤں گا۔

۲۔ جب میرے اندر شعورِ ذاتی پیدا ہوا تو میرا دل جنت کے باغ سے اچاٹ ہو گیا۔

۳۔ میرے اندر دنیا کی حقیقت کی تلاش کا جذبہ پیدا ہو گیا اور میں نے اپنے تخیلات کی بلندی کا ثبوت دینا شروع کیا۔

۴۔ مجھے کچھ ایسا انقلاب پسند مزاج ملا تھا کہ میں نے آسمان کے نیچے کہیں قرار نہ پایا۔

۵۔ کبھی میں نے کعبے سے پتھر کی مورتیوں کو نکالا اور کبھی میں نے کعبے کو بت خانہ بنا دیا۔

۶۔ کبھی میں خدا سے ہم کلام ہونے کی آرزو میں کوہ طور پر گیا اور میں نے اپنی آستین کے نیچے نورِ ازل کو چھپا لیا۔

۷۔ کبھی مجھے اپنوں نے محبوب کر دیا اور میں زمین کو چھوڑ کر آسمان پر چلا گیا۔

۸۔ کبھی میں سالہا سال تک غارِ حرا میں چھپا رہا۔ اور دنیا کو دینِ حق کا آخری پیالا پلایا۔

۹۔ کبھی میں نے ہندوستان میں آکر توحید کا نغمہ سنایا اور کبھی میں نے توحیدِ الٰہی کا درس دینے کے لیے یونان کی سرزمین کو پسند کیا۔

۱۰۔ جس وقت ہندوستان والوں نے میری آواز نہ سنی تو میں نے چین اور جاپان میں جا کر اپنے پیغام کا پرچار کیا۔

۱۱۔ کبھی میں نے یہ ثابت کیا کہ دنیا ذروں کے باہم مل جانے سے بنی ہے اور میرا یہ بات دیں داروں کی تعلیم کے مقصد کے خلاف تھی۔

۱۲۔ کبھی میں نے عقل اور دین کی لڑائی چھیڑ کر سینکڑوں دینوں کو ان کے لہو سے سُرخ کیا۔

۱۳۔ جب اجرامِ فلکی کی حقیقت میری سمجھ میں نہ آئی تو میں نے غور و فکر کرتے ہوئے ہی کئی راتیں گزار دیں۔

۱۴۔ میں نے زمین کی گردش کا مسئلہ دنیا کو سکھایا اور مسیحی پادریوں کی تلواریں بھی مجھے نہ ڈرا سکیں۔

۱۵۔ کبھی میں نے عقل کی دوربین لگا کر کشش ثقل کا قانون دنیا پر ظاہر کیا۔

۱۶۔ میں نے سورج کی شعاعوں کو قید کیا۔ تڑپنے والی بجلی کو قابو میں لایا۔ اور اس کی مدد سے زمین کو بہشت کے لئے قابل رشک بنا دیا۔

۱۷۔ اگرچہ عقل کی بدولت میں نے قوائے فطرت کو مسخر کر لیا لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس کائنات کو بنانے والا کون ہے۔

۱۸۔ لیکن جب میری ظاہر بین آنکھ روشن ہو گئی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا اور اس کائنات کا خالق تو میرے دل میں موجود ہے۔

ترانۂ ہندی

۱۔ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

۲۔ غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا

۳۔ پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا

۴۔ گودی میں کھیلتی ہیں اسکی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشک جناں ہمارا

۵۔ اے آبِ رودِ گنگا! وہ دن ہے یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

۶۔ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

۷۔ یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا

۸۔ کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری

صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا
۹۔ اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

۱۔ ہمارا ہندوستاں ساری دنیا سے اچھا ہے۔ یہ ہمارا باغ ہے اور ہم اس کی بلبلیں ہیں۔

۲۔ اگر ہم پردیس میں بھی ہوں تو ہمارا دل وطن ہی کو یاد کرتا رہتا ہے اور جہاں ہمارا دل موجود ہو ہمیں بھی وہیں سمجھ لو۔

۳۔ دنیا میں سب سے اونچا پہاڑ ہمالہ جو اتنا بلند ہے کہ آسمان کا ہمسایہ معلوم ہوتا ہے وہ ہمارا پہرے دار اور ہماری حفاظت کرنے والا ہے۔

۴۔ ہمالیہ کی گود میں ہزاروں ندیاں بہہ رہی ہیں جن کے سیراب کرنے کی وجہ سے ہمارا باغ بہشت کے لئے بھی رشک کا باعث ہے۔

۵۔ اے گنگا کے دریا کیا تجھے وہ دن یاد ہیں جب ہمارا قافلہ تیرے کنارے اترا تھا۔

۶۔ مذہب ایک دوسرے سے دشمنی کرنا نہیں سکھاتا۔ اختلافِ مذاہب کے باوجود ہم سب ہندوستانی ہیں اور ہمارا وطن ہندوستان ہے۔

۷۔ یونان۔ مصر اور روما کی پرانی سلطنتیں دنیا سے مٹ گئیں۔ لیکن ہمارا نام و نشان ابھی تک موجود ہے۔

۸۔ زمانے کی گردش اگرچہ سینکڑوں سالوں سے ہماری دشمن رہی ہے لیکن اس میں کوئی نہ کوئی تو بھید ہے کہ ہماری ہستی ابھی تک قائم ہے

۹۔ اے اقبال دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو ہمارے دل کے بھید جانتا ہو اس لئے کسی کو ہمارے چھپے ہوئے دکھ درد کا حال کیا معلوم ہو سکتا ہے۔

جگنو

۱۔ جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

۲۔ آیا ہے آسماں سے اڑ کر کوئی ستارہ
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں

۳۔ یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر بن کر
غربت میں آ کے چمکا گمنام تھا وطن میں

۴۔ تحفہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا
ذرہ ہے یا طلائی سورج کے پیرہن میں

۵۔ حسنِ قدیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی
لے آئی جس کو قدرت خلوت کی انجمن میں

۶۔ چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی
نکلا سمجھ گہن سے آیا بھی گہن میں

۷۔ پروانہ اک پتنگا جگنو بھی اک پتنگا
وہ روشنی کا طالب یہ روشنی سراپا

۸۔ ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی
پروانہ کو تپش دی جگنو کو روشنی دی

۹۔ رکھیں تو اپنایا مرغانِ بے زباں کو
گل کو زبانِ دیگر تسلیم خوشی دی

۱۰۔ نظارۂ شفق کی خوبی زوال میں تھی
چمکا کے اس پری کو تھوڑی سی زندگی دی

۱۱۔ رنگیں کیا سحر کو بانکی دلہن کی صورت
پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی

۱۲۔ پایہ دیا شجر کو پرواز دی ہوا کو
پانی کو دی روانی موجوں کو بیکلی دی

۱۳۔ یہ امتیاز لیکن اک بات ہے ہماری
جگنو کا دن وہی ہے جو رات ہے ہماری

۱۴۔ حسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے
انساں میں وہ سخن ہے غنچے میں وہ چٹک ہے

۱۵۔ یہ چاند آسماں کا شاعر کا دل ہے گویا
واں چاندنی ہے جو کچھ یاں درد کی کسک ہے

۱۶۔ انداز گفتگو نے دھوکے دیئے ہیں ورنہ
نغمہ ہے طوطی بلبل بو پھول کی مہک ہے

۱۷۔ کثرت میں ہو گیا ہے وحدت راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

۱۸۔ یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو
ہر گل میں جبکہ پنہاں خاموشیٔ ازل ہو

۱۔ باغ کے صحن میں جگنو چمک رہا ہے یا پھولوں کی محفل میں شمع جل رہی ہے۔
۲۔ یا آسمان سے کوئی ستارہ باغ میں آگیا ہے یا چاند کی کرن میں زندگی پیدا ہوگئی ہے۔
۳۔ یا رات کی سلطنت میں دن کا ایلچی آیا ہے جو اپنے دیس میں گمنام تھا اور یہاں پر دیس میں آکر چمکنے لگا ہے۔
۴۔ یا چاند کی قبا کا کوئی بٹن گر پڑا ہے یا سورج کا لباس پہن کر کوئی ذرہ جگمگا رہا ہے۔
۵۔ یا یہ خدا کے حسن کی ایک جھلک تھی جسے خدا کی قدرت عالم بالا کی خلوت سے دنیا کی انجمن میں لے آئی۔
۶۔ یہ جگنو گویا ایک چھوٹا سا چاند ہے جس میں اندھیرا بھی ہے اور اجالا کبھی کبھی اسے گہن لگ جاتا ہے اور کبھی یہ گہن سے نکل آتا ہے۔
۷۔ یوں دیکھنے میں تو پروانہ اور جگنو دونوں پتنگے ہیں لیکن خدا کی قدرت ہے کہ پروانہ روشنی کا طالب ہے اور جگنو خود روشنی ہے۔
۸۔ اللہ نے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خاصیت رکھ دی ہے جیسے پروانے کو شمع کے عشق کی تڑپ بخشی ہے تو جگنو کو روشنی دی ہے۔
۹۔ بے زبان پرندوں کو بڑی سریلی آواز عطا کی تو پھول کو زبان دے کر بھی چپ رہنا سکھایا۔
۱۰۔ شفق کے نظارے کی خوبی اسی میں ہے کہ وہ جلد غائب ہو جاتا ہے اسی لیے اس پری کو بہت تھوڑی عمر دی ہے۔
۱۱۔ صبح کو خوب صورت دلہن کی طرح رنگین بنایا اور اسے سُرخ لباس پہنا کر شبنم کی آرسی دے دی۔
۱۲۔ درخت کو سایہ دیا ہوا کو اڑان دی۔ پانی کو چلنا سکھایا اور موجوں کو بے چینی بخشی۔

۱۳۔ یہ فرق اور اختلاف ہمیں نے قائم کئے ہیں۔ جب ہماری رات ہوتی ہے تو جگنو کا دن ہوتا ہے۔

۱۴۔ دنیا کی ہر چیز میں خدا کے جلوے کی جھلک ہے جو چیز انسان میں گویائی ہے وہی غنچے میں چٹک ہے۔

۱۵۔ چاند کی چاندنی میں اس کی قدرت کا جو کرشمہ نظر آتا ہے وہی شاعر کے دل میں کسک بن کر ظاہر ہوتا ہے۔

۱۶۔ ہماری بات چیت کے طریقے نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے ورنہ بلبل کی فریاد خوشبو ہے اور پھول کی خوشبو چہک ہے۔

۱۷۔ وحدت کا بھید کثرت میں چھپ گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جو نور جگنو میں چمک بنا ہوا ہے اس نے پھول میں خوشبو کی صورت اختیار کر رکھی ہے۔

۱۸۔ جب حقیقت ایک ہے اور ہر چیز میں ازل کی خاموشی چھپی ہوئی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اختلاف کو شور و غوغا کا مقام کیوں بنا لیا گیا۔

صبح کا ستارہ

۱۔ لطف ہمسائیگی شمس و قمر کو چھوڑوں
اور اس خدمت پیغام سحر کو چھوڑوں

۲۔ میرے حق میں تو نہیں تاروں کا بستر اچھا
اس بلندی سے زمیں والوں کی پستی اچھی

۳۔ آسماں کیا عدم آباد وطن ہے میرا
صبح کا دامن صد چاک کفن ہے میرا

۴۔ میری قسمت میں ہے ہر روز کا مرنا جینا
ساقیٔ موت کے ہاتھوں سے سبو حی پینا

۵۔ نہ یہ خدمت۔ نہ یہ عزت نہ یہ رفعت اچھی
اس گھڑی بھر کے چمکنے سے یہ ظلمت اچھی

۶۔ میری قدرت میں جو ہوتا تو نہ اختر بنتا
قصر دریا میں چمکتا ہوا گوہر بنتا

۷۔ دن بھی موجوں کی کشاکش سے جو دل گھبراتا
چھوڑ کر بحر نہیں زیب فلک ہو جاتا

۸۔ ہے چمکنے میں مرا حسن کا زیور بن کر
زینتِ تاجِ سرِ بانوئے قیصر بن کر

۹۔ ایک پتھر کے جو ٹکڑے کا نصیبہ جاگا
خاتمِ دستِ سلیماں کا نگیں بن کے رہا

۱۰۔ ایسی چیزوں کا مگر دہر میں ہے کام شکست
ہے گہرہائے گراں مایہ کا انجام شکست

۱۱۔ زندگی وہ ہے کہ جو ہو نہ شناسائے اجل
کیا وہ جینا ہے کہ ہو جس میں تقاضائے اجل

۱۲۔ ہے یہ انجام اگر زینتِ عالم ہو کر
کیوں نہ گر جاؤں کسی پھول پہ شبنم ہو کر

۱۳۔ کسی بیکس کی فغاں میں ستاروں میں رہوں
کسی مظلوم کی آہوں کے شراروں میں رہوں

۱۴۔ اشک بن کر سرِ مژگاں سے ٹپک جاؤں میں
کیوں نہ اس بیوی کی آنکھوں سے ٹپک جاؤں میں

۱۵۔ جس کا شوہر ہو رواں ہو کے زرہ میں مستور
سوئے میدانِ وغا حبِّ وطن سے مجبور

۱۶۔ یاس و اُمید کا نظارہ جو دکھلاتی ہو
جس کی خاموشی سے تقریر بھی شرماتی ہو

۱۷۔ جس کو شوہر کی رضا تابِ شکیبائی دے
اور نگاہوں کو حیا طاقتِ گویائی دے

۱۸۔ زردیِ رخصت کی گھڑی عارض گلگوں ہو جائے
کششِ حسنِ غمِ ہجر سے افزوں ہو جائے

۱۹۔ لاکھ وہ ضبط کرے پر میں ٹپک ہی جاؤں
ساغرِ دیدۂ پرنم سے چھلک ہی جاؤں

۲۰۔ خاک میں مل کے حیاتِ ابدی پا جاؤں
عشق کا سوز زمانے کو دکھاتا جاؤں

۱۔ میرا جی چاہتا ہے کہ چاند اور سورج کے پڑوس کا لطف چھوڑ دوں اور صبح کے نمودار ہونے کا پیغام دینا ترک کر دوں۔

۲۔ تاروں کی یہ بستی میرے لئے اچھی نہیں اس بلندی سے تو مجھے زمین والوں کی بستی اچھی معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ میرا وطن آسمان کیا بلکہ عدم ہے اور صبح کا سوہانا وقت والا دامن میرے لئے اپنے کفن بن جاتا ہے۔

۴۔ میری تقدیر میں ہر روز جینا اور مرنا لکھا ہے اور موت کا ساقی

ہاتھ سے مجھے صبح کی شراب پلاتا ہے۔

۵۔ یہ خدمت۔ یہ عزت اور یہ بلندی بالکل اچھی نہیں ہے اس پل بھر کے چمکنے سے تو اندھیرا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ میرے بس میں ہوتا تو میں کبھی ستارہ نہ بنتا بلکہ سمندر کی تہ میں چمکتا ہوا موتی بن جاتا۔

۷۔ اور اگر وہاں بھی موجوں کی کھینچ تان سے دل گھبراتا تو کسی حسین کے گلے کی زینت بن جاتا۔

۸۔ قیصر کی ملکہ کے تاج کی زینت بڑھانے اور حسن کا زیور بننے ہی میں چمکنے کا مزا ہے۔

۹۔ پتھر کے ایک ٹکڑے کا نصیب جاگ اٹھا اور وہ حضرت سلیمان کے ہاتھ کی انگوٹھی میں نگینہ بن گیا۔

۱۰۔ لیکن ایسی چیزوں کو بھی زمانہ آخر توڑ ہی دیتا ہے۔ بیش قیمت موتیوں کا انجام بھی ٹوٹنے کے سوا کچھ نہیں۔

۱۱۔ اصل زندگی وہی ہے جو موت سے ناواقف ہو وہ جینا بھی کیا جینا ہے جس میں موت کا کھٹکا ہی لگا رہے۔

۱۲۔ اگر دنیا کی زینت کا نتیجہ یہی ہے تو کیا ہی اچھا ہو شبنم بن کر کسی پھول پر گر جاؤں۔

۱۳۔ اس سے تو بہتر ہے کہ کسی حسین کی پیشانی پر چنی ہوئی افشاں کے ستاروں میں شامل ہو جاؤں یا ظلم کے کسی مارے ہوئے کی آہوں کی چنگاریوں میں ملا دوں۔

۱۴۔ یا آنسو بن کر پلکوں کے سرے پر ٹک جاؤں اور اس پیاری کی آنکھوں سے ٹپک جاؤں تو اور بھی اچھا ہے۔

۱۵۔ جس کا شوہر وطن کی محبت سے مجبور ہو کر زرہ میں ڈوبا ہوا لڑائی کے میدان کی طرف روانہ ہو۔

۱۶۔ اور یہی امید اور نا امیدی کی تصویر بنی ہوئی ہو اور جس کی خاموشی سے تقریر بھی شرما رہی ہو۔

۱۷۔ شوہر کی رضامندی اس میں صبر کی طاقت پیدا کر دے۔ حیا کی وجہ سے خود تو چپ رہے لیکن اس کی نگاہیں بول رہی ہوں۔

۱۸۔ شوہر کی روانگی کے وقت اس کے پھول جیسے رخسار پیلے ہو جائیں اور جدائی کے غم سے اس کے حسن کی کشش اور بڑھ جائے۔

۱۹۔ وہ لاکھ ضبط کرے لیکن میں ٹپک ہی جاؤں اور اس کی آنسوؤں بھری ہوئی آنکھ کے کٹورے سے چھلک ہی پڑوں۔

۲۰۔ آنکھ سے ٹپکتے ہی مٹی میں مل جاؤں اور مٹی میں مل کر ہمیشہ کی زندگی پالوں اور پھر دنیا مجھ سے عشق کی جلن کا سبق لیتی رہے۔

ہندوستانی بچوں کا قومی گیت

۱۔ چشتی نے جس زمیں پر پیغام حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا

۲۔ تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشت عرب چھڑایا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

۳۔ یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا
سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا

۴۔ مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا
ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

۵۔ ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے
پھر تاب دے کے جس نے چمکائے آسماں سے

۶۔ وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے
میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

۷۔ بندے کلیم جس کے پربت جہاں کے سینا!
نوحِ نبی کا آکر ٹھیرا جہاں سفینا

۸۔ رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینا
جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا

میرا وطن وہی ہے۔ میرا وطن وہی ہے

۱۔ جس سرزمین پر معین الدین چشتی نے خدا کا پیغام سنایا اور جس باغ میں نانک نے خدا کے ایک ہونے کا گیت گایا۔

۲۔ تاتاریوں نے جسے فتح کرنے کے بعد اپنا وطن بنایا اور جہاں اہل عرب کے خیمگوں کو چھوڑ کر آئے میرا وطن وہی ہے۔

۳۔ جہاں کے علم و فلسفہ نے یونانیوں تک کو حیران کر دیا تھا اور جس نے پوری دنیا کو علم اور ہنر سکھایا تھا۔

۴۔ جس کی مٹی کو خدا نے سونے کی تاثیر بخشی تھی اور جس نے ترکوں کا دامن ہیروں سے بھر کر انھیں مالا مال کر دیا تھا میرا وطن وہی ہے۔

۵۔ ایران سے جو بڑے بڑے پارسی آئے تھے اور جس سرزمین نے انھیں چمک دمک دیکر آسمان کے ستاروں کی طرح چمکا دیا تھا۔

۶۔ جس جگہ سے دنیا نے خدا کے ایک ہونے کا نغمہ سنا اور جہاں سے رسول اللہ کو ٹھنڈی ہوائیں آئیں میرا وہی وطن ہے۔

۷۔ جہاں کے باشندے موسےٰ کے برابر ہیں اور جہاں کے پہاڑ کوہ طور ہیں کشتۂ نوح جہاں آکر ٹھہری تھی۔

۸۔ جس زمیں کی بلندی آسمان کی چھت کا زینہ ہے اور جہاں کی زندگی گزارنا جنت میں زندگی گزارنے کے برابر ہے میرا وہی وطن ہے۔

نیا شوالہ

۱۔ سچ کہدوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بت ہو گئے پرانے

۲۔ اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا
جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدایا

۳۔ تنگ آکے میں نے آخر دیر و حرم کو چھوڑا
واعظ کا وعظ چھوڑا چھوڑے ترے فسانے

۴۔ پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجکو ہر ذرہ دیوتا ہے

۵۔ آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں — بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں
۶۔ سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی — آ اک نیا شوالہ اس دیس میں بنا دیں
۷۔ دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہوا اپنا تیرتھ — دامانِ آسماں سے اس کا کلس ملا دیں
۸۔ ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے — سارے پجاریوں کو پریت کی پلا دیں
۹۔ شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے — دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

۱۔ اے برہمن! اگر تو برا نہ مانے تو یہ بات سچ سچ کہہ دوں کہ تیرے مندر کے بت پرانے ہو گئے ہیں۔

۲۔ اپنوں سے دشمنی کرنا تو نے بتوں سے سیکھا ہے داغظ کو بھی خدا نے لڑنے جھگڑنے کا طریقہ سکھا دیا ہے۔

۳۔ آخر تنگ آ کر میں نے مسجد مندر دونوں چھوڑ دیئے۔ واعظ کا وعظ اور تیرے مذہبی قصے سننے چھوڑ دیئے۔

۴۔ تو سمجھتا ہے کہ خدا پتھر کی مورتوں میں ہے لیکن میرے لئے وطن کی مٹی کا ذرہ ذرہ دیوتا ہے۔

۵۔ آ ایک بار پھر بے گانگی کے پردے اٹھا دیں۔ جدائی اور دوری کے نقش مٹا کر بچھڑے ہوؤں کو آپس میں ملا دیں۔

۶۔ ایک مدت سے دل کی بستی سونی پڑی ہوئی ہے۔ آ اس وطن میں ایک نیا عبادت خانہ تعمیر کر دیں۔

۷۔ دنیا بھر کے تیرتھوں سے اپنا تیرتھ اونچا ہو اور اس کے گنبد کی کلغی کو ہم آسمان سے ملا دیں۔

۸۔ ہر روز صبح کو ہم میٹھے میٹھے منتر گائیں اور سارے پجاریوں کو محبت

کی شراب پلادیں۔

۹۔ پجاریوں کے گیت دل کو طاقت اور سکون بخشنے والے ہیں اور زمین پر رہنے والے صرف محبت ہی کی وجہ سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

داغ

۱۔ عظمتِ غالب ہے اک مدت سے پیوندِ زمیں
لہدئ مجروح ہے شہرِ خموشاں کا مکیں!

۲۔ توڑ ڈالی موت نے غربت میں مینائے امیر
چشمِ محفل میں ہے اب تک کیف صہبائے امیر

۳۔ آج لیکن ہم نوا سارا چمن ماتم میں ہے
شمعِ روشن بجھ گئی بزمِ سخن ماتم میں ہے

۴۔ بلبلِ دلی نے باندھا اس چمن میں آشیاں
ہم نوا ہیں سب عنادل باغِ ہستی کے جہاں

۵۔ چل بسا داغ آہ میت اس کی زیبِ دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

۶۔ اب کہاں وہ بانکپن وہ شوخئ طرزِ بیاں
آگ تھی کافورِ پیری میں جوانی کی نہاں

۷۔ تھی زبانِ داغ پر جو آرزو ہر دل میں ہے
لیلیٰ معنی وہاں بے پردہ یاں محمل میں ہے

۸۔ اب صبا سے کون پوچھے گا سکوتِ گل کا راز
کون سمجھے گا چمن میں نالۂ بلبل کا راز

۹۔ تھی حقیقت سے نہ غفلت فکر کی پرواز میں!
آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں!

۱۰۔ اور دِکھلائیں گے مضموں کی ہمیں باریکیاں
اپنے فکرِ نکتہ آرا کی فلک پیمائیاں

۱۱۔ تلخیٔ دوراں کے نقشے کھینچ کر دلوائیں گے
یا تخیل کی نئی دنیا ہمیں دِکھلائیں گے

۱۲۔ اس چمن میں ہوں گے پیدا بلبلِ شیراز بھی
سینکڑوں ساحر بھی ہوں صاحبِ اعجاز بھی

۱۳۔ اُٹھیں گے آذر ہزاروں شعر کے پیمانے سے
مے پلائیں گے نئے ساقی نئے پیمانے سے

۱۴۔ لکھی جائیں گی کتابیں دل کی تقریریں بہت
ہوں گی اے خوابِ جوانی تیری تعبیریں بہت

۱۵۔ بلبلِ بیہوش کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون
اُٹھ گیا ناوک فگن مارے دلِ پر تیر کون

۱۶۔ اشک کے دانے زمینِ شعر میں بوتا ہوں میں
تو بھی رو اے خاکِ دل داغِ کو روتا ہوں میں

۱۷۔ اے جہاں آباد اے سرمایۂ بزمِ سخن
ہو گیا پھر آہ پامالِ خزاں تیرا چمن

۱۸۔ وہ گلِ رنگیں ترا رخصت مثالِ بو ہوا !
آہ خالی داغ سے کاشانۂ اردو ہوا

۱۹۔ تھی نہ شاید کچھ کشش ایسی وطن کی خاک میں
وہ میسر کامل ہوا پنہاں جس کی خاک میں

۲۰۔ اُٹھ گئے ساقی جو تھے مے خانہ خالی رہ گیا
یا گیا بزمِ دلی ایک حال رہ گیا

۲۱۔ آرزو کو خون رلواتی ہے بیدادِ اجل

مارتا ہے تیر تاریکی میں صیادِ اجل
۲۲۔ کھل نہیں سکتی شکایت کے لیے لیکن زباں
ہے خزاں کا رنگ بھی وجہِ قیامِ گلستاں

۲۳۔ ایک ہی قانونِ عالمگیر کے ہیں سب اثر
بوئے گل کا باغ سے گلچیں کا دنیا سے سفر

۱۔ غالب کو وفات پائے ایک زمانہ گزر چکا ہے اور میر مہدی مجروح بھی قبرستان میں مقیم ہے۔

۲۔ اگرچہ اہلِ محفل کی آنکھوں میں امیر مینائی کی شراب کا اثر ابھی تک باقی ہے لیکن موت نے امیر کی صراحی بھی پردیس میں توڑ ڈالی۔

۳۔ اے ہم نفا آج سارا باغ ماتم میں ہے۔ روشن شمع کے بجھ جانے سے شاعری کی انجمن پر بھی ماتم چھا گیا۔

۴۔ دلی کے بلبل داغ نے اب اس باغ میں اپنا گھونسلا بنا لیا جہاں باغِ ہستی کے تمام بلبل اس کے ہم نوا ہیں۔

۵۔ افسوس داغ کا انتقال ہو گیا اور اس کی میت کندھوں کی زینت بن گئی۔ شاہ جہاں آباد کے آخری شاعر نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

۶۔ اب وہ بانکپن اور طرزِ بیاں کی وہ شوخی کہاں داغ کے بوڑھاپے کے کافور میں بھی جوانی کی آگ چھپی ہوئی تھی۔

۷۔ وہ خواہش جو دوسروں کے دل میں ہوتی تھی داغ اپنے شعروں کی زبان میں کہہ دیتا تھا یعنی کی سلمیٰ کے لیے لوگوں کے دل اگرچہ محمل کی حیثیت رکھتے تھے لیکن داغ کی زبان پر وہ لیلیٰ جیسے پردے سے باہر نکل آتی تھی۔

۸۔ اب پھول کی خاموشی کا بھید بادِ صبا سے کون دریافت کرے گا اور اب باغ میں بلبل کے نالے کا راز کون سمجھے گا۔

۹۔ شعر کہتے وقت اس کی فکر کی بلند پروازی حقیقت سے غافل نہ ہوتی تھی۔ پرندہ گھونسلے سے اڑ کر بھی اپنی نظریں گھونسلے پر ہی جمائے رکھتا تھا۔

۱۰۔ یوں تو بہت سے ایسے شاعر بھی ہوں گے جو ہمیں اپنے مضامین کی باریکیاں دکھائیں گے اور اپنے فکر کی بلند پروازیوں سے بڑے بڑے نازک نکتے پیدا کریں گے۔

۱۱۔ زمانے کی تلخیوں کی تصویریں کھینچ کر ہمیشہ رلائیں گے اور ہمیں خیالوں کی نئی دنیا دکھائیں گے۔

۱۲۔ اس شعر و شاعری کے باغ میں حافظ شیرازی جیسے بلبل بھی پیدا ہوں گے۔ اور سنیکڑوں جادوگر بھی ہوں گے۔

۱۳۔ شعر و شاعری کے بت خانے سے ہزاروں بت تراش بھی اٹھیں گے۔ نئے نئے پیالوں میں نئے نئے ساقی شراب پلائیں گے۔

۱۴۔ دل کی کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی جائیں گی اور جوانی کے خواب کی کئی تعبیریں بھی بیان کی جائیں گی۔

۱۵۔ لیکن عشق کی تصویر ہو بہو کون کھینچے گا۔ داغ ایسا تیر انداز چل بسا اب دل پر تیر کون چلائے گا۔

۱۶۔ میں شعر کی لڑی میں آنسوؤں کے دانے پرو رہا ہوں۔ اے دلی کی لڑکی تو بھی رو کیونکہ میں داغ کو رو رہا ہوں۔

۱۷۔ اے دلی اور اے شاعری کی محفل کے سرمائے تیرا باغ آج پھر خزاں نے روند ڈالا۔

۱۸۔ تیرا وہ رنگین پھول خوشبو کی طرح اڑ گیا اور اردو کا گھر داغ

سے خالی ہو گیا۔

۱۹۔ دہلی کی مٹی میں شاید اس کے لئے کچھ زیادہ کشش نہ تھی ورنہ وہ چودھویں کا چاند یعنی داغ دکن کی مٹی میں دفن نہ ہوتا۔

۲۰۔ شراب پلانے والوں کے اٹھ جانے سے شراب خانہ خالی رہ گیا اب تو محفل کی یادگار کے طور پر صرف حالی باقی ہے۔

۲۱۔ موت بہ شکاری اندھیرے میں تیر چلاتا ہے اور موت کا ظلم آرزو کو خون رلواتا ہے۔

۲۲۔ پھر بھی شکایت کے لئے زبان نہیں کھل سکتی کیونکہ خزاں بھی باغ کے قائم رہنے کی ایک وجہ ہے۔

۲۳۔ پھول کی خوشبو کا باغ سے اور پھول توڑنے والے کا دنیا سے سفر کرنا ایک ہی عالمگیر قانون کے اثر ہیں یعنی موت سب کے لئے ناگزیر ہے۔

ابر

۱۔ اٹھی پھر آج وہ پورب سے کالی کالی گھٹا
سیاہ پوش ہوا پھر پہاڑ سرِ بن کا!

۲۔ نہاں ہوا جو رخِ مہر زیرِ دامنِ ابر
ہوائے سرد بھی آئی سوائے توسنِ ابر

۳۔ گرج کا شور نہیں ہے خموش ہے یہ گھٹا
عجیب میکدۂ بے خروش ہے یہ گھٹا

۴۔ چمن میں حکم نشاطِ مدام لائی ہے
قبائے گل میں گہر ٹانکنے کو آئی ہے

۵۔ جو پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے بہو
زمیں کی گود میں جو پڑ کے سو رہے تھے آ ٹھے

۶۔ ہوا کے زور سے اُبھرا۔ بڑھا۔ اڑا بادل
اُٹھی وہ اور گھٹا لو برس پڑا بادل

۷۔ عجیب خیمہ ہے کہسار کے نہالوں کا
یہیں قیام ہو وادی میں گھومنے والوں کا

۱۔ آج پھر مشرق سے کالی کالی گھٹا اٹھی اور پھر سرین کے پہاڑ نے سیاہ لباس پہن لیا۔

۲۔ بادل کے دامن کے نیچے جب سورج کا چہرہ چھپا تو ٹھنڈی ہوا ابھی بادل کے گھوڑے پر سوار ہو کر آ گئی۔

۳۔ گرج کا کوئی شور نہیں اور گھٹا بالکل خاموش ہے گھٹا کیا ہے ایک عجیب و غریب شراب خانہ ہے جس میں مطلقاً شور نہیں ہے۔

۴۔ یہ گھٹا باغ میں ہمیشہ قائم رہنے والی خوشی کا پیغام لائی ہے برسے گی تو پھولوں کے لباس میں موتی ٹانک دے گی۔

۵۔ جو پھول سورج کی گرمی سے مرجھا رہے تھے پھر شاداب ہو گئے۔ جو زمین کی گود میں سو چکے تھے۔ جاگ اُٹھے یعنی دوبارہ کھل اٹھے۔

۶۔ بادل ہوا کے زور سے پہلے اُبھرا۔ پھر بڑھا اور پھر اڑنے لگا۔ لو وہ اور گھٹا اُٹھی اور بادل برسنا شروع ہو گیا۔

۷۔ پہاڑ کے درختوں نے بھی عجیب خیمہ بنا رکھا ہے۔ وادی میں سیر کرنے والوں کو اسی خیمے میں قیام کرنا چاہیے۔

ایک پرندہ اور جگنو

۱۔ سرِ شام ایک مرغِ نغمہ سرا
کسی ٹہنی پہ بیٹھا گا رہا تھا

۲۔ چمکتی چیز اک دیکھی زمیں پر
اُڑا اور اُس سے جگنو سمجھ کر

۳۔ کہا جگنو نے او مرغِ نوا ریز
نہ کر بے کس پہ منقار اپنی تیز

۴۔ تجھے جس نے چمک گل کو مہک دی
اُسی اللہ نے مجھ کو چمک دی

۵۔ لبادے نور کے میں مستور ہوں میں
پتنگوں کے جہاں کا طور ہوں میں

۶۔ جب تیری بہشتِ گوش اگر ہو
چمک میری بھی فردوسِ نظر ہے

۷۔ پروں کو میرے قدرت نے ضیائی
مجھے اُس نے صدائے دلربائی دی

۸۔ تری منقار کو گانا سکھایا
مجھے گلزار کی مشعل بنایا

۹۔ چمک بخشی مجھے آواز تجھ کو
دیا ہے سوز مجھ کو، ساز تجھ کو

۱۰۔ مخالف ساز کا ہوتا نہیں سوز
جہاں میں ساز کا ہمنشیں ہے سوز

۱۱۔ قیامِ بزمِ ہستی ہے انہیں سے
ظہورِ اوج و پستی ہے انہیں سے

۱۲۔ ہم آہنگی سے محفل ہے جہاں کی
اسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

۱۔ شام کے وقت ایک گانے والا پرندہ کسی ٹہنی پر بیٹھا ہوا گا رہا تھا۔

۲۔ اس نے زمین پر ایک چمکتی ہوئی چیز دیکھی۔ اسے جگنو سمجھ کر وہ پرندہ اپنی ٹہنی پر سے اڑا اور اس کے پاس جا پہنچا۔

۳۔ جگنو نے کہا کہ اے گانے والے پرندے مجھ بے سہارا پر اپنے لالچ کی چونچ تیز نہ کر۔

۴۔ جس خدا نے تجھے چہکنے اور پھول کو مہکنے کی نعمت دی ہے اُسی نے مجھے بھی چمکنے کی طاقت بخشی ہے۔

۵۔ میں نے روشنی کے کپڑے پہن رکھے ہیں اور میں کیڑوں کی دنیا میں طور کے پہاڑ کا درجہ رکھتا ہوں۔

۶۔ تیرا گانا اگر کانوں کے لئے جنت ہے تو میری روشنی بھی

آنکھوں کے لئے بہشت ہے۔

۷۔ قدرت نے تیرے پروں کو روشنی اور تجھے دل کو موہ لینے والی آواز دی۔

۸۔ تیری چونچ کو اس نے اگر گانا سنایا ہے تو مجھے بھی باغ کا چراغ بنایا ہے۔

۹۔ مجھے چمک عطا ہوئی اور تجھے آواز۔ مجھے جلن دی گئی اور تجھے نغمہ۔

۱۰۔ لیکن جلن نغمے کی مخالف نہیں ہوتی دنیا میں جلن اور نغمے کا ساتھ ہے۔

۱۱۔ دنیا کی محفلیں اور تمام کمال و زوال کے مظاہر ان دونوں کی وجہ ہی سے ہیں۔

۱۲۔ دنیا کی محفل کا اتحاد اور دنیا کے باغ کی بہار انھیں دونوں کے دم سے ہے۔

بچہ اور شمع

۱۔ کیسی حیرانی ہے یہ اے طفلکِ پرواز خو
شمع کے شعلوں کو گھڑیوں دیکھتا رہتا ہے تو

۲۔ یہ مری آغوش میں سہمے ہوئے جنبش ہے کیا
روشنی سے کیا لگاؤ کی ہے تیرا دعا

۳۔ اس نظارے سے ترا ننھا سا دل حیران ہے
یہ کسی دیکھی ہوئی شے کی مگر پہچان ہے

۴۔ شمع اک شعلہ ہے، لیکن تو سراپا نور ہے
آہ! اس محفل میں غرقاں ہے تو مستور ہے

۵۔ دستِ قدرت نے اسے کیا جانے کیوں ویراں کیا
تجھ کو خاکِ تیرہ کے نالوں میں پنہاں کیا

۶۔ نور تیرا چھپ گیا زیرِ نقاب آ گہی !
ہے غبارِ دیدۂ بینا حجاب آگہی

۷۔ زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ
خواب ہے غفلت ہے سرمستی ہے بیہوشی ہے یہ

۸۔ محفلِ قدرت ہے اک دریائے بے پایانِ حسن
آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حسن

۹۔ حسن کوہستاں کی ہیبتناک خاموشی میں ہے !
مہر کی صد گونہ گستری شب کی سیہ پوشی میں ہے

۱۰۔ آسمانِ صبح کی آئینہ پوشی میں ہے یہ !
شام کی ظلمت شفق کی گل فروشی میں ہے یہ

۱۱۔ عظمتِ دیرینہ کے مٹتے ہوئے آثار ہیں !
طفلکِ ناآشنا کی کوششِ گفتار میں

۱۲۔ ساکنانِ صحنِ گلشن کی ہم آوازی میں ہے !
ننھے ننھے طائروں کی آشیاں سازی میں ہے

۱۳۔ چشمۂ کہسار میں دریا کی آزادی میں حسن !
شہر میں صحرا میں ویرانے میں آبادی میں حسن

۱۴۔ روح کو لیکن کسی گم گشتہ شے کی ہے ہوس
ورنہ اس صحرا میں کیوں نالاں ہے یہ مثلِ جرس

۱۵۔ حسن کے اس عام جلوے میں بھی یہ بیتاب ہے
زندگی اس کی مثالِ ماہیِ بے آب ہے

۱۔ اے پروانے کی خصلت رکھنے والے چھوٹے سے بچے! کیا بات ہے تو شمع کو حیران ہو کر گھڑیوں کیوں دیکھتا رہتا ہے۔

۲۔ شمع کو دیکھتے ہی میری گود میں کیوں ہلنا جلنا شروع کر دیتا ہے۔ کیا تو روشنی سے لفنگیر ہونا چاہتا ہے۔

۳۔ شمع کو دیکھ کر تیرا ننھا سا دل حیران ہو گیا ہے۔ شاید یہ روشنی تو نے پہلے بھی کہیں دیکھی ہوئی ہے اور اب اسے تو پہچان گیا ہے۔

۴۔ شمع ایک شعلہ ہے لیکن تو سراپا روشنی ہے لیکن دنیا کی انجمن میں شمع تو بے لباس ہے لیکن تو چھپا ہوا ہے۔

۵۔ قدرت کے ہاتھ نے نہ جانے شمع کو کیوں بے پردہ کیا اور تیری روشنی کو سیاہ مٹی کے فانوس میں چھپا دیا۔

۶۔ تیری روشنی احساسِ وجود کے پردے میں چھپ گئی۔ آگہی کا پردہ دیکھنے والی آنکھ کے لیے حجاب ہے۔

۷۔ ہم جسے کہتے ہیں وہ ایک خواب ہے۔ غفلت ہے۔ سرمستی ہے اور بے ہوشی ہے اور اپنی حقیقت سے غافل ہو جانے کا نام ہے۔

۸۔ قدرت کی محفلِ حسن کا ایک اتھاہ دریا ہے اگر آنکھ دیکھ سکے تو ہر قطرے میں حسن کا طوفان دکھائی دے۔

۹۔ پہاڑوں کی ڈراؤنی خاموشی میں سورج کی روشنی پھیلانے میں اور رات کے اندھیرے کا سیاہ لباس پہن لینے میں خوب صورتی ہے۔

۱۰۔ صبح کے وقت آسمان کے آئینے کی طرح شفاف اور شام کی سیاہی اور شفق کے پھول بکھیرنے میں بھی خوب صورتی ہے۔

۱۱۔ گزرے ہوئے زمانوں کے مٹتے ہوئے نشانوں اور بات چیت سے ناواقف بچے کے بولنے کی کوشش میں بھی خوب صورتی ہے۔

۱۲۔ باغ کے صحن میں رہنے والوں کے اکٹھے مل کر گانے اور

ننھے منے پرندوں کے گھونسلے بنانے میں بھی خوبصورتی ہے۔

۱۳۔ پہاڑ سے چشمے دریا کی آزادی۔ شہر جنگل ویرانے اور آبادی میں بھی خوب صورتی ہے۔

۱۴۔ لیکن انسان کی روح کو کسی ایسی چیز کی تلاش ہے جو گم ہو چکی ہے ورنہ وہ اس دنیائے جنگل میں قافلے کے گھنٹے کی طرح فریادی کیوں ہو۔

۱۵۔ انسانی روح تو خوب صورتی کے اس عام جلوے میں بھی بے چین ہے اور اس کی بے چینی اس مچھلی کی سی ہے جو پانی سے باہر ہو۔

کنارِ راوی

۱۔ سکوتِ شام میں محوِ سرود ہے راوی
نہ پوچھ مجھ سے جو کیفیت ہے مرے دل کی

۲۔ پیامِ سجدہ کا یہ زیر و بم ہوا مجھ کو
جہاں تمام سوا و حرم ہوا مجھ کو

۳۔ سرِ کنارۂ آبِ رواں کھڑا ہوں میں
خبر نہیں مجھے لیکن کہاں کھڑا ہوں میں

۴۔ شرابِ سرخ سے رنگیں ہوا ہے دامنِ شام
لئے ہے پیرِ فلک دستِ رعشہ دار میں جام

۵۔ عدم کو قافلۂ روز تیز گام چلا !!
شفق نہیں ہے، یہ سورج کے پھول ہیں گویا

۶۔ کھڑے ہیں دور وہ عظمت فزائے تنہائی
منارِ خواب گہِ شہسوارِ چغتائی !

۷۔ فسانۂ ستم انقلاب ہے یہ محل !
کوئی زمانِ سلف کی کتاب ہے یہ محل

۸۔ مقام کیا ہے، سرود خموش ہے گویا
شجر یہ انجمن بے خروش ہے گویا

۹۔ رواں ہے سینۂ دریا پہ اک سفینۂ تیز
ہوا ہے موج سے ملّاح جس کے گرم ستیز

۱۰۔ سُبک روی میں ہے مثلِ نگاہ یہ کشتی
نکل کے حلقۂ حدِ نظر سے دور گئی

۱۱۔ جہازِ زندگیٔ آدمی رواں ہے یونہیں
ابد کے بحر میں پیدا یونہیں نہاں ہے یونہیں

۱۲۔ شکست سے یہ کبھی آشنا نہیں ہوتا
نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا

۱۔ شام کی خاموشی میں دریا کے راوی گا رہا ہے اور اس وقت جو میرے دل کی حالت ہے مجھ سے نہ پوچھ۔

۲۔ گانے کے اونچے نیچے سُر مجھے پیغام دیتے ہیں کہ ساری دنیا تیرے لئے کعبے کے آس پاس کی زمین بن گئی ہے اس لئے سجدے میں گر جا۔

۳۔ اگرچہ میں چلتے ہوئے پانی کے کنارے کھڑا ہوں لیکن مجھ یہ ہے کہ مجھے کچھ محسوس نہیں ہوتا کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔

۴۔ شام کا دامن سُرخ شراب سے رنگین ہو چکا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھا آسمان کانپتے ہوئے ہاتھوں میں شراب کا جام لئے ہوئے ہے۔

۵۔ تیز چلنے والے دن کا قافلہ عدم کو روانہ ہو گیا۔ شفق شفق نہیں سورج کے پھول معلوم ہوتے ہیں۔

۶۔ دورِ چغتائی شہنشاہ جہانگیر کے مقبرے کے مینار دکھائی دے رہے ہیں انہوں نے تنہائی کے اس نظارے کی عظمت بڑھائی ہے۔

۷۔ یہ مقام زمانے کی گردش کے ظلم و ستم کی کہانی معلوم ہوتا ہے۔ اور گزرے ہوئے زمانے کے واقعات کی ایک کتاب کی طرح دکھائی دیتا ہے۔

۸۔ مقام کیا یہ تو ایک خاموش گیت ہے جسے آس پاس کے چپ چاپ سن رہے ہیں۔

۹۔ دریا کے ایک سینے پر ایک کشتی تیزی سے چلی جا رہی ہے جس کے ملاح نے دریا کی لہروں سے زور آزمائی شروع کر رکھی ہے۔

۱۰۔ کشتی نگاہ کی طرح سبک رو ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے نظر کی حد کے حلقے سے دور نکل گئی۔

۱۱۔ انسانی زندگی کا جہاز بھی اسی طرح چل رہا ہے کبھی ابد کے سمندر میں ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی چھپ جاتا ہے

۱۲۔ اگرچہ یہ آنکھ سے اوجھل ہو جاتا ہے لیکن کبھی فنا نہیں ہوتا۔ کبھی ڈوبتا یا ڈوبتا نہیں۔

التجائے مسافر

(بہ درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ دہلی)

۱۔ فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا

۲۔ ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظامِ مہر کی صورت نظام ہے تیرا

۳۔ تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی!
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

۴۔ نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

۵۔ اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زار توام
اگر کشادہ جبینم، گل بہار توام

۱۔ چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثلِ نکہتِ گل
ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو

۷۔ چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شرابِ عشق کی لذت کشاں کشاں مجھکو

۸۔ نظر ہے ابرِ کرم پر درخت صحرا ہوں
کیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجھ کو

۹۔ فلک نشیں صفتِ مہر ہوں زمانے میں
تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو

۱۰۔ مقام ہمسفروں سے ہوا میں قید آگے
کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجھ کو

۱۱۔ مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دکھے
کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسماں مجھ کو

۱۲۔ دلوں کو چاک کرے مثلِ شانہ جس کا اثر
تری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھ کو

۱۳۔ بنایا تھا جسے چن چن کے خار و خس میں نے
چمن میں پھر نظر آئے وہ آشیاں مجھ کو

۱۴۔ پھر آرکھوں قدم مادر و پدر پہ جبیں
کیا جنھوں نے محبت کا رازداں مجھکو

۱۵۔ وہ شمعِ بارگہِ خاندانِ مرتضوی
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو

۱۶۔ نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو

۱۷۔ دعا یہ کر کہ خداوندِ آسمان و زمیں
کرے پھر اسکی زیارت سے شادماں مجھ کو

۱۸۔ وہ میرا یوسفِ ثانی وہ شمعِ محفلِ عشق
ہوئی ہے جس کی اخوت قرارِ جاں مجھ کو

۱۹۔ جلائے جس کی محبت نے دفترِ من و تو
ہوائے عیش میں پالا کیا جواں مجھ کو

۲۰۔ ریاضِ دہر میں مانندِ گل رہے خنداں
کہ ہے عزیز ترا زخمِ خندہ جاں مجھ کو

۲۱۔ شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

۱۔ فرشتے جس کا ورد کرتے ہیں وہ تیرا ہی نام ہے۔ تیری درگاہ بہت اونچی ہے اور تیرا فیض عام ہے۔

۲۔ تیرا نظام بھی نظامِ شمسی کی طرح ہے اور اس عشق کے متوالوں کو

تیری کشش ہی نے قائم رکھا ہے۔

۳۔ تیری قبر کی زیارت سے دل کو زندگی ملتی ہے۔ تیرا مرتبہ مسیح اور خضر سے بھی بلند ہے۔

۴۔ تیری محبت میں محبوبی کا رنگ چھپا ہوا ہے تیری شان اور عزت بہت بڑی ہے۔

۵۔ اگر میرا دل سیاہ ہے تو میں تیرے لالہ زار کا داغ ہوں اور اگر میری پیشانی ہنس مکھ ہے تو میں تیری بہار کا پھول ہوں۔

۶۔ میں وطن کے باغ کو پھول کی خوشبو کی طرح چھوڑ کر نکلا ہوں اور مجھے اپنے صبر کا امتحان مقصود ہے۔

۷۔ عشق کی شراب کی لذت مجھے کھینچتی ہوئی وطن کے نگارخانے سے باہر لے چلی ہے۔

۸۔ میری نظر رحمت کے بادل پر ہے میں جنگل کا درخت ہوں۔ خدا نے مجھے باغبان کا محتاج نہیں کیا۔

۹۔ میرے لئے دعا کر کہ مجھے وہ زینہ عطا ہو کہ آسمان پر پہنچ کر سورج کی طرح دنیا کے لئے روشنی کا سامان بن جاؤں۔

۱۰۔ میں اپنے ساتھیوں سے اس قدر آگے نکل جاؤں کہ قافلہ مجھے اپنی منزل مقصود سمجھنے لگے۔

۱۱۔ میرے قلم کی زبان سے کسی کا دل نہ دکھے اور آسمان کے نیچے مجھے کسی سے شکایت نہ ہو۔

۱۲۔ خدا کرے تیری بارگاہ سے مجھے فریاد کا ایسا طریقہ ملے جس کا اثر لوگوں کے دلوں کو شانے کی طرح چاک کر ڈالے۔

۱۳۔ باغ میں گھاس پھوس چن چن کر میں نے جو گھونسلا بنایا تھا وہ مجھے پھر دکھائی دے۔

۱۴۔ میں پھر اپنے ماں باپ کے قدموں پر اپنی پیشانی رکھ دوں جنہوں نے مجھے محبت کا سبق سکھایا۔

۱۵۔ حضرت علیؑ کی وہ شمع بارگاہ جس کا آستانہ میرے لئے کعبے کی طرح قابلِ تعظیم رہے گا۔

۱۶۔ جس کے دم سے میری آرزو کی کلی کھلی اور جس کے احسان نے مجھے نکتہ داں بنایا۔

۱۷۔ میرے حق میں یہ دعا کر کہ خدا مجھے پھر اس کی زیارت سے خوش بخت کرے۔

۱۸۔ وہ میرا یوسفِ ثانی اور وہ عشق کی محفل کا چراغ جس کی محبت میرے ایمان کے لئے قرار کا باعث ہے۔

۱۹۔ جس کی محبت نے دوئی کے امتیاز کو مٹا کر مجھے عیش کی فضا میں پالا اور جوان کیا۔

۲۰۔ وہ زمانے کے باغ میں پھول کی طرح ہنستا رہے کیونکہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر پیارا ہے۔

۲۱۔ خدا کرے میرے دل کی کلی کھل کر پھول بن جائے اور اس مسافر کی یہ درخواست قبول ہو جائے۔

غزلیات

۱۔ گلزارِ ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ
ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ

۲۔ آیا ہے تو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ
دم دے نہ جائے ہستی ناپائدار دیکھ

۳۔ مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ مرا انتظار دیکھ

۴۔ کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہ گذر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

۵۔ نہ آتے ہیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

۶۔ تمہارے پیامی نے سب راز کھولا — خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی
۷۔ بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا — تری آنکھ مستی میں ہشیار کیسا تھی
۸۔ تامل تو تھا اُن کو آنے میں قاصد — مگر یہ بتا طرزِ انکار کیا تھی
۹۔ کھینچے خود بخود جانبِ طور موسیٰؑ — کشش تیری اے ذوقِ دیدار کیا تھی
۱۰۔ کہیں ذکر رہتا ہے اقبالؔ تیرا
فسوں تھا کوئی تیری گفتار کیا تھی

۱۱۔ عجب واعظ کی دینداری ہے یارب — عداوت ہے اسے سارے جہاں سے
۱۲۔ کوئی اب تک نہیں سمجھا کہ انساں — کہاں جاتا ہے آتا ہے کہاں سے
۱۳۔ وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے — چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے
۱۴۔ ہم اپنی دردمندی کا فسانہ — سُنا کرتے ہیں اپنے رازداں سے
۱۵۔ بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذاں سے

۱۶۔ لاؤں وہ تنکے کہاں سے آشیانے کیلئے — بجلیاں بیتاب ہوں جن کو جلانے کیلئے
۱۷۔ وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے — میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کیلئے
۱۸۔ آنکھ دکھاتی ہے ہمیشہ دولتِ دنیا تری — ایک پیمانہ ترا سارے زمانے کیلئے
۱۹۔ دلنشیں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں — لوٹ جائے آسماں میرے مٹانے کیلئے
۲۰۔ جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چُن تری تو — آہی نکلے گی کوئی بجلی جلانے کیلئے
۲۱۔ پاس تھا ناکامیٔ صیاد کا اے ہمصفیر! — ورنہ میں اور اڑ کے آتا ایک دانے کیلئے
۲۲۔ اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت
آہ! یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لئے

۲۳۔ کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا — اور اسیرِ حلقۂ دام ہوا کیونکر ہوا
۲۴۔ جائے حیرت ہے برا سارے زمانے کا ہوں میں — مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا
۲۵۔ مجھ کو دیکھا نے دیکھنے والوں سے تھا تیرا خطاب — کیا خبر تجھ کو لے دل فیصلہ کیونکر ہوا

۲۶۔ ہے طلب بے مدعا ہونیکی بھی اک تمنا — مرغِ دل دامِ تمنا سے رہا کیونکر ہوا
۲۷۔ دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے — پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا
۲۸۔ حُسن کا مل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب — وہ جو تھا پردوں میں پنہاں خود نما کیونکر ہوا
۲۹۔ موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اے دردِ فراق — چارہ گر دیوانہ ہے میں لادوا کیونکر ہوا
۳۰۔ پرستشِ اعمال میں مقصد تھا سوائی مری — ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا
۳۱۔ تو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدۂ عبرت کہ گل — ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبا کیونکر ہوا
۳۲۔ میرے ملنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی — کیا بتاؤں ان کا میرا سامنا کیونکر ہوا

۳۳۔ جبینیں میں ڈھونڈھتا تھا آسمانوں میں، زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

۳۴۔ حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں

۳۵۔ اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جبہہ سائی سے
تو سنگِ آستانِ کعبہ جا لگتا جبینوں میں

۳۶۔ کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں
کہ لیلےٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

۳۷۔ مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے تھے
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

۳۸۔ مجھے رونے کا تو اے ناخدا کیا غم ہے ہونے دے
کہ جن کو ڈوبنا ہے ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

۳۹۔ چھپایا حُسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے!

وہی نازآفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں
۴۰۔ جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
۴۱۔ تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
۴۲۔ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
۴۳۔ ترستی ہے نگاہِ نارسا جن کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں
۴۴۔ کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں
۴۵۔ محبت کے لئے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں
۴۶۔ سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
۴۷۔ پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے ناز کی لے پر
ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب نازآفرینوں میں
۴۸۔ عیاں ہو کے دکھا دے کبھی ان کو جمال اپنا!
بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں
۴۹۔ خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا!
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں
۵۰۔ برا سمجھوں انہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں میں اقبالؔ اپنے مکہ چینوں میں

۵۱۔ ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں — مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
۵۲۔ ستم ہو کہ وعدہ بے حجابی! — کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں
۵۳۔ یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو — کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں
۵۴۔ ذرا سا تو دل ہوں مگر شوق اتنا — وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں
۵۵۔ کوئی دم کا مہماں ہوں اے اہلِ محفل — چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

۵۶۔ بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

۵۷۔ کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے — نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے
۵۸۔ بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے تو نے اے واعظ — خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے
۵۹۔ مری نگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساقی — جو ہوشیاری و مستی میں امتیاز کرے
۶۰۔ بدام کوشش بے دل رمیدہ سازِ ہے ایسا — جو ہو شکستہ تو پیدا نوائے راز کرے
۶۱۔ کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے — جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے
۶۲۔ سخن میں سوزِ الٰہی کہاں سے آتا ہے — یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے
۶۳۔ تمیز لالہ و گل سے ہے نالۂ بلبل — جہاں میں دانہ کوئی چشمِ امتیاز کرے
۶۴۔ غرور زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو — کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے

۶۵۔ ہوا ہوں ایسی کہ ہندوستاں سے اے اقبال
اڑا کے مجھ کو غبارِ رہ حجاز کرے

۱۔ اس دنیا کو غیروں کی طرح نہ دیکھ۔ یہ دیکھنے کی چیز ہے اسے بار بار غور سے دیکھو۔

۲۔ تیری عمر کی مدت بہت تھوڑی ہے۔ دیکھ تیری یہ زندگی ایسی تجھے دھوکا نہ دے جائے۔

۳۔ اے خدا میں مانتا ہوں کہ میں ناچیز اس قابل نہیں ہوں کہ تیری

تجلی دیکھ سکوں لیکن تو میری پاکیزہ محبت اور سچی لگن کو تو دیکھ۔

۴۔ اگر تو غور و فکر سے کام لے تو ہر چیز میں تجھے خدا کا جلوہ دکھائی دے سکتا ہے۔

۵۔ اگر آپ آنا نہیں چاہتے تھے تو نہ آتے اس میں جھگڑے کی کیا بات تھی بلکہ کم از کم آنے کا وعدہ تو کر لیتے۔

۶۔ تمہارے پیغام لانے والے نے عشق کا سارا بھید کھول دیا اس میں حضور میری تو کوئی غلطی نہیں۔

۷۔ تیری آنکھ مست ہونے کے باوجود کیسی ہوشیار تھی کہ اس نے بھری محفل میں اپنے چاہنے والے کو تاڑ لیا۔

۸۔ اے قاصد! یہ تو ظاہر ہے کہ وہ یہاں آنے میں ہچکچا رہے تھے لیکن یہ تو بتا ان کے انکار کرنے کا طریقہ کیا تھا۔

۹۔ موسیٰ اپنے آپ ہی طور کے پہاڑ کی طرف کھنچتے گئے اے محبوب تجھے جلوہ دیکھنے کے شوق! تجھ میں بھی کیسی کشش تھی۔

۱۰۔ اے اقبال کسی کی محفل میں تیرا ذکر ہوتا رہتا ہے تیری باتیں کیا تھیں بالکل جادو تھا۔

۱۱۔ خدایا واعظ کی دینداری بھی عجیب ہے اسے ساری دنیا سے دشمنی ہے۔

۱۲۔ کوئی شخص یہ حقیقت نہیں جان سکا کہ آدمی آخر کس جگہ سے آتا ہے اور کہاں چلا جاتا ہے۔

۱۳۔ جس خدا کی طرف سے ہمارے لئے روشنی ہی ہے اس نے رات کا اندھیرا بھی عطا کیا ہے۔

۱۴۔ جو شخص ہماری محبت کے سب بھید جانتا ہے ہم اس کی زبان سے اپنے دکھوں کی کہانی سنا کرتے ہیں۔

۱۵۔ داغ کی چالیں بڑی باریک ہیں اپنی پرہیزگاری کے دکھاوے کے لئے وہ اذان کی آواز سن کر بھی کانپ جاتا ہے۔

۱۶۔ اپنے گھونسلے کے لئے میں وہ تنکے کہاں سے لاؤں جن میں بجلیوں سے جل جانے کی صلاحیت موجود ہو۔

۱۷۔ میری ناکامی کتنی افسوسناک ہے کہ میں نے جس ٹہنی پر بھی گھونسلہ بنانا چاہا آسمان نے اسے توڑ کر نیچے پھینک دیا۔

۱۸۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے تیری آنکھ مل جاتی ہے اے تیرا ایک پیمانہ سارے زمانے کے لئے ہے۔

۱۹۔ اپنے دل میں کوئی اس طرح کی خواہش پیدا کروں کہ آسمان میرے مٹنے کے لئے بے چین ہو جائے۔

۲۰۔ تو پہلے دانے چن کر غلے سے ڈھیر تو جمع کر لے کوئی نہ کوئی بجلی اسے پھونکنے کے لئے آ ہی جائے گی۔

۲۱۔ اے ہمدم! اگر میں پھندے میں پھنس گیا تو اس لئے نہیں کہ میں دانے کا بھوکا تھا بلکہ مجھے حیا کی خاطر منظور تھی

۲۲۔ اس باغ میں دل کے پنچھی کو آزادی سے گیت نہیں گانے چاہئیں کیونکہ اس باغ کی فضا ان کے لئے مناسب نہیں۔

۲۳۔ کیا بتاؤں کہ میں اپنے باغ سے کس طرح بچھڑا اور کیسے ہوس اور طمع کے جال میں پھنس گیا۔

۲۴۔ حیرانی کی بات ہے کہ میں جو سارے زمانے سے بڑا ہوں مجھے اشرف المخلوقات ہونے کی عزت کس طرح بخشی گئی۔

۲۵۔ خدا اور موسیٰ کا معاملہ اتنا ہے کہ دیکھنے اور دکھانے کا تقاضا ہو رہا تھا اے دل تو کیا جانے کہ اس قصے کا فیصلہ کس بنا پر ہوا۔

۲۶۔ انسان کا دل کسی حال میں بھی طلب کے جذبے سے خالی

نہیں ہو سکتا اگر وہ یہ دعا کرے کہ خدایا میرے دل کو طلب سے پاک کر دے تو یہ بھی در پردہ طلب ہی ہے اس لئے انسانی دل تمنا کے جال سے نکل نہیں سکتا

۲۷۔ جو لوگ تیرے سچے عاشق ہیں وہ تجھے اس دنیا میں بھی دیکھ لیتے ہیں اس لئے ان کے واسطے قیامت کے دن دیدار کا وعدہ تکلیف دہ نہیں ہو سکتا۔

۲۸۔ نورِ مطلق تو پردوں میں چھپا ہوا تھا پھر اس نے اپنے آپ کو ظاہر کیوں کر دیا۔ کہیں اس بے پردگی کی وجہ یہ تو نہیں کہ حسن جب کمال تک پہنچ جائے تو چھپا رہ ہی نہیں سکتا۔

۲۹۔ معالج اگر یہ کہتا ہے کہ جدائی کا درد لادوا ہے تو وہ دیوانہ ہے کیونکہ اگر تمام علاج بے کار بھی ہو جائیں تو موت کا نسخہ تو استعمال ہو سکتا ہے۔

۳۰۔ جب اس دنیا میں سب کچھ خدا کے حکم سے ہوتا ہے تو پھر کیا مجھے بدنام کرنے کی غرض ہی سے میرے اعمال کا حساب لیا گیا۔

۳۱۔ اے سبق حاصل کرنے والی آنکھ تو نے کبھی اس پر غور کیا کہ پھول نے مٹی سے پیدا ہو کر رنگین لباس کیسے حاصل کر لیا۔

۳۲۔ اب یہ کیا کہوں کہ میرا اپنے محبوب سے سامنا کس طرح ہوا۔ سامنا ہوتے ہی میں مٹ گیا لیکن میرے یہ مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھا۔

۳۳۔ جنھیں میں آسمانوں اور زمینوں میں تلاش کر رہا تھا وہ تو میرے دل کے اندھیرے گھر کے رہنے والوں میں نکلے۔

۳۴۔ جب حقیقت ظاہر ہو گئی تو محبوبِ حقیقی دل کے مکان ہی میں رونق افروز نکلا۔

۳۵۔ اگر کعبے کی چوکھٹ کا پتھر سجدہ کرنے کی لذت کو جانتا

کہ تو خود بھی لیلیٰ کی طرح کجاوے کی رونق ہے۔

۳۸۔ اے ملاح تو مجھے ڈوبنے سے کس طرح بچا لے گا کیونکہ جن کو ڈوبنا ہے وہ تو کشتیوں میں بیٹھے بیٹھے بھی ڈوب جاتے ہیں۔

۳۹۔ جس نے اپنے حسن کو موسیٰ سے چھپائے رکھا اسی حسین کا جلوہ نازنینوں میں ظاہر ہو رہا ہے۔

۴۰۔ خدایا ان دل والوں کے سینے میں آخر کیا چیز چھپی ہوتی ہے کہ ان کی سانس کی لہر سے بجھی ہوئی شمع بھی روشن ہو جاتی ہے۔

۴۱۔ اگر تجھے دل کے درد کی خواہش ہے تو فقیروں کی خدمت کر کیونکہ دردِ دل کا یہ موتی بادشاہوں کے خزانوں میں بھی نہیں ملتا۔

۴۲۔ ان گدڑی پہننے والوں کا حال نہ پوچھ اگر ان سے تجھے عقیدت ہے تو اپنے دل کی آنکھ سے انھیں دیکھ تو دیکھے گا کہ وہ موسیٰ کی طرح اپنی آستینوں میں ید بیضا کا معجزہ لئے ہوئے ہیں۔

۴۳۔ جس حسن کا نظارہ کرنے کے لئے مادہ پرستوں کی نگاہیں ترس رہی ہیں اس کا جلوہ انھیں تنہائی میں بیٹھنے والوں میں نظر آسکتا ہے۔

۴۴۔ کسی ایسی چنگاری سے اپنے دل کا کھلیان جلا لے کہ قیامت کے دن چمکنے والا سورج بھی تجھ سے گرمی مانگے

۴۵۔ محبت کے لئے کوئی ٹوٹنے والا دل تلاش کر کیونکہ یہ تو وہ شراب ہے جسے نازک شیشوں ہی میں رکھا جاتا ہے۔

۴۶۔ اے دل بھلا دنیا کے حسینوں میں کوئی حسین ایسا بھی ہے کہ جس کے حسن کا عاشق سے پاؤں تک خود حسن بن جائے۔

۴۷۔ جب رسول اللہ نے کہا کہ ہم نے تجھے اس طرح نہ پہچانا جیسے پہچاننے کا حق تھا تو اللہ اس ادا پر کچھ مسکرا اٹھا اور آپ کا مرتبہ

سب حسینوں سے بلند کر دیا۔

۴۸۔ فلسفی اور حکیم جیسے باریک بین ایک مدت سے تیرے چرچا کر رہے ہیں کبھی ظاہر ہو کر انہیں اپنے حسن کی جھلک دکھا۔

۴۹۔ اے دل چپ ہو جا بھری محفل میں شور کرنا مناسب نہیں۔ عشق کے سلیقوں میں ادب پہلی شرط ہے۔

۵۰۔ اے اقبال میں اپنے نکتہ چینیوں کو برا سمجھوں مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ میں تو خود بھی اپنے اوپر نکتہ چینی کرتا رہتا ہوں۔

۵۱۔ میں تیرے عشق کی انتہا دیکھنا چاہتا ہوں ذرا میرا بھولپن تو دیکھو میں کیا دیکھنا چاہتا ہوں۔

۵۲۔ مجھ پر ظلم کر یا چہرے سے نقاب الٹنے کا وعدہ کر میں تو کوئی ایسی بات چاہتا ہوں جس سے میرے صبر کی آزمائش ہو سکے۔

۵۳۔ زاہدوں کی طرح مجھے جنت کی ضرورت نہیں یہ زاہدوں ہی کو مبارک ہو میں تو تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔

۵۴۔ اگرچہ میں سخت سادل ہوں لیکن ایسا شوخ ہوں کہ تیری زبان سے وہی تو مجھے نہ دیکھ سکے گا سننا چاہتا ہوں جو تو نے موسیٰ کو اے خدا مجھے اپنا جلوہ دکھا کے جواب میں کہا تھا۔

۵۵۔ محفل والوں میں تو چند گھڑیوں کا مہمان ہوں۔ صبح کے چراغ کی طرح جلد ہی بجھنے والا ہوں۔

۵۶۔ میں نے بھری محفل میں تیری محبت کا چھپا ہوا بھید کھول دیا۔ مجھے میری اس گستاخی کی سزا ملنی چاہیے۔

۵۷۔ جب خدا بندوں پر کرم کی طرف مائل ہوا تو پھر بندہ اپنی عاجزی پر کیوں نہ فخر کرے۔

۵۸۔ اے حافظ تو نے خدا کو عرش پر بٹھا رکھا ہے آخر ایسا بھی

خدا کیا ہوا جو اپنے بندوں سے پرہیز کرے۔

۵۹۔ اے ساقی! میرا تو اس شراب نوشی کو شراب نوشی ہی خیال نہیں کرتا جو ہوشیاری اور مستی میں فرق کرے۔

۶۰۔ اپنے گمان ہمیشہ اپنے دل پر لگائے رکھ کیونکہ یہ ایسا ساز ہے کہ اگر ٹوٹ جائے تو اس سے راز کے نغمے نکلتے ہیں۔

۶۱۔ کوئی واعظ سے پوچھے کہ اگر وہ بے نیاز (خدا) بے عملوں کو بھی اپنی رحمت کے پردے میں چھپا دے تو اس کا کیا نقصان ہوتا ہے

۶۲۔ خدایا شاعری میں سوز کہاں سے آتا ہے یہ تو ایسی چیز ہے کہ پتھر کو بھی پگھلا دے۔

۶۳۔ بلبل کے نالوں کی وجہ یہ ہے کہ وہ لالہ اور گلاب کے پھولوں میں امتیاز کرتی ہے اسے صرف گلاب کے پھول سے محبت ہے اس دنیا میں جو آنکھ بھی بلبل کی طرح امتیاز میں مبتلا ہوگی اسے چین نہیں مل سکے گا۔

۶۴۔ واعظ کو اپنی پرہیزگاری پر غرور ہے اور اسی غرور کی وجہ سے وہ خدا کے بندوں کے خلاف زبان درازی کرتا ہے۔

۶۵۔ کاش ہندوستان سے کوئی ایسی ہوا چلے جو اے اقبال مجھے اڑا کر حجاز کے رستے کا غبار بنا دے۔

حصّہ دوئم

محبت

۱۔ غرور میں شب کی زلفیں تھیں ابھی تا آشنا غم سے

ستارے آسماں کے بیخبر تھے لذّتِ رم سے

۲۔ ترا پے لباسِ نو میں بیگانہ سا لگتا تھا!
نہ تھا واقف ابھی گردش کے آئینِ مسلم سے

۳۔ ابھی امکاں کے ظلمت خانے سے اُبھری ہی تھی دنیا
مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے

۴۔ کمالِ نظمِ ہستی کی ابھی تھی ابتدا گویا
ہویدا تھی نگینے کی تمنا چشمِ خاتم سے

۵۔ سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیا گر تھا!
صفا جس کی خاکِ پا میں، بڑھ کر ساغرِ جم سے

۶۔ لکھا تھا عرش کے پائے پہ اکسیر کا نسخہ
چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشمِ روحِ آدم سے

۷۔ نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیمیا گر کی
وہ اس نسخے کو بڑھ کر جانتا تھا اسمِ اعظم سے

۸۔ بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب
تمنائے دلی بر آئی آخر سعیِ پیہم سے

۹۔ پھرایا فکرِ اجزا نے اسے میدانِ امکاں میں
چھپے گی کیا کوئی شے بارگاہِ حق کے محرم سے

۱۰۔ چمک تارے سے مانگی، چاند سے داغِ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے

۱۱۔ تڑپ بجلی سے پائی، حور سے پاکیزگی پائی!
حرارت لی نفسہائے مسیحِ ابنِ مریم سے

۱۲۔ ذرا سی پھر ربوبیت سے شانِ بے نیازی لی
ملک سے عاجزی، افتادگی تقدیرِ شبنم سے

۱۳ پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں
مرکب نے محبت نام پایا عرشِ اعظم سے

۱۴۔ عروس نے یہ پانی ہستی انگیز پر چھڑکا!
گرہ کھولی سحر نے اس کے گویا کارِ عالم سے

۱۵۔ ہوئی جنبش عیاں فتنوں نے لطف خواب کو چھوڑا
گلے ملنے لگے اُٹھ اُٹھ کے اپنے اپنے ہمدم سے

۱۶۔ خرامِ ناز پایا آفتابوں نے ستاروں نے
چٹک غنچوں نے پائی داغ پائے لالہ زاروں نے

۱۔ رات کی دلہن کی زلفیں ابھی پیچ و خم سے ناواقف تھیں اور ستاروں کی گردش ابھی قائم نہیں ہوئی تھی۔

۲۔ چاند اپنے نئے لباس میں اجنبی سا دکھائی دیتا تھا اور ابھی اسے گردش کا قانون معلوم نہیں ہوا تھا۔

۳۔ ابھی دنیا وجود کے اندھیرے گھر سے نئی نئی پیدا ہوئی تھی اور ابھی دنیا کی وسعت میں زندہ رہنے کا شوق چھپا ہوا تھا۔

۴۔ ہستی کے نظم کا کمال ابھی شروع ہو رہا تھا اور انگوٹھی کی آنکھ سے ابھی نگینے کی خواہش تڑپ رہی تھی۔

۵۔ سنا ہے کہ عالم بالا میں ایک کیمیا گر رہتا تھا جس کے پاؤں کی مٹی کی پاکیزگی جمشید کے پیالے سے بڑھ کر تھی۔

۶۔ عرش کے پائے پر اکسیر کا ایک نسخہ لکھا ہوا تھا جسے قدرت آدمی کی روح کی آنکھ سے چھپائے ہوئے تھے۔

۷۔ عالم بالا کا کیمیا گر اسی نسخے کی تاک میں لگا ہوا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ نسخہ اپنی تاثیر کے لحاظ سے اسم اعظم سے بھی بڑھ کر ہے۔

۸۔ آخر وہ تسبیح کرنے کے بہانے عرش کی طرف بڑھا اور مسلسل کوشش کے بعد اس کے دل کی مراد پوری ہو گئی اور اسے وہ نسخہ معلوم ہو گیا۔

۹۔ نسخے کے اجزا کی جستجو میں وہ دنیا کے کونے کونے میں پھرا۔ وہ تو خدا کی بارگاہ کا رازداں تھا پھر اس کی نظروں سے کوئی چیز کس طرح چھپی رہ سکتی تھی۔

۱۰۔ اس نے ان اجزا کو اکٹھا کرنے کے لیے ستارے سے چمک مانگی۔ چاند سے جگر کا داغ لیا۔ اور رات کی بکھری ہوئی زلف سے تھوڑی سی سیاہی اڑائی۔

۱۱۔ اس نے بجلی سے تڑپ۔ حور سے پاکیزگی اور عیسیٰ کے سانس سے گرمی حاصل کی۔

۱۲۔ اس کے بعد اس نے خدا سے تھوڑی سی بے نیازی کی شان۔ فرشتے سے عاجزی اور شبنم کی قسمت سے افتادگی مانگ لی۔

۱۳۔ پھر اس نے تمام اجزا کو امرت میں گھولا اور عرشِ اعظم کی طرف سے اس مرکب کو محبت کا نام دیا گیا۔

۱۴۔ کیمیا گر نے یہ پانی اس کائنات پر چھڑکا جو ابھی ابھی پیدا ہوئی تھی اور اسی کی اس کاریگری سے دنیا کی مشکلات دور ہو گئیں۔

۱۵۔ ایک حرکت سی پیدا ہوئی اور سوئے ہوئے ذرے جاگ اٹھے اور سب اپنے اپنے دوستوں سے گلے ملنے لگے۔

۱۶۔ سورج اور ستاروں نے بانکپن سے چلنا شروع کر دیا۔ غنچے چٹکنے لگے۔ اور لالہ کے پھولوں کے داغ ظاہر ہو گئے۔

حقیقتِ حسن

۱۔ خدا نے حسن سے اک روز یہ سوال کیا جہاں میں کیوں نہ مجھے تو نے لازوال کیا

۱۔ ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا
شب دراز عدم کا فسانہ ہے دنیا

۲۔ ہوئی ہے رنگ تغیر سے جب نمود اس کی
وہی حسیں ہے حقیقت زوال ہے جس کی

۴۔ کہیں قریب تھا یہ گفتگو ترے جی سے
فلک پہ عام ہوئی اختر سحر نے سنی

۵۔ سحر نے تارے سے سنکر سنائی شبنم کو
فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو

۶۔ بھر آئے پھول کے آنسو پیام شبنم سے
کلی کا ننھا سا دل خون ہو گیا غم سے

۷۔ چمن سے روتا ہوا موسم بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا سو گذر گیا

۱۔ ایک دن حسن نے خدا سے سوال کیا کہ تو نے دنیا میں مجھے غیر فانی کیوں نہ بنایا۔

۲۔ خدا کی طرف سے جواب ملا کہ یہ دنیا تو تصویروں کا ایک گھر ہے اور یہ دنیا دراصل فنا کی لمبی رات کی ایک کہانی ہے۔

۳۔ چونکہ اس دنیا کی ہر چیز ہمیشہ بدلتی رہتی ہے اس لئے یہاں وہی حسین ہے جو فنا ہو جائے۔

۴۔ چاند بھی کہیں قریب ہی تھا اس نے یہ بات چپت سن لی اور اس طرح یہ بات آسمان پہ عام ہو گئی اور صبح کے ستارے کے کانوں تک بھی جا پہنچی۔

۵۔ صبح نے ستارے سے سن کر یہ بات شبنم کو بتا دی اس طرح آسمان کی بات زمین کے محرم تک پہنچ گئی۔

۶۔ اور جب شبنم نے یہ بات پھول سے بیان کی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بیچاری کلی کا چھوٹا سا دل تو یہ سن کر غم سے خون ہو گیا۔

۷۔ بہار کا موسم باغ سے روتا ہوا چلا گیا۔ جوانی سیر کی غرض

آئی تھی لیکن اسے بھی ماتم کرتے ہوئے واپس جانا پڑا۔

پیام

۱۔ عشق نے کر دیا تجھے ذوقِ تپش سے آشنا
بزم کو مثلِ شمع بزم حاصلِ سوز و ساز دے

۲۔ شانِ کریم پہ ہے مدار عشق گرہ کشائے کار
دیر و حرم کی قید کیا جسکو وہ بے نیاز دے

۳۔ صورتِ شمع نور کی ملتی نہیں قبا اسے
جس کو خدا نہ دہر میں گریۂ جانگداز دے

۴۔ تارے میں وہ، قمر میں وہ، جلوہ گہِ سحر میں وہ
چشمِ نظارہ میں نہ تو سرمۂ امتیاز دے

۵۔ عشق بلند بال ہے، رسم رہ نیاز سے
حسن ہے مست ناز اگر تو بھی جواب ناز دے

۶۔ پیرِ مغاں فرنگ کی دے کے نشاط ہے اگر
اس میں وہ کیفِ غم نہیں، مجکو تو خانہ ساز دے

مجھ کو خبر نہیں ہے کیا؟ بزم ہمن بدل گئی
اب نہ خدا کسی واسطے انکو مجاز دے

۱۔ عشق نے تیرے دل میں سوز و تپش کا ذوق پیدا کر دیا ہے تو تجھے محفل کی شمع کی طرح محفل کو بھی سوز و گداز دینا چاہیئے۔

۲۔ مشکلات کی گتھی سلجھانے والا عشق شانِ کریمی کا نتیجہ ہے۔ اس کے لئے مندر مسجد کی کوئی تخصیص نہیں۔ وہ بے نیاز (خدا) اسے جسے چاہے بخش دے۔

۳۔ شمع جیسا روشن لباس اسے نصیب نہیں ہوتا جسے خدا جان کو پگھلانے والی گریہ وزاری نہ دے۔

۴۔ اے دیکھنے والے تو اپنی آنکھ میں امتیاز کا سرمہ نہ لگا کیونکہ ستارے، چاند اور صبح کی جلوہ گاہ میں اسی ایک خدا کی روشنی ہے۔

۵۔ اگر حسن اپنے ناز میں مست ہے اور تو عاشق ہے تو تجھے بھی

حسن کو ناز ہی کی شکل میں جواب دینا چاہیئے۔

۶۔ اے پیر مغاں! فرنگی شراب سرور تو بے شک پیدا کرتی ہے لیکن جو مجھے درکار ہے اس میں وہ غم کی لذت نہیں ہے اس لئے مجھے تو گھر کی بنی ہوئی شراب ہی دے۔

۷۔ کیا تو نہیں جانتا کہ پرانی محفل بدل گئی ہے اور اب لوگوں کو مجازی نہیں حقیقی شراب کی ضرورت ہے۔ اس لئے انھیں وہی دے۔

سوامی رام تیرتھ

۱۔ ہم بحر دریا سے ہے اے قطرۂ بیتاب تو
پہلے گوہر تھا اب گوہر نایاب تو

۲۔ آہ کھولا کس ادا سے تو نے راز رنگ و بو
میں ابھی تک ہوں اسیر امتیاز رنگ و بو

۳۔ مٹ کے غوغائے زندگی کا فتنۂ محشر بنا
یہ شرارہ بجھ کے آتش خانۂ آذر بنا

۴۔ نفس ہستی اک کرشمہ ہے دل آگاہ کا
لا کے دریا میں نہاں موتی ہے اللہ کا

۵۔ چشم نابینا سے مخفی معنیٔ انجام ہے
تھم گئی جس دم تڑپ سیماب ساں جاتا رہے

۶۔ توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق
ہوش کا وارد ہے گویا مستیٔ تسلیم عشق

۱۔ اے بے چین قطرے تو دریا سے ہم آغوش ہو گیا ہے۔ جیتے جی تو موتی تو تھا ہی لیکن مر کر اب ایسا موتی بن گیا ہے جو کہیں نہیں مل سکتا۔

۲۔ آہ تو نے کس خوبی سے ظاہری فرق و امتیاز کا بھید کھولا لیکن میں ابھی تک رنگ و بو کے امتیاز میں قید ہوں۔

۳۔ زندگی کا شور ختم ہو کر قیامت کا شور بن گیا اور یہ چنگاری بجھ گئی تو اس سے آذر کا آتش کدہ پیدا ہو گیا۔

۴۔ جو لوگ اپنے آپ کو فنا کر دینے کے لئے آمادہ ہوں وہی خدا سے

ل سکتے ہیں۔

۵۔ جو آنکھ حقیقت کو نہ دیکھ سکے اس پر اپنے انجام کا بھید نہیں کھل سکتا۔ پارے کی تڑپ اور بے قراری ختم ہو جائے تو وہ خالص چاندی رہ جائے گا۔

۶۔ زندگی کو مٹا دینا ابراہیم کے بت کو توڑنے کی طرح آسان ہے۔ تسلیم عشق کی ہستی ہوش کی دوا ہے۔

طلبا علی گڑھ کالج کے نام

۱۔ اور دل کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
عشق کے درد مند کا طرزِ کلام اور ہے

۲۔ طائرِ زیرِ دام کے نالے تو سن چکے ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالۂ طائرِ بام اور ہے

۳۔ آتی تھی کوہ سے صدا از حیات ہے سکوں
کہتا تھا مورِ ناتواں لطفِ خرام اور ہے

۴۔ جذبِ حرم سے ہے فروغ انجمنِ خیال کا
اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور ہے

۵۔ موت ہے عیشِ جاوداں ذوقِ طلب اگر نہ ہو
گردشِ آدمی ہے اور گردشِ جام اور ہے

۶۔ شمعِ سحر یہ کہہ گئی سوز ہے زندگی کا ساز
غم کدۂ نمود میں شرطِ دوام اور ہے

۷۔ بادہ ہے نیم رس ابھی شوق ہے نارسا ابھی
رہنے دو خم کے سر پہ تم خشتِ کلیسیا ابھی

۱۔ دوسروں سے میرا پیغام اگر مختلف ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں عشق کا درد مند ہوں۔

۲۔ جال میں پھنسے ہوئے پنچھیوں کی فریاد تو تم سن چکے ہو۔ چھت کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے پرندے کی فریاد بھی سنو کیونکہ اس کا اسلوب علیحدہ ہے۔

۳۔ پہاڑ سے یہ آواز آرہی تھی کہ زندگی کا بھید ایک جگہ ٹھہرا رہنے میں ہے لیکن کمزور چیونٹی کا کہنا تھا کہ چلنے کا مزا ہی اور ہے۔

۴۔ حجاز کی انجمن کی رونق کعبے کی کشش کی وجہ سے ہے۔ دوسری قوموں کے مقام اور نظام سے ملت اسلامیہ کا مقام اور نظام مختلف ہے۔

۵۔ اگر تلاش کی خواہش نہ ہو تو ہمیشہ کا عیش بھی موت کے برابر ہے گردش میں پیالہ اور آدمی اگرچہ ایک ہیں لیکن دونوں کا مدعا الگ الگ ہے۔

۶۔ صبح کا چراغ بجھتے بجھتے یہ کہہ گیا کہ جلنے ہی سے زندگی بنتی ہے۔ یہ دنیا دکھ درد کا ایک غم خانہ ہے اور یہاں ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کے لئے جلنا۔ تلاش اور طلب شرط ہے۔

۷۔ ابھی شراب میں نشہ کی کیفیت ادھوری ہے اور شوق کو ابھی بیخودی کا انتہائی مقام نہیں ملا اس لئے بہتر یہی ہے کہ ابھی شراب کے منہ پہ گرجے کی اینٹ رکھی رہنے دو یعنی فرنگی سرکار کے خلاف ابھی اقدام کرنے کا وقت نہیں آیا۔

اختر صبح

ستارہ صبح کا رو رہا تھا اور یہ کہتا تھا ملی نگاہ مگر فرصت نظر نہ ملی
ہوئی ہے زندہ دم آفتاب سے ہر شے اماں مجھی کو تہ دامن سحر نہ ملی

بساط کیا ہے بھلا صبح کے شرارے کی
نفس حباب کا تابندگی شرارے کی

کہا یہ میں نے کہ اے زیب و زین سحر غم فنا ہے تجھے گنبد فلک سے اتر
ٹپک بلندی گردوں سے ہمرہ شبنم مرے ریاض سخن کی فضا ہے جاں پرور

میں باغباں ہوں محبت بہار ہے اس کی
بنا مثال ابد پائدار ہے اس کی

۱۔ صبح کا ستارہ اور ہا تھا کہ مجھے نگاہ تو ملی لیکن اس سے کام لینے کی فرصت نہ ملی۔

۲۔ سورج کے نکلنے سے ہر چیز زندہ ہو گئی ایک صرف مجھی کو صبح کے دامن کے نیچے پناہ نہ مل سکی۔

۳۔ بھلا صبح کے ستارے کی حیثیت ہی کیا ہے وہ تو بس بلبلے کی سانس یا چنگاری کی چمک ہے۔

۴۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ اے صبح کے ہاتھ کے زیور تجھے موت کا غم ستا رہا ہے تو آسمان کے گنبد سے ذرا نیچے اتر۔

۵۔ شبنم کے ساتھ آسمان کی بلندی سے ٹپک کر میرے شعر کے باغ میں آجا جس کی فضا جان کو پالنے والی ہے۔

۶۔ یہ باغ کبھی ویران نہ ہوگا اور اس میں آکر تجھے موت کے غم سے نجات مل جائے گی۔

کلی

۱۔ جب دکھاتی ہے سحر عارض رنگین اپنا
کھول دیتی ہے کلی سینۂ زریں اپنا

۲۔ جلوہ آشام ہے یہ صبح کے متوالے میں
زندگی اس کی ہے خورشید کے پیمانے میں

۳ سامنے مہر کے دل چیر کے رکھ دیتی ہے
کس قدر سینہ شگافی کے مزے لیتی ہے

۴۔ مرے خورشید کبھی تو بھی اٹھا اپنا نقاب
بہر نظارہ تڑپتی ہے نگاہ بیتاب

۵۔ تیرے جلوے کا نشیمن ہو مرے سینے میں
عکس آباد ہو تیرا مرے آئینے میں

۶۔ زندگی ہو ترا نظارہ مرے لیکن کی
روشنی ہو تری گہوارہ مرے دل کے لیے

۷۔ ذرہ ذرہ ہو مرا چربۂ اندوہ حیات
ہو عیاں جوہرِ اندیشہ میں بھی سوزِ حیات

۸۔ اپنے خورشید کا نظارہ کروں دور سے میں
صفتِ غنچہ ہم آغوش رہوں نور سے میں

۹۔ جانِ مضطر کی حقیقت کو نمایاں کر دوں!
دل کے پوشیدہ خیالوں کو بھی عریاں کر دوں

۱۔ جب صبح اپنا گلابی رخسار دکھلاتی ہے تو کلی اپنا سنہری سینہ کھول دیتی ہے۔

۲۔ یہ صبح کے شراب خانے میں جلووں کی شراب پینے لگتی ہے۔
اس کی زندگی سورج کے پیالے پر موقوف ہے۔

۳۔ یہ سورج کے سامنے اپنا دل چیر کر رکھ دیتی ہے (کھل جاتی ہے) اور خوب سینہ چیرنے کے مزے لیتی ہے۔

۴۔ میرے سورج کبھی تو بھی اپنے چہرے سے نقاب اٹھا میری بے چین نگاہیں تجھے دیکھنے کے لئے تڑپ رہی ہیں۔

۵۔ خدا کرے تیرا جلوہ میرے سینے میں آ بیٹھے اور تیرا عکس میرے آئینے میں آجائے۔

۶۔ تجھے دیکھتے رہنا ہی میرے دل کی زندگی ہو اور تیری روشنی میرے دل کے لئے پنگوڑے کا کام دے۔

۷۔ میرا ذرہ ذرہ پھر زندگی کا لطف اٹھائے اور میری فکر کے جوہروں میں پھر زندگی کا سوز ظاہر ہو۔

۸۔ دور ہی سے میں اپنے سورج کو دیکھوں اور کلی کی طرح روشنی سے بغل گیر رہوں۔

۹۔ اپنی بے چین جان کی حقیقت واضح کر دوں اور اپنے دل میں چھپے ہوئے خیالوں کو بے پردہ کر دوں۔

انسان

قدرت کا عجیب یہ ستم ہے

۱۔ انسان کو راز جو بنایا — راز اس کی نگاہ سے چھپایا
۲۔ بے تابیٔ ذوقِ آگہی کا — کھلتا نہیں بھید زندگی کا
۳۔ حیرت آغاز و انتہا ہے
آئینے کے گھر میں اور کیا ہے
۴۔ ہے گرمِ خرام موجِ دریا — دریا سوئے کبر جا رہا ہے
۵۔ بادل کو ہوا اڑا رہا ہے — شاخوں پہ اٹھائے لالہ زار ہے
۶۔ تارے مستِ شرابِ تیز — زندانِ فلک میں بے زنجیر
۷۔ خورشید وہ عابدِ سحر خیز — لائے دوالوسیام "برخیز"
۸۔ مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر — پیتا ہے شفق کا ساغر
۹۔ نوبت گیرِ وجودِ ہر شے — سرمست نمودِ ہر شے
۱۰۔ کوئی نہیں غمگسارِ انساں
کیا تلخ ہے روزگارِ انساں

۱۔ قدرت کا یہ عجب ستم ہے کہ اس نے انسان کے دل میں بھید ڈھونڈنے کا جذبہ پیدا کیا اور اس کا بھید اس کی نگاہوں سے چھپا دیا۔

۲۔ آگہی کا ذوق بے چین ہے زندگی کے بھید کا کچھ پتہ نہیں چلتا

۳۔ شروع اور آخر حیرانی ہی حیرانی ہے آخر اس آئینے کے گھر میں حیرانی کے سوا اور ہے بھی کیا سکتا ہے۔

۴۔ دریا کی لہریں چلنے میں مگن ہیں اور دریا سمندر کی طرف
چل رہا ہے۔
۵۔ بادل کو ہوا اپنے کندھے پر اڑائے لیے آرہی ہے۔
۶۔ ستاروں کے لئے گردش کی جو راہیں مقرر ہو چکی ہیں وہ
ان پر اس طرح چلے جا رہے ہیں۔ جیسے ان کے پاؤں میں زنجیریں
پڑی ہوئی ہوں اور وہ ذرا اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔
۷۔ سورج وہ صبح کو اُٹھنے والو عبادت گزار اور دنیا کے لئے
اُٹھ کھڑا ہونے کا پیغام لانے والا۔
۸۔ مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر شفق کی شراب کا ساغر پیتا ہے۔
۹۔ ہر چیز زندگی کے مزے اُٹھا رہی ہے اور ہر ایک اپنی نا تمنی
میں مست ہے۔
۱۰۔ ان میں سے کوئی بھی انسان کا ہمدرد نہیں۔ انسان کی
زندگی بھی کتنی تلخ ہے۔

جلوۂ حسن

۱۔ جلوۂ حسن کہ جس کی تمنا بیتاب
پالتا ہے جسے آغوشِ تخیل میں شباب
۲۔ ابدی بنتا ہے یہ عالمِ فانی جس سے
ایک افسانہ رنگیں ہے جوانی جس کی
۳۔ جو سکھاتا ہے ہمیں سر بہ گریباں ہونا
منظرِ عالمِ حاضر سے گریزاں ہونا
۴۔ دور ہو جاتی ہے ادراک کی تابانی جس سے
عقل کرتی ہے تماشے کی غلامی جس کی
۵۔ آہ! موجود بھی وہ حسن کہیں ہے کہ نہیں
خاتمِ دہر میں یارب وہ نگیں ہے کہ نہیں

۱۔ وہ حسن کا جلوہ جس سے خواہش بے چین ہوتی ہے اور جسے

پے خیالوں کی گود میں پاتی ہے۔

۲۔ جس سے یہ فنا ہونے والی دنیا دائمی بنتی ہے اور جس کی وجہ سے جوانی ایک رنگین کہانی ہے۔

۳۔ جو ہمیں سوچ بچار کرنا سکھاتا ہے اور جس کے باعث ہم موجودہ دنیا کے نظارے سے بھاگتے ہیں۔

۴۔ جس سے عقل کی کمزوری دور ہو جاتی ہے اور جس کی وجہ سے عقل احساس کی غلام بن جاتی ہے۔

۵۔ آہ وہ حسن کہیں موجود بھی ہے یا نہیں۔ زمانے کی انگوٹھی میں وہ نگینہ جڑا ہوا ہے کہ نہیں۔

صقلیہ

(جزیرۂ سسلی)

۱۔ زلزلے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوننابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار!

۲۔ تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی!!
بحر باری گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

۳۔ زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

۴۔ اک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
کھا گئی عصرِ کہن کو جن کی تیغِ ناصبور

۵۔ مردہ عالم زندہ جن کی کوشش سے ہوا
آدمی آزاد زنجیرِ توہم سے ہوا!!

۶- غلغلوں سے جس کے لذت گیر آبِ گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے

۷- آہ! اے سیسلی! سمندر کی ہے تجھ سے آبرو
یہ نہ کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تو

۸- زیب تیرے خال سے رخسارِ دریا کو رہے
تیری شمعوں سے تسلی بحرِ پیما کو رہے

۹- ہو سبک چشمِ مسافر پر ترا منظر مدام
موجِ رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر مدام

۱۰- تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا
حسنِ عالم سوز جس کا آتشِ نظارہ تھا

۱۱- نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد میں
داغِ رویا خون کے آنسو جہاں آباد میں!

۱۲- آسماں نے دولتِ غرناطہ جب برباد کی!
ابرِ خونیں کے دلِ ناشاد نے فریاد کی!

۱۳- غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا!!
چن لیا تقدیر نے دل کس لیے محرم ترا

۱۴- ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستاں
تیرے ساحل کی خموشی میں ہے انداز بیاں

۱۵- درد اپنا مجھ سے کہہ میں بھی سراپا درد ہوں
جس کی تو منزل تھا میں اس کارواں کی گرد ہوں

۱۶- رنگِ تصویرِ کہن میں بھر کے دکھلا دے مجھے
قصہ ایامِ سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے!

۱۷- میں ترا تحفہ سوئے ہندوستاں لے جاؤں گا

خود یہاں روتا ہوں اوروں کو وہاں رلواؤں گا

۱۔ اے خون رونے والی آنکھ دل کھول کر خون رو لے۔ وہ غریبوں کی اسلامی تہذیب کا مزار نظر آتا ہے۔

۲۔ کبھی یہاں اُن بیابان میں رہنے والوں کا ہنگامہ بپا تھا جن کی کشتیاں سمندر میں کھیلتی تھیں۔

۳۔ جن کی وجہ سے شہنشاہوں کے درباروں میں ہلچل تھی اور جب اپنی تلواریں میانوں سے باہر نکالتے تھے تو ہر طرف بجلیاں گرتی تھیں۔

۴۔ جن کا ظاہر ہونا ایک نئی دنیا کا پیغام تھا اور جن کی بے صبر تلوار پرانے زمانے کو کھا گئی۔

۵۔ جن کے قسم کا نعرہ سن کر مری ہوئی دنیا زندہ ہو گئی اور آدمی وہم کی زنجیر سے آزاد ہو گیا۔

۶۔ وہ تکبیر جس کے غلغلوں کی آواز سے کان اب تک لطف اٹھا رہے ہیں کیا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔

۷۔ آہ اے سبلی! تیری وجہ سے سمندر کی شان ہے تو پانی کے اس جنگل میں رستہ دکھانے والے کی طرح ہے۔

۸۔ خدا کرے تو سمندر کے گال پر تل کی طرح خوب صورتی کی وجہ بنا رہے اور سمندر کا سفر کرنے والے کو تیری شمعیں اطمینان دیتی رہیں۔

۹۔ تیرا نظارہ مسافر کے لیے لطف کا باعث رہے اور سمندر کی موجیں تیرے کنارے کی چٹانوں پر ناچتی رہیں۔

۱۰۔ تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا مرکز تھا جس کا دنیا کو روشن کرنے والا حسن آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتا تھا۔

۱۱۔ شیخ سعدی نے بغداد کی تباہی کا نوحہ لکھا داغ دہلوی نے دلی

کی تباہی پر خون کے آنسو بہائے

۱۲۔ جب آسمان نے غرناطہ کی سلطنت کو تباہ کیا تو ابن بدرون کے دکھ بھرے دل نے فریاد کی۔

۱۳۔ لیکن اے سسلی! تیرا ماتم اس اقبالی کو بخشا گیا جس کی قسمت میں غم ہی غم ہے۔ گویا تیرے ماتم کے لئے قدرت نے وہ دل چن لیا جو تیری حالت سے واقف تھا۔

۱۴۔ تیرے ساحل کی خاموشی ایسا معلوم ہوتا ہے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ بتا تو سہی تیرے کھنڈروں میں آخر کس کی کہانی چھپی ہوئی ہے۔

۱۵۔ اپنا دکھ درد مجھے سنا کیونکہ میں بھی سر سے پاؤں تک درد ہی درد ہوں۔ جو قافلہ تجھ میں ٹھہرا رہا میں بھی اسی کی گرد ہوں۔

۱۶۔ ایک بار پھر مجھے پرانی تصویر میں رنگ بھر کر دکھا دے اور گزرے ہوئے زمانے کی کہانی سنا کر ایک مرتبہ پھر مجھ تڑپا دے۔

۱۷۔ میں تیرا تحفہ اپنے ساتھ ہندوستان میں لے جاؤں گا اور یہاں تو خود رو رہا ہوں لیکن وہاں پہونچ کر دوسروں کو رلاؤں گا۔

غزلیات

۱۔ زندگی انسان کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں
دم ہوا کی موج ہے دم کے سوا کچھ بھی نہیں

۲۔ کل تبسم کہہ رہا تھا، زندگانی کو مگر
شمع بولی، گریۂ غم کے سوا کچھ بھی نہیں

۳۔ رازِ ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو
کھل گیا جس دم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں

۴۔ زائرینِ کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی

کیا حرم کا تحفظ رزم کے سوا کچھ بھی نہیں
۵۔ الٰہی عقلِ خجستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سکھا دے
اسے ہے سودائے بخیہ کاری مجھے سرِ پیرہن نہیں ہے

۶۔ بلا محبت کا سوز مجکو بولے صبح ازل فرشتے
مثالِ شمعِ مزار ہے تو تری کوئی انجمن نہیں ہے

۷۔ یہاں کہاں ہم نفس میسر یہ دیس نا آشنا ہے اے دل
وہ چیز تو مانگتا ہے مجھ سے کہ زیرِ چرخِ کہن نہیں ہے

۸۔ ترا الاسارے یہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنا
بنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

۹۔ کہاں کا آنا کہاں کا جانا، فریب ہے امتیازِ عقبےٰ
نمودِ ہر شے میں ہے ہماری، کہیں ہمارا وطن نہیں ہے

۱۰۔ یہ مخزن سے کوئی اقبال جا کے میرا پیام کہہ دے
جو کام کچھ کر رہے ہیں قومیں انہیں مذاقِ سخن نہیں ہے

۱۱۔ زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر آشوب گفتگو کا
مری خموشی نہیں ہے گویا مزار ہے حرفِ آرزو کا

۱۲۔ جو موجِ دریا لگی یہ کہنے سفر سے قائم ہے شانِ میری
گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھ کو سامانِ آرزو کا

۱۳۔ نہ ہو طبیعت ہی جنکی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکسِ سروِ کنارِ جو کا!

۱۴۔ کوئی دل ایسا نظر نہ آیا، نہ جس میں خوابیدہ ہو تمنا
الٰہی تیرا جہان کیا ہے، نگارخانہ ہے آرزو کا

۱۵۔ گھلا یہ مرکر کہ زندگی اپنی تھی طلسمِ ہوس سراپا!

جسے سمجھتے تھے جسمِ خاکی، غبار تھا کوئے آرزو کا!

۱۶- اگر کوئی شے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہو تم
نظر کو نظارے کی تمنا ہے دل کو سودا ہے جستجو کا

چمن میں گلچیں سے غنچہ کہتا تھا اتنا بیدرد کیوں ہے انساں

تری نگاہوں میں ہے تبسم شکستہ ہونا مرے سبو کا!

۱۸- ریاضِ ہستی کے ذرّے ذرّے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا
حقیقتِ گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی پیماں ہے رنگ و بو کا

تمام مضمون مرے پرانے، کلام میرا خطِ سراپا

ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب ہی کا

۲۰- سپاس شرطِ ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر
ذرا سا اک دل دیا ہے، وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا

۲۱- کمالِ وحدت عیاں ہے اس کی نوکِ نشتر سے تا جو چھیڑے
یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ تحل سے قطرہ انسان کے لہو کا

۲۲- گیا ہے تقلید کا زمانہ مجاز رغبتِ سفر اٹھائے
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے گفتگو کا

۲۳- جو گھر سے اقبالِ دو جہاں میں ہے تو ہوں نہ محزوں عزیز میرے
مثالِ گوہر وطن کی ذلت کمال ہے میری آبرو کا

۲۴- چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں سورج میں تارے میں

۲۵- بلندی آسمانوں میں زمینوں میں تری پستی!
روانی بحر میں افتادگی تیری، کنارے میں

۲۶- شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلم کی

چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں
۱۷۔ جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے
شجر میں، پھول میں، حیواں میں، پتھر میں ستارے میں
۱۸۔ مجھے کچھ نکتہ ہے سوزِ قطرۂ اشکِ محبت نے
غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے ترارے میں
۱۹۔ نہیں جنسِ تراب آنحضرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں
۲۰۔ سکوں تا آشنا رہنا اسے سامانِ ہستی ہے
تڑپ کس دل کی یارب چھپ گئی ہے آبگینے کے
۲۱۔ صدائے لن ترانی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں
تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے میں

۲۲۔ یوں تو اے بزمِ جہاں دل کش تھے ہنگامے ترے
اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی
۲۳۔ پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
مدتوں آوارہ جو صحرائے حکمت کے سرابوں میں تھی
۲۴۔ کس قدر اے مے! تجھے رسمِ حجاب آئی پسند
پردہ انگور سے نکلی تو مینا ؤں میں تھی!
۲۵۔ حسن کی تاثیر پہ غالب نہ آسکتا تھا علم
اتنی نادانی جہاں کے سارے دانا ؤں میں تھی
۲۶۔ میں نے اقبال! یورپ میں اسے ڈھونڈا بیشتر
بات جو ہندوستاں کے ماہ سیماؤں میں تھی

۴۰۔ مثال پر تو مے طوفِ جام کرتے ہیں
یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں

۴۱۔ خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے کلیم! ازی
شجر حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں

۴۲۔ نیا جہاں کوئی اے شمع ڈھونڈ لے کہ یہاں
ستم کشِ تپشِ ناتمام کرتے ہیں

۴۳۔ بھلی ہے ہم نفسو! اس چمن میں خاموشی
کہ خوشنوا دں کو پابندِ دام کرتے ہیں

۴۴۔ غرض نشاط ہے شغلِ شراب سے جن کی
حلال چیز کو گویا حرام کرتے ہیں

۴۵۔ بھلا نبھے گی تری ہم سے کیوں کر اے واعظ
کہ ہم تو رسمِ محبت کو عام کرتے ہیں

۴۶۔ الٰہی سحر پیرانِ خرقہ پوش میں کیا
کہ اک نظر سے جوانوں کو رام کرتے ہیں

۴۷۔ جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں نمازِ اقبال
بلا کے دیر سے مجھکو امام کرتے ہیں

۱۔ انسانی زندگی حقیقت دم کے سوا اور کچھ نہیں اور یہ دم بھی ہوا کی موج ہے اور ہوا کو کبھی قرار نہیں۔

۲۔ پھول کے نزدیک زندگی خوشی کا نام ہے لیکن شمع کے نقطۂ نظر سے یہ گریۂ غم کے سوا اور کچھ نہیں۔

۳۔ زندگی ایک راز ہے لیکن جو شخص زندگی کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ میرے سوا کائنات میں اور کسی شے کی کوئی

حقیقت نہیں ہے۔

۴۔ اے اقبال کعبے کی زیارت کرنے والے حاجیوں سے کوئی پوچھے کہ کعبے سے آبِ زمزم کے سوا اور کوئی چیز تحفہ کے طور پر ساتھ لانے کے قابل نہیں۔

۵۔ اے خدا میرے اندر عشقِ رسول کا تھوڑا سا رنگ پیدا کر دے۔ عقل مجھے دنیا کے کاروبار کی طرف مائل کر رہی ہے لیکن میں دنیا سے دور بھاگتا ہوں۔

۶۔ جب ازل کے روز مجھے محبت کی جلن عطا ہوئی تو فرشتے کہنے لگے کہ اے بندے تو قبر کے چراغ کی طرح ہے تیری کوئی محفل نہیں ہے

۷۔ اے میرے دل! دنیا محبت سے نا آشنا ہے یہاں کوئی دوست نہیں مل سکتا تو مجھے ایسی چیز مانگ رہا ہے جو اس بوڑھے آسمان کے نیچے زمین پر کہیں نہیں ہے۔

۸۔ رسول نے قوم کا قلعہ پوری دنیا سے جداگانہ بنایا ہے اس کی بنیاد وطنیت پر نہیں بلکہ رسالت کے عقیدے پر ہے۔

۹۔ دنیا اور آخرت میں فرق کرنا دھوکا ہے ہر چیز میں ہماری جھلک نمایاں ہے اگرچہ ہم مستقل طور پر کہیں نہیں رہتے۔

۱۰۔ اے اقبال دیر مخزن سر شیخ عبدالقادر کو کوئی شخص میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ دنیا کی سربلند قوموں کے افراد اپنا وقت شعر و شاعری میں ضائع نہیں کرتے۔

۱۱۔ فی الحال میں خاموش ہوں لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرے دل میں قوم کو زندگی کا پیغام دینے کی خواہش نہیں ہے۔ جب میں قوم کو پیغام دوں گا تو اس شد و مد سے دوں گا کہ دنیا حیران رہ جائیگی۔

۱۲۔ جب دریا کی لہر کہنے لگی کہ میری شان سفر سے قائم ہے تو

موتی بجا میرے لیے سیپی کے اندر چھپا رہنا ہی عزت کا باعث ہے۔

۱۳۔ جن لوگوں کی طبیعت میں نیکی قبول کرنے کی صلاحیت نہیں وہ ہزار تربیت کے باوجود نہیں سنور سکتے جب سرد کے درخت کا جو عکس پانی میں نظر آتا ہے اس میں سرسبز ہونے کی قابلیت نہیں ہے۔

۱۴۔ میں نے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس کے دل میں کوئی نہ کوئی خواہش نہ سوئی ہوئی ہو۔ اے خدا یہ تیری دنیا کیا آرزو کا نگارخانہ ہے۔

۱۵۔ ہم جب مر گئے تو یہ معلوم ہوا کہ زندگی تمناؤں کا گورکھ دھندا تھی اور ہمارا جسم خاکی بھی دراصل آرزو کے کوچے کا غبار تھا۔

۱۶۔ اگر کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے تو میں سر سے پاؤں تک تلاش کیوں بنا ہوا ہوں۔ میری نگاہوں کو دیکھنے کی تمنا اور دل کو تلاش کا جنون تو اسی امر کی دلیل ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور چھپا ہوا ہے۔

۱۷۔ باغ میں پھول چننے والے سے کلی کہتی تھی کہ ان ان بھی کتنا ظالم ہے میرے مکھڑے کا ٹوٹنا اس کی نگاہوں میں مسکراہٹ کا باعث ہے۔

۱۸۔ زندگی کے باغ کے ذرّے ذرّے سے محبت کا جلوہ ظاہر ہے اگر تو پھول کی حقیقت پر بھی غور کرے تو تجھے معلوم ہو گا کہ رنگ اور بو نے آپس میں مل رہنے کا اقرار کر رکھا ہے۔

۱۹۔ میرے تمام مضمون پرانے ہیں اور میرا کلام شروع سے آخر تک غلطیوں سے بھرا پڑا ہے اگر کسی کو مجھ میں کوئی خوبی نظر آتی ہے تو یہ صرف اصل میرے نکتہ چینوں کی خامی کا نتیجہ ہے۔

۲۰۔ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ میں شکر ادا کروں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تیری مہربانی بھی ظلم سے بڑھ کر ہے کیونکہ اے خدا تو نے مجھے ذرا سا دل عنایت کیا ہے اور وہ بھی آرزو کا فریب کھائے ہوئے ہے۔

۲۱۔ وحدت کا کمال اس کائنات میں اس حد تک ظاہر ہے کہ اگر

تو نشتر کی نوک سے پھول کی رگ کو چھیڑے تو مجھے یقین ہے اس سے انسان کے لہو کا قطرہ ٹپکے۔

۲۲۔ تقلید کا زمانہ ختم ہو گیا اب ہمارا کو چاہیئے اپنا سر و سامان اٹھا کر چلا جائے کیونکہ جب حقیقت ظاہر ہو گئی تو پھر بات کہنے کی تاب کسے ہو سکتی ہے۔

۲۳۔ اے اقبال اگر میں گھر سے دور ہوں تو میرے عزیزوں کو مغموم نہ ہونا چاہیئے کیونکہ میں بھی موتی کی طرح ہوں جو سیپی سے جدا ہو کر ہی عزت حاصل کرتا ہے۔

۲۴۔ اے خدا بجلی آگ اور چنگاری میں تیری ہی چمک اور چاند سورج اور ستارے میں تیری ہی جھلک ہے۔

۲۵۔ آسمانوں کی بلندی اور زمینوں کی پستی میں بھی تو ہے۔ سمندر کی روانی اور ساحل میں افتادگی بھی تیرے ہی دم سے ہے۔

۲۶۔ اگر مجھے اپنے دل کی بات کہنے کا شوق ہے تو شریعت کا قانون میرا گریبان کیوں پکڑے کیونکہ میں تو اپنا مطلب استعارے میں چھپا جاتا ہوں۔

۲۷۔ جو حقیقت انسان کو بیدار اور ہوشمند بناتی ہے وہی حقیقت درخت۔ پھول۔ حیوان ہمچھر اور ستارے میں گہری نیند سو رہی ہے۔

۲۸۔ مجھے محبت کے آنسو کی تازگی نے پھونک ڈالا۔ پانی کی اس چھوٹی سی چنگاری میں قیامت کی آگ بھری ہوئی تھی۔

۲۹۔ مجھے آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی خواہش نہیں ہے میں تو وہ سوداگر ہوں جس نے گھاٹے ہی میں اپنا نفع دیکھا ہے۔

۳۰۔ تڑپتے رہنا ہی پارے کی زندگی ہے خدایا نامعلوم کس دل کی تڑپ اس میں چھپ کر آ بیٹھی ہے۔

۳۱۔ اے اقبال میں تو نہیں دیکھ سکتا کہ آواز سُن کر چُپ ہو گیا مجھ
جدائی کے مارے میں بار بار تجلی کا تقاضا کرنے کی تاب کہاں۔
۳۲۔ اے دنیا کی محفل یوں تو تیرے ہنگامے بڑے پُر لطف تھے
لیکن ان تماشوں میں کچھ اُداسی بھی تھی۔
۳۳۔ جو مٹی ایک مدت تک علم و دانش کے جنگلوں میں بھٹکتی رہی
آخر اسے محبت کے کوچے میں آرام مل گیا۔
۳۴۔ اے شراب تجھے پردے کی رسم کتنی پسند آئی تو انگور کے
پودے سے باہر آئی تو صراحیوں میں چھپ گئی۔
۳۵۔ علم حسن کی تاثیر پہ غالب نہیں آسکتا۔ بڑے بڑے دانا بھی
اس مقام پہ پہنچ کر چوک گئے۔
۳۶۔ اے اقبال ہندوستان کے حسینوں میں جو بات تھی میں
اسے پورپ میں فضول ڈھونڈتا رہا۔
۳۷۔ شراب کے جلوے کی طرح ہم پیالے کا طواف کرتے
ہیں۔ صبح شام ہماری یہی نماز ہے۔
۳۸۔ حضرت موسیٰ! خدا سے کلام کرنا صرف آپ ہی کی خصوصیت
نہیں درخت اور پتھر بھی اس سے ہم کلام رہتے ہیں۔
۳۹۔ اے شمع اپنے لئے کوئی نئی دنیا تلاش کر لے کیونکہ اس دنیا
میں تو تمام جلن کا ظلم سہنا پڑتا ہے۔
۴۰۔ اے ساقیو! اس باغ میں خاموش رہنا ہی اچھا ہے
کیونکہ یہاں عمدہ نغمے سننے والوں کو جال میں قید کر لیا جاتا ہے۔
۴۱۔ جو لوگ شراب اس لئے پیتے ہیں کہ اس سے خوشی ملے وہ
چیز کو حرام کر لیتے ہیں۔
۴۲۔ واعظ صاحب آپ کی ہم سے کیونکر نبھے گی ہم تو محبت

قاعدے کو عام کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ اسے محدود رکھنا چاہتے ہیں۔

۳م۔ اے خدا ان گدڑی پہننے والے پیروں فقیروں میں کیا جادو ہوتا ہے کہ ایک ہی نظر سے جوانوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔

۴م۔ جب کبھی بے نمازوں کو نماز پڑھنے کا خیال آتا ہے تو اے اقبال مجھے بیت خانے سے بلا کر اپنا امام بنا لیتے ہیں۔

حصّہ سوئم

بلادِ اسلامیہ

۱۔ سرزمین دلی کی مسجود دل عم دیدہ ہے
ذرّے ذرّے میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے

۲۔ پاک اس اُجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں
خانقاہ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمیں

۳۔ سوتے ہیں اس خاک میں خیر الامم کے تاجدار
نظمِ عالم کا رہا جنکی حکومت پر مدار

۴۔ دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیٔ محفل کی یاد
جا چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

۵۔ ہے زیارت گاہِ مسلم کو جہاں آباد بھی
اس کرامت کو مگر حفظ ہے بغداد بھی

۶۔ یہ جنوں وہ ہے کہ تھا جس کے لئے سامانِ ناز
لالۂ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیبِ حجاز

۷۔ خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ آغوشی ارم

جس نے دیکھے جانشینانِ ہمیر کے قدم
جس کے غنچے تھے چمن ساماں وہ گلشن ہے یہی
کانپتا تھا جن سے رُومانِ کا مدفن ہے یہی

۹۔ ہے زمین قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور!
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور
۱۰۔ بجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشاں کر گئی!!
اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی

۱۱۔ قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تابِ گلشنِ یورپ کی رُو تابناک ہے
۱۲۔ خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار!
مہدیٔ اُمت کی سطوت کا نشانِ پائیدار

۱۳۔ صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمین پاک ہے
آستانِ مسندآرائے شہِ لولاک ہے
۱۴۔ نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تربتِ ایوب انصاری سے آتی ہے صدا

۱۵۔ اے مسلماں ملتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر!
سیکڑوں صدیوں کی کشت و خوں کا حاصل ہے یہ شہر
۱۶۔ وہ زمیں ہے تو، مگر اے خوابگاہِ مصطفےٰ
دید ہے کعبے کو تیری حجِ اکبر سے سوا

۱۷۔ خاتمِ ہستی میں تو تاباں رہے تا زندگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
۱۸۔ تجھ میں راحت اس شہنشاہِ معظم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

۱۹۔ نام لیوا جسکے شاہنشاہ عالم کے ہوئے — جانشیں قیصر کے وارث مسندِ جم کے ہوئے
۲۰۔ ہے اگر قومیتِ اسلام پابندِ مقام! — ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس ہے نہ شام
۲۱۔ آہ! یثرب دیس ہے مسلم کا، تو مادی ہے تو — نقطۂ جذبِ تاثر کی شعاؤں کا ہے تو

جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
۲۲۔ صبح ہے تو اس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

۱۔ دلی کی سرزمین مغموم دل کی سجدہ گاہ ہے اس کے ذرّے ذرّے میں بزرگوں کا لہو سویا ہوا ہے۔

۲۔ اس اُجڑے ہوئے باغ کی زمین مقدس کیوں نہ ہو کیونکہ اسلام کی برتری کی یہ خانقاہ ہے۔

۳۔ اس کی مٹی میں اُمتِ اسلامیہ کے وہ تاجدار سو رہے ہیں جن کی حکومت پر دنیا کے انتظام کا انحصار تھا۔

۴۔ اس شہر کی شان و شوکت کی یاد اب تک دل کو تڑپاتی ہے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ تو باقی نہ رہا لیکن اس کی یاد اب تک باقی ہے۔

۵۔ اگرچہ دلی مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے لیکن بغداد بھی اس شرف کا حقدار ہے۔

۶۔ یہ وہ باغ تھا جس کے لیے لالۂ فخر کا سامان تھا وہی لالہ جسے اسلامی تہذیب کہتے ہیں۔

۷۔ اس بستی کی مٹی جنت کی گود کیوں نہ ہو یہاں رسول اللہ کے جانشینوں کے قدم پڑتے رہے ہیں۔

۸۔ یہ وہی باغ ہے جس کی ایک کلی باغ کی بہاری کرتی تھی اور جن بادشاہوں کا نام سن کر روما کانپ اٹھتا تھا وہ یہیں دفن ہیں۔

۹۔ قرطبہ کی سرزمین مسلمان کی آنکھوں کی روشنی ہے اور یہ کبھی یورپ کے اندھیرے میں طور کی شمع کی طرح روشن تھی۔

۱۰۔ یہ شمع بجھی تو ملتِ اسلامیہ کی محفل درہم برہم ہو گئی لیکن بجھتے بجھتے بھی موجودہ تہذیب کا چراغ جلا گئی۔

۱۱۔ قرطبہ کی سرزمین اس اسلامی تہذیب کی قبر ہے جس سے یورپ کے باغ میں انگور کی بیل کو تازگی حاصل ہوئی۔

۱۲۔ قسطنطنیہ کی سرزمین جو بادشاہوں کا شہر اور سلطان محمد فاتح کے دبدبے کا ہمیشہ قائم رہنے والا نشان ہے۔

۱۳۔ یہ سرزمین بھی خاکِ کعبہ کی طرح مقدس ہے اور ان بادشاہوں کا آستانہ ہے جو رسول کی مسند سنبھالے رہے۔

۱۴۔ اس شہر کی ہوا پھول کی خوشبو کی طرح پاکیزہ ہے اور ایوب انصاری کے مزار سے یہ آواز آ رہی ہے۔

۱۵۔ اے مسلمان یہ شہر ملتِ اسلامی کا دل ہے اور صدیوں کی کشت و خون کے بعد ہاتھ آیا ہے۔

۱۶۔ اے رسول کی آرام گاہ مدینہ منورہ تو ایسی پاک سرزمین ہے کہ کعبہ بھی تجھے دیکھنے کو حج سے بڑھ کر خیال کرتا ہے۔

۱۷۔ تو اس کائنات کی انگوٹھی میں نگینے کی طرح چمک رہا ہے تیری ہی زمین میں ہماری عظمت پیدا ہوئی تھی۔

۱۸۔ اس بزرگ شہنشاہ یعنی حضرت رسول کو تجھی میں آرام ملا وہ شہنشاہ جس کے دامن میں دنیا کی قومیں نے پناہ لی۔

۱۹۔ اس ذاتِ پاک کے نام لیوا دنیا کے شہنشاہ بن گئے وہ قیصر کے جانشین بنے اور انھیں جمشید کا تخت ملا۔

۲۰۔ اگر اسلامی قومیت کسی مقام کی پابند ہوتی تو اس کی بنیاد نہ ہندوستان بن سکتا نہ ایران اور نہ شام۔

۲۱۔ اے مدینہ منورہ صرف تو ہی ایسا مقام ہے جو اسلامی قومیت

کی بُنیاد بن سکتا ہے تو مسلمان کا دِل اور اس کی پناہ گاہ ہے اور وہ نقطہ ہے جسے احساسات کی شعاعوں کا نقطۂ جاذب قرار دیا جا سکتا ہے۔

۲۴۔ جب تک تو دُنیا میں ہے ہم بھی باقی ہیں کیونکہ اگر صبح ہو گی تو اس باغ میں شبنم کے موتی بھی ہوں گے۔

نمودِ صُبح

۱۔ ہو رہی ہے زیرِ دامانِ شفق صبح آشکار
جیسے یعنی دخترِ دوشیزۂ لیل و نہار

۲۔ پا چکا فرصت درودِ فصلِ انجم سے سپہر
کشتِ خاور میں ہوا ہے آفتاب آئینہ دار

۳۔ آسماں سے آمدِ خورشید کی پا کر خبر
محملِ پروازِ شب باندھا سرِ دوشِ غبار

۴۔ شعلۂ خورشید گویا حاصلِ اس کھیتی کا ہے
بوئے تھے دہقانِ گردوں نے جو تاروں کے شرار

۵۔ ہے رواں انجم سحر جیسے عبادت خانے سے
سب سے پیچھے جائے کوئی عابدِ شب زندہ دار

۶۔ کیا سماں ہے جس طرح آہستہ آہستہ کوئی
کھینچتا ہو میّت کی ظلمت سے نیّرِ آبدار

۷۔ مطلعِ خورشید میں مضمر ہے یوں منظورِ صبح
جیسے خلوت گاہِ مینا میں شرابِ خوشگوار

۸۔ ہے بہ دامانِ بلو اختلاطِ انگبیں بر بنفشہ
شورشِ ناقوس آوازِ اذاں سے ہمکنار

جاگے کوئل کی اُواں سے طائرانِ نغمہ سنج
۹۔ ہے ترنّم ریز قانونِ سحر کا تار تار

۱۔ صبح جو رات اور دن کی کنواری بیٹی ہے اُفق کے دامن سے ظاہر ہو رہی ہے۔

۲۔ آسمان ستاروں کی فصل کاٹنے سے فرصت پا چکا اور مشرق کے کھیت میں سورج کے بیج بونے لگا۔

۳۔ آسمان نے سورج کے آنے کی خبر سُنی تو رات کی رخصت کا کجاوہ سیاہ کے کندھے پر باندھ دیا۔

۴۔ آسمان کے کسان نے ستاروں کی جو چنگاریاں بوئی تھیں ان سے

سورج کا شعلہ پیدا ہوا۔

۵۔ صبح کا ستارہ اس طرح جا رہا ہے جیسے رات بھر جاگنے والا کوئی عبادت گزار سب کے بعد عبادت خانے سے چلے۔

۶۔ ایسا سماں دکھائی دیتا ہے جیسے کوئی میان کے اندھیرے سے چمکتی ہوئی تلوار کھینچ رہا ہو۔

۷۔ مشرق میں صبح کا مضمون اس طرح چھپا ہوا ہے جیسے صراحی کا خلوت گاہ میں خوش گوار شراب۔

۸۔ میل جول پیدا کرنے والی صبح کی ہوا کے دامن کے نیچے سنکھ کا شور اذان کی آواز سے بغل گیر ہے۔

۹۔ کوئل کی کوک سن کر گانے والے پرندے جاگ اٹھے اور اب صبح کے سلسلہ کا ہر تار گیت گا رہا ہے۔

فلسفۂ غم

(میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور کے نام)

۱۔ گو سراپا کیف عشرت ہے شراب زندگی
اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحاب زندگی

۲۔ موجِ غم پر رقص کرتا ہے حباب زندگی
ہے الم کا سورہ بھی جزوِ کتاب زندگی

۳۔ ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل وہ بلبل ہی نہیں

۴۔ آرزو کے خون رنگیں سے ہے دل کی داستاں
نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیر از فغاں

۵۔ دیدۂ بینا میں داغِ غم چراغِ سینہ ہے
روح کو سامانِ زینت آہ کا آئینہ ہے

۶۔ حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
خندہ ہے آئینہ دل کے لئے گردِ ملال

۷۔ خوابِ غفلت سے جگا دیتا ہے لطفِ خواب ہے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے

۸۔ طائرِ دل کے لئے غم شہپرِ پرواز ہے
راز ہے انساں کا دل غم انکشافِ راز ہے

۹۔ غم نہیں غم روح کا اک نغمۂ خاموش ہے
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے

۱۰۔ شام جس کی آشنائے عارض یار نہیں — جلوہ پیرا جس کی شب میں رشک کوکب نہیں
۱۱۔ جس کا ہنگامِ دل شکست دل سے ہی نا آشنا — جو سدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا
۱۲۔ ہاتھ جس کلیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے — عشق جس کا بیخبر ہے ہجر کے آزار سے
۱۳۔ کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب میں ہے مدام — زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

۱۴۔ اے کہ نظمِ دہر کا ادراک ہے حاصل تجھے
کیوں نہ آساں ہو غم و اندوہ کی منزل تجھے

۱۵۔ ہے ابد کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق — عقلِ انسانی ہے فانی زندۂ جاوید عشق
۱۶۔ عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے — عشق سرمایہ زندگی ہے تا ابد پائندہ ہے
۱۷۔ رخصتِ محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر — جوشِ الفت بھی دلِ عاشق سے کر جاتا سفر
۱۸۔ عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں — روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں

۱۹۔ ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

۲۰۔ آتی ہے ندی جبیں کوہ سے گاتی ہوئی — آسماں کے طائروں کو نغمہ سکھلاتی ہوئی
۲۱۔ آئینہ روشن ہو اس کا صورتِ رخسارِ حور — گر کے وادی کی چٹانوں پر یہ ہو جاتا ہے چور
۲۲۔ نہر جو تھی اس کے گوہر پیار سے چھلکے ہوئے — یعنی اس افتاد سے پانی کے تارے ٹوٹے
۲۳۔ جوئے سیماب رواں پھٹ کر پریشاں ہو گئی — مضطرب بوندوں کی اک دنیا نمایاں ہو گئی
۲۴۔ ہجر ان نظروں کو گویا وصل کی تعلیم ہے — دو قدم پر پھر وہی بوسِ لبِ تسلیم ہے
۲۵۔ اک اصلیت میں ہے نہرِ رواں زندگی — گر کے رفعت سے ہجوم نوعِ انساں بن گئی

۲۶۔ ہستیٔ عالم میں ملنے کو جدا ہوتے ہیں ہم
عارضی فرقت کو دائم جان کر روتے ہیں ہم

۲۷۔ مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں — یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

۲۸۔ عقل جب دم دہر کی آفات میں محصور ہو — یا جوانی کی اندھیری رات میں مستور ہو
۲۹۔ دامنِ دل بن گیا ہو رزم گاہِ خیر و شر — راہ کی ظلمت سے ہو مشکل سوئے منزل سفر
۳۰۔ خضرِ منزل ہو گیا ہو آرزو کی گوشہ گیر — فکر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر
۳۱۔ وادیِ ہستی میں کوئی ہم سفر تک بھی نہ ہو — جادہ دکھلانے کو جگنو کا شرر تک بھی نہ ہو

مرنے والے کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں
۳۲۔ جس طرح تارے چمکتے ہوں اندھیری رات میں

۱۔ اگرچہ زندگی کی شراب سراسر خوشی کا نشہ ہے لیکن زندگی کے بادل کے دامن میں آنسو بھی ہیں۔

۲۔ زندگی کا بلبلہ غم کی لہر پر ناچتا ہے اور غم کا سودا زندگی کی کتاب کا ایک جزو ہے۔

۳۔ ایک پتی بھی اگر کم ہو جائے تو پھول اپنی اصلی حالت کو کھو بیٹھتا ہے اور جس بلبل نے خزاں کا موسم نہ دیکھا ہو اسے بلبل ہی نہیں کہا جا سکتا۔

۴۔ دل کی کہانی آرزو کے لہو سے رنگین ہے اور انسانیت کا نغمہ آہ و فغاں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

۵۔ دیکھنے والی آنکھ کے لئے غم کا داغ سینے میں چراغ کی طرح ہے اور روح کے لئے فریاد کا آئینہ زینت کی وجہ ہے۔

۶۔ غم کے حادثوں سے انسانی فطرت کمال کو پہنچتی ہے اور غم کی گرد ہی دل کے آئینے کے لئے غازہ بنتی ہے۔

۷۔ غم جوانی کو نیند کے لطف سے جگا دیتا ہے اور غم ہی کے مضراب سے جوانی کا ساز نغمے پیدا کرنے لگتا ہے۔

۸۔ دل کے پرندے کے لئے غم اڑان کے وقت شہپر کا کام دیتا ہے۔ انسانی دل قدرت کا ایک بھید ہے۔

یہ بھید غم ہی کے ذریعہ سے کھلتا ہے۔

۹۔ غم، غم نہیں بلکہ روح کا ایک خاموش راگ ہے جو زندگی کے ساز سے نکلنے والے نغموں سے ہمکنار ہے۔

۱۰۔ جس کی زندگی کی شام یار ب کے نالوں سے واقف نہیں اور جس کی رات میں آنسوؤں کے ستاروں کا جلوہ نظر نہیں آتا۔

۱۱۔ جس کے دل کا پیالہ غم کی چوٹ سے واقف نہیں اور جو زندگی ہمیشہ خوشی کی شراب سے مست رہی:

۱۲۔ جس پھول توڑنے والے کے ہاتھ میں کانٹے کی نوک نہ چبھی اور جس عاشق کے دل کو جدائی کا دکھ نہ سہنا پڑا۔

۱۳۔ وہ دن رات غم کی تکلیف سے دور ہوں تو ہوں لیکن زندگی کا راز ان کی نگاہوں سے چھپا رہے گا۔

۱۴۔ تجھے تو کائنات کے انتظام سے پوری واقفیت حاصل ہے تو پھر تیرے لئے رنج و غم کی منزل آسان کیوں نہ ہو جائے۔

۱۵۔ ہمیشگی کی پرانی کتاب کی ابتدا عشق سے ہوتی ہے۔ عقل فنا ہو جانے والی لیکن عشق ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔

۱۶۔ عشق کے سورج سے موت کی شام شرمندہ ہے عشق زندگی کا سوز ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔

۱۷۔ اگر محبوب کے رخصت ہونے کا مقصد فنا ہوتا تو عاشق کے دل میں بھی محبت کا جوش باقی نہ رہتا۔

۱۸۔ محبوب کے مرنے سے عشق نہیں مرتا بلکہ غم بن کر روح میں سرایت کر جاتا ہے

۱۹۔ عشق کو باقی رہنا ثبوت ہے اس بات کا کہ محبوب ابھی باقی ہے اور اس کی زندگی پر فنا کی کیفیت طاری نہیں ہوئی۔

۲۰۔ پہاڑ کے دامن سے ندی گاتی ہوئی نیچے اتر رہی ہے۔ فضا میں

اُڑنے والے پرندے اس سے گانے کا ڈھنگ سیکھتے ہیں۔

۲۱۔ اس کے پانی کا آئینہ خود کے گالوں کی طرح چمک رہا ہے لیکن یہ آئینہ جب دادی کی چٹانوں پر گرتا ہے تو ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

۲۲۔ پہلے وہ ندی تھی اب اس کی جگہ خوبصورت موتی ظاہر ہو گئے جو نیچے گر کر پانی کے تارے بن گئے۔

۲۳۔ وہ ندی جو بہتا ہوا پارہ معلوم ہوتی تھی بھٹی اور بکھر گئی اور اس سے بے حساب بوندوں کی ایک دنیا ظاہر ہو گئی۔

۲۴۔ جو ندی بلندی سے گر کر قطرہ قطرہ ہو گئی تھی دو قدم آگے بڑھ کر قطروں نے پھر ندی کی شکل اختیار کر لی جو اب چاندی کا تار معلوم ہوتی ہے۔

۲۵۔ یہی کیفیت زندگی کی بہنے والی ندی کی ہے وہ بلندی سے نیچے گری تو انسانوں کے بہت بڑے ہجوم کی شکل اختیار کر گئی۔

۲۶۔ دنیا کی پستی میں پہنچ کر ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور اس عارضی بچھڑنے کو ہمیشہ کے لئے بچھڑنا قرار دے کر رونا شروع کر دیتے ہیں۔

۲۷۔ مرنے والے مرتے ضرور ہیں لیکن فنا نہیں ہوتے اور یہ واقعہ ہے کہ وہ ہم سے کبھی نہیں بچھڑتے۔

۲۸۔ جب انسانی عقل دنیاوی مصیبتوں میں گھری ہوئی ہو یا جوانی کی اندھیری رات میں چھپ جائے۔

۲۹۔ جب دل کا میدان نیکی اور بدی کی کھینچ تان کا میدان بن جائے۔ راستے پر اتنا اندھیرا چھا جائے کہ منزلِ مقصود کی طرف سفر کرنا مشکل ہو جائے۔

۳۰۔ جب ہمت کا رہنما دلوں سے الگ ہو بیٹھا ہو فکر ماجز آ چکی ہو اور ضمیر کی آواز خاموش ہو چکی ہو۔

۳۱۔ زندگی کی منزل میں کوئی ساتھی نہ ہو اور راستہ دکھانے کیلئے

جگنو کی چنگاری تک نہ ہو۔

۳۲۔ تو اس اندھیرے میں مرنے والے کا ماتھا اس طرح چمکتا ہے جیسے اندھیری رات میں ستارے چمکتے ہیں۔

پھول کا تحفہ عطا ہونے پر

۱۔ وہ مستِ ناز جو گلشن میں جا نکلتی ہے
کلی کلی کی زباں سے دعا نکلتی ہے

۲۔ الٰہی پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے
کلی سے رشکِ گلِ آفتاب مجھ کو کرے

۳۔ تجھے وہ شاخ سے توڑیں گے نصیب جلے
تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب ترے

۴۔ جو ٹھہرا صدمۂ فرقت وصال تک پہنچا
تری حیات کا جوہر کمال تک پہنچا

۵۔ مرے کنول کی تصدق ہیں جیسے اہلِ نظر
مرے نباتِ گلشن کو ناز ہے جس پر

۶۔ کبھی یہ پھول ہم آغوشِ مدعا نہ ہوا
کسی کے دامنِ رنگیں سے آشنا نہ ہوا

۷۔ شگفتہ کر نہ سکے گی کبھی بہار جسے
فسردہ رکھتا ہے گلچیں کا انتظار اسے

۱۔ وہ مستِ ناز جب باغ میں جاتی ہے تو کلی کلی یہ دعا مانگتی ہے۔

۲۔ کہ اے خدا اگر وہ پھول چننا چاہتی ہے تو مجھے چنے۔ اگر وہ مجھے چن لے تو میں کلی ہونے کے باوجود سورج مکھی کے پھول کے لئے رشک کا باعث بن جاؤں۔

۳۔ اے کلی! اگر وہ تجھے شاخ سے توڑے تو یہ سمجھ کر تیری قسمت جاگ اٹھی اور اس عزت کے لئے باغ میں تیرے رقیب تڑپتے رہ گئے۔

۴۔ شاخ سے جدا ہو کر تو نے جدائی کا صدمہ برداشت کیا اور اس مستِ ناز تک پہنچ گئی۔ اس طرح تجھے وصال حاصل ہوا اور تیری زندگی کے جوہر نے کمال کا درجہ حاصل کر لیا۔

۵۔ میرا کنول جس پر اہلِ نظر قربان ہیں۔ وہ پھول جس پر میری جوانی کے باغ کو ناز ہے۔

۶۔ یہ پھول کبھی اپنا مقصد حاصل نہ کر سکا اور کسی حسین کے رنگین دامن تک نہ پہنچا۔

۷۔ اسے بہار کی ہوا کبھی نہ کھلا سکے گی کیونکہ اسے تو پھول چننے والے کے انتظار نے اداس کر رکھا ہے۔

ترانۂ ملّی

۱۔ چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا!
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

۲۔ توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے!
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

۳۔ دُنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا!
ہم اس کے پاسباں ہیں یہ پاسباں ہمارا

۴۔ تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں۔
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

۵۔ مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

۶۔ باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

۷۔ اے گلستانِ اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا

۸۔ اے موجِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

۹۔ اے ارضِ پاک تیری عظمت پہ مٹنے ہم
ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

۱۰۔ سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

۱۱۔ اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

۱۔ چین بھی ہمارا ہے عرب اور ہندوستان بھی۔ ہم مسلمان ہیں اور ساری دنیا ہمارا وطن ہے۔

۲۔ ہمارے سینوں میں خدائے توحید کی امانت رکھدی ہے اور جب تک یہ امانت موجود ہے ہمارا نام و نشان مٹانا آسان نہیں ہے۔

۳۔ ساری دنیا کے بت خانوں میں سب سے پہلے خدا کا گھر کعبہ آباد ہوا تھا ہم اس گھر کے نگہبان ہیں اور یہ گھر ہمارا نگہبان ہے۔

۴۔ ہم تلواروں کے سائے میں پل کر جوان ہوئے ہیں ہلال کا خنجر ہمارا قومی نشان ہے۔

۵۔ ہماری اذان ایڈریا کی وادیوں میں گونجی کسی میں ہمارے طوفان کو روکنے کی ہمت نہ تھی۔

۶۔ اے آسمان ہمیں جھوٹ نہیں دبا سکتا تو سینکڑوں بار ہمارا امتحان کر چکا ہے اور اس امتحان میں ہم نے ہمیشہ اسی حقیقت کو ثابت کیا ہے۔

۷۔ اے اندلس کے باغ بتجھے وہ دن یاد ہیں جب تیری ڈالیوں میں ہمارا گھونسلا تھا۔

۸۔ اے دریائے دجلہ کی لہر تو بھی ہمیں اچھی طرح پہچانتی ہے تیرا دوڑ اب تک ہمارے قصے سنا رہا ہے۔

۹۔ اے سرزمین حجاز! تیری عظمت کے لیے ہم نے اپنی جانیں تک نچھاور کیں۔ تیری رگوں میں اب تک ہمارا خون دوڑ رہا ہے۔

۱۰۔ ہمارے قافلے کے سالار حضرت رسول ہیں جن کے پاک نام سے ہماری جانوں کو راحت ملی رہی ہے۔

۱۱۔ اقبال کا ترانہ اسلامی قافلے کے لیے بانگِ درا کا اثر رکھتا ہے اور اب ہمارا قافلہ پھر چلنے ہی کو ہے۔

وطنیت

(یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے)

اسی دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
۱- ساقی نے بنائی روشِ لطف و ستم اور

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
۲- تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
۳- جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
۴- غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے

۵- بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

نظّارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
۶- اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

۷- ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی

۸- ہے ترکِ وطن سنّتِ محبوبِ الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
۹- ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

۱۰- اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے

خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
۱۱- کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

۱۲- اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے

قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

۱۔ اگلا دور میں شراب پیالہ اور جمشید مختلف ہیں۔ شراب پلانے والے نے بھی مہربانی اور ظلم کے دوسرے طریقے اپنا لیے ہیں۔

۲۔ مسلمان نے بھی اپنے لئے ایک اور کعبہ بنا لیا ہے تہذیب کے بت تراش نے نئے نئے بت تراش لیے ہیں۔

۳۔ جن نئے نئے بتوں کی آج کل پوجا ہو رہی ہے ان میں سب سے بڑا بت وطن ہے اور اس بت کا لباس مذہب کا کفن ہے۔

۴۔ یہ بت جو نئی تہذیب نے تراشا ہے دین نبوی کے گھر کو برباد کرنے والا ہے۔

۵۔ اے مسلمان! خدا نے تیرے بازو کو توحید کی طاقت سے مضبوط کیا ہے اسلام تیرا وطن ہے اور تو محمد مصطفےٰ کا نام لیوا ہے۔

۶۔ تو زمانے کو پرانا نظارہ پھر سے دکھا دے اور اے مصطفےٰ کا نام لینے والے اس بت کو مٹی میں ملا دے۔

۷۔ اگر تو ایک مقام میں قید ہو کر رہ گیا تو اس کا نتیجہ تباہی ہے تو سمندر میں مچھلی کی طرح وطن کی قید سے آزاد رہ۔

۸۔ ہجرت خدا کے پیارے رسول کی سنت ہے تو بھی وطن کو چھوڑ کر نبی کی صداقت پر گواہی دے۔

۹۔ سیاست کی زبان میں وطن کے کچھ اور معنی ہیں اور نبی نے وطن کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ کچھ اور ہے۔

۱۰۔ دنیا کی قوموں میں وطنیت ہی کی وجہ سے دشمنی ہے۔ وطنیت کے اس مفہوم کی وجہ سے بھارت کا مقصد پوری دنیا پر قبضہ جما لینا ہو گیا ہے۔

۱۱۔ اسی کی وجہ سے سیاست سچائی سے خالی ہو گئی ہے اور اسی
کی وجہ سے کمزور کا گھر برباد ہوتا ہے۔
۱۲۔ اسی کی وجہ سے خدا کا مخلوق مختلف قوموں میں بٹ جاتی
ہے اور اس کی وجہ سے اسلام کی قومیت کی جڑ کٹتی ہے۔

ایک حاجی مدینے کے راستے میں

قافلہ لوٹا گیا صحرا میں، اور منزل ہے دور!!
۱۔ اس بیاباں یعنی بحرِ خشک کا ساحل ہے دور

ہمسفر میرے شکارِ دشتہ رہزن ہوئے
۲۔ بچ گئے جو ہو کے بیدل سوئے بیت اللہ پھرے

اس بخاری نوجواں نے کس خوشی سے جان دی
۳۔ موت کے زہراب میں پائی ہے اس نے زندگی

خنجرِ رہزن اسے گویا بلالِ عید تھا
۴۔ "ہائے یثرب" دل میں لب پر نعرۂ توحید تھا

خوف کہتا ہے کہ "یثرب کی طرف تنہا نہ چل"
۵۔ شوق کہتا ہے کہ "تو مسلم ہے بیباکانہ چل"

بے زیارت سوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا
۶۔ عاشقوں کو روزِ محشر منہ دکھلاؤں گا کیا

خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشتِ پیمائے حجاز
۷۔ ہجرتِ ہ فوجِ یثرب میں یہی مخفی ہے راز

گو سلامت محملِ شامی کی ہمراہی میں ہے
۸۔ عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے

۹۔ آہ یہ عقلِ زیاں اندیش کیا جالاک ہے

اور تاثر آدمی کا کس قدر بیباک ہے

۱۔ جنگل میں قافلہ لوٹا گیا اور منزل ابھی دور ہے۔ بیابان کے خشک سمندر کا کنارا ابھی دور ہے۔

۲۔ میرے ساتھی لٹیروں کے خنجر کا شکار ہو گئے جو بچ گئے وہ بیدل ہو کر کعبے کی طرف لوٹ گئے۔

۳۔ ساتھیوں میں بخارا کے اس نوجوان نے کیا ہنستے ہنستے جان دی جیسے موت کا زہر اس کے لئے زندگی کی دوا تھا۔

۴۔ لٹیرے کا خنجر گویا اس کے لئے عید کا چاند تھا۔ اس کے دل سے مائے یثرب کی آواز آتی ہے اور ہونٹوں پر توحید کا نعرہ تھا۔

۵۔ جان کا ڈر یہی تقاضا کرتا ہے کہ مدینے کی طرف اکیلا نہ جا لیکن رسول کے عشق کا حکم ہے کہ تو مسلمان ہے بے دھڑک چل۔

۶۔ میں اگر روضۂ انور کی زیارت کئے بغیر کعبہ واپس چلا جاؤں گا تو قیامت کے دن عاشقانِ رسول کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔

۷۔ حجاز کے بیابان میں چلنے والے کو جان کی کیا فکر۔ رسول کی ہجرت میں بھی تو یہی چھپا ہوا ہے۔

۸۔ محملِ شامی کے ساتھ سفر کرنے میں اگرچہ سلامتی ہے لیکن عشق کی لذت تو خطروں کی مصیبتوں اور دکھوں ہی میں ہے۔

۹۔ آہ نقصان کی فکر کرنے والی عقل کتنی چالاک ہے لیکن عشق کا جذبہ کتنا نڈر ہے۔

قطعہ

۱۔ کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا:

کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
۲۔ یہ زائرینِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں
۳۔ غضب ہیں "یہ مرشدانِ خود بیں" خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں
۴۔ سنے گا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے!
نئے زمانے میں آپ ان کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

۱۔ کل ایک باگل رسول کی آرام گاہ پر رو رو کر کہہ رہا تھا کہ مصر اور ہندوستان کے مسلمان اسلامی ملت کی بنیاد کو مسمار کر رہے ہیں۔
۲۔ یہ لوگ یورپ کو اپنا کعبہ سمجھتے ہیں۔ یہ ہزار ہمارے رہنما نہیں لیکن اے رسول ہمیں ان سے کیا تعلق ہو سکتا ہے کیونکہ وہ آپ کی تعلیمات سے نا واقف ہیں۔
۳۔ خدا ایسے رہنماؤں سے آپکی قوم کو محفوظ رکھے کیونکہ یہ مسلمانوں کو بگاڑ کر اپنی عزت بنا رہے ہیں۔
۴۔ حضرت اقبال آپ کی باتیں کون سنے گا کیونکہ یہاں تو محفل کی محفل ہی تبدیل ہو گئی ہے آپ بھی تو اس نئے زمانے میں پرانی باتیں سنائے جا رہے ہیں۔

شکوہ

۱۔ کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں
فکرِ فردا نہ کروں محوِ غمِ دوش رہوں
۲۔ نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا! میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں
۳ جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھکو
شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھکو

سہے جبا شکوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
۴۔ قصہ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
ساز خاموش ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم
۵۔ نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو مجبور ہیں ہم
اے خدا! شکوۂ ارباب وفا بھی سن لے
۶۔ خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے
تھی تو موجود ازل ہی سے تری ذات قدیم
۷۔ پھول تھا زیب چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم
شرط انصاف ہے اے صاحب الطاف عمیم
۸۔ بوئے گل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم
ہم کو جمعیت خاطر پہ پریشانی تھی
۹۔ ورنہ امت ترے محبوب کی دیوانی تھی
ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
۱۰۔ کہیں معبود تھے پتھر کہیں مسجود شجر
خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر
۱۱۔ مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر
۱۲۔ تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا
قوت بازوے مسلم نے کیا کام ترا
بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
۱۳۔ اہل چیں چین میں ایران میں ساسانی بھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
۱۴ اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی
۱۵۔ پر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے

بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
۱۶- خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
۱۷- کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاندارو نکی
۱۸- کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلوار و نکی

۱۹- ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے
۲۰- سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے

قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی
۲۱- بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

۲۲- ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے!
۲۳- تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
۲۴- زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

۲۵- تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے

توڑے مخلوقِ خداوندوں کے پیکر کس نے
۲۶- کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے

کس نے ٹھنڈا کیا آتشکدۂ ایراں کو
۲۷۔ کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو
کونسی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی
۲۸۔ اور تیرے لئے زحمت کشِ پیکار ہوئی
کس کی شمشیر جہاں گیر جہاں دار ہوئی؟
۲۹۔ کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
۳۰۔ منہ کے بل گر کے ہُوَاللہُ اَحَدْ کہتے تھے
۳۱۔ آگئی عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
۳۲۔ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
۳۳۔ تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
۳۴۔ محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
مئے توحید کو لے کر سحر و شام پھرے
کوہ میں دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے
۳۵۔ اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
۳۶۔ بحرِ ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے
صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
۳۷۔ نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
۳۸۔ تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے!

تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے
پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
۳۹۔ ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں
اُمتیں اور بھی ہیں ان میں گنہگار بھی ہیں
۴۰۔ عجز والے بھی ہیں، مست مے پندار بھی ہیں
ان میں کاہل بھی ہیں غافل بھی ہیں ہشیار بھی ہیں
۴۱۔ سینکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
۴۲۔ برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر
بُت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
۴۳۔ ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزلِ دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے
۴۴۔ اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
خندہ زن کفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں؟
۴۵۔ اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں؟
یہ شکایت نہیں ہیں ان کے خزانے معمور
۴۶۔ نہیں محفل میں جنہیں بات بھی کرنے کا شعور
قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور
۴۷۔ اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور
اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں
۴۸۔ بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں
کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دنیا نایاب
۴۹۔ تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب

۵۰۔ تو جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہروِ دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب

۵۱۔ طعن اغیار ہے رسوائی ہے ناداری ہے
کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے

۵۲۔ بنی اغیار کی اب چاہنے والی دُنیا
رہ گئی اپنے لئے ایک خیالی دنیا

۵۳۔ ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنبھالی دنیا
پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا

۵۴۔ ہم تو جیتے ہیں کہ دُنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

۵۵۔ تری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

۵۶۔ دل بھی تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے
آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے

۵۷۔ آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈھ چراغِ رخِ زیبا لے کر

۵۸۔ در دلیلی بھی وہی قیس کا پہلو بھی وہی
نجد کے دشت و جبل میں رمِ آہو بھی وہی

۵۹۔ عشق کا دل بھی وہی حسن کا جادو بھی وہی !!
اُمتِ احمدِ مرسل بھی وہی، تو بھی وہی !!

۶۰۔ پھر یہ آزردگیٔ غیر سبب کیا معنی؟
اپنے شیدا ؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی؟

۶۱۔ تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا ؟
بت گری پیشہ کیا؟ بت شکنی کو چھوڑا

۶۲۔ عشق کو عشق کی آشفتہ گری کو چھوڑا !!!

رسمِ سلمانؓ و اویسِ قرنی کو چھوڑا ؟

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
۶۳- زندگی مثلِ بلالِ حبشی رکھتے ہیں

۶۴- عشق کی غیرت وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی !
جادہ پیمائی تسلیم و رضا بھی نہ سہی

مضطرب دل صفتِ قبلہ نما بھی نہ سہی
۶۵- اور پابندیٔ آئین و وفا بھی نہ سہی

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
۶۶- بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے

سرِ فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے !
۶۷- اک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تو نے

آتشِ اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے
۶۸- پھونک دی گرمیٔ رخسار سے محفل تو نے

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
۶۹- ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں

۷۰- وادیٔ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا
قیس دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا

حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا
۷۱- گھر یہ اجڑا ہے کہ تو رونقِ محفل نہ رہا

اے خوشا آں روزگے آئی و بصد ناز آئی
۷۲- بے حجابانہ سوئے محفلِ ما باز آئی

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جو بیٹھے
۷۳- سنتے ہیں جامِ عنبِ نغمۂ کو کو بیٹھے

۷۴۔ دورِ ہنگامۂ گلزار سے اک سو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی منتظرِ ہو بیٹھے

۷۵۔ اپنے پروانوں کو ذوقِ تپش اندوزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے

۷۶۔ قوم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز
لے اڑا بلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز

۷۷۔ مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بوئے نیاز
تو ذرا چھیڑ تو دے تشنہ مضراب ہے ساز

۷۸۔ نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کیلئے
طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کیلئے

۷۹۔ مشکلیں اُمتِ مرحوم کی آساں کر دے
مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے

۸۰۔ جذبِ نایاب محبت کو پھر ارزاں کر دے
یعنی ہم دیر نشینوں کو مسلماں کر دے

۸۱۔ جوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما
می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما

۸۲۔ بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن

۸۳۔ عہدِ گل ختم ہوا۔ ٹوٹ گیا سازِ چمن
اُڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پردازِ چمن

۸۴۔ ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک
اس کے سینوں میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

۸۵۔ قمریاں شوخِ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں

پتیاں پھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں

۸۵۔ وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں
ڈالیاں پیرہن برگ سے عریاں بھی ہوئیں

۸۶۔ قید موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی

۸۸۔ لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزہ جینے میں
کچھ مزہ ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں

۸۹۔ کتنے بیتاب ہیں جوہر مرے آئینے میں
کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

۹۰۔ اس گلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں رکھتے ہوں لالے ہی نہیں

۹۱۔ چاک اس بلبلِ تنہا کی نوا سے دل ہوں!
جاگنے والے اسی بانگِ درا سے دل ہوں

۹۲۔ یعنی پھر زندہ نئے عہد وفا سے دل ہوں
پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیا سے دل ہوں

۹۳۔ عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری

۱۔ اپنا نقصان کیوں کروں اور اپنے نفع کی فکر کیوں نہ کروں۔
کیا وجہ ہے کہ مستقبل کے بارے میں نہ سوچوں اور ماضی کے غم میں محو ہوں۔
۲۔ بلبل کی فریاد سننے کے لئے سر سے پاؤں تک کان بنا رہوں آخر
کیوں اے میرے ہم زبان کیا میں بھی کوئی پھول ہوں کہ خاموش بیٹھا رہوں۔
۳۔ میرا کمالِ شاعری مجھے لب کشائی کا حوصلہ بخش رہا ہے۔ میرے منہ

میں خاک مجھے آج خدا سے شکایت ہے۔

۴۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم نہایت مشہور و معروف فرماں بردار ہیں لیکن آج اپنی دُکھ بھری کہانی سنانے کے لئے مجبور ہیں۔

۵۔ ہم اس خاموش ساز کی طرح ہیں جو فریاد سے بھرا ہوا ہے اگر ہمارے لبوں پر نالہ آتا ہے تو ہمیں معذور سمجھنا چاہیئے۔

۶۔ اے خدا ہم وفاداروں کی زبان سے شکایت بھی سن لے ہم اگرچہ تیری حمد کے عادی ہیں لیکن آج تھوڑا سا گلہ بھی کرنے والے ہیں۔

۷۔ اے خدا تیری پرانی ذات اگرچہ ازل ہی سے موجود تھی لیکن باغ کے اس پھول کی طرح تھی جس کی خوشبو ابھی پھیلی نہ تھی۔

۸۔ اے عام لطف و عنایت کرنے والے تو ہی انصاف سے فرما کہ اگر ہوا نہ چلتی تو ہر طرف خوشبو کس طرح پھیلتی۔

۹۔ ہم نے اس خوشبو کو پھیلانے میں پریشانی کو اپنے دل کی تسلی کا سامان بنا لیا۔ اگر یہ مقصد پیش نظر نہ ہوتا تو کیا اُمت تیرے محبوب خاص حضرت رسول کی دیوانی تھی کہ جا بجا خاک چھانتی پھرتی۔

۱۰۔ ہم سے پہلے تیری دنیا کا نقشہ ہی عجیب و غریب تھا کہیں پتھر دل اور کہیں درختوں کی پوجا ہو رہی تھی۔

۱۱۔ انسان کی نظر ٹھوس جسموں کی پرستش کی عادی تھی ایسے میں دکھائی نہ دینے والے خدا کو کوئی کیوں کر مانتا۔

۱۲۔ تجھے معلوم ہے کہ کیا کوئی آدمی تیرا نام لیتا تھا؟ یہ ساری خدمت تو مسلمان کے بازو کی طاقت ہی نے سرانجام دی۔

۱۳۔ یہاں سلجوقی اور تورانی بھی تھے۔ چین میں چین والے اور ایران میں ساسانی بھی موجود تھے۔

۱۴۔ اسی روئے زمین پر یونانی بھی آباد تھے۔ اسی دنیا میں یہودی

اور عیسائی بھی رہتے تھے۔

۱۵۔ لیکن یہ بتا ان میں سے کون تھا جس نے تیرے نام پہ تلوار اٹھائی
تیرے بگڑے ہوئے نظام کو کس نے سنوارا؟

۱۶۔ صرف ہمیں تھے جو تیری خاطر کبھی خشکیوں میں اور کبھی سمندروں
میں لڑائیاں لڑتے تھے۔

۱۷۔ ہم نے کبھی یورپ کے گرجا گھروں اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے
جنگلوں میں اذانیں دیں۔

۱۸۔ بڑے بڑے بادشاہوں کی شان ہماری آنکھوں میں نہ جچتی
تھی اور ہم تلواروں کی چھاؤں میں بھی کلمہ پڑھتے تھے۔

۱۹۔ ہماری زندگی جنگ کی مصیبتیں جھیلنے کے لئے تھی اور ہماری جانیں
تیرے نام کی بڑائی کے لئے قربان ہوتی تھیں۔

۲۰۔ ہم اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے تلواریں نہیں چلاتے تھے اور نہ
مال و دولت ہی کے لئے اپنے سر کو ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے۔

۲۱۔ اگر ہماری قوم دنیاوی زر و مال کی خریدہ ہوتی تو بتوں کو
پوجنے کی بجائے انھیں توڑتی کیوں۔

۲۲ لڑائی کے میدان میں ہمارے قدم کبھی پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ بڑے
بڑے شیر مرد بھی اگر ہمارے مدِ مقابل ہوتے تھے تو ان کے پاؤں
اکھڑ جایا کرتے تھے۔

۲۳۔ اگر کوئی تیری نافرمانی کرتا تھا تو ہم آگ بگولہ ہو جاتے تھے۔
تلوار کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جانے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس
نہیں کرتے تھے۔

۲۴۔ ہم نے ہر دل پر توحید کا نقش بٹھایا۔ دشمن تلوار لے کر سر پر کھڑا
ہو جاتا تو ہم جب بھی یہی پیغام دیتے کہ تو ایک ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔

۲۵۔ تو ہی بتا کہ خیبر کس نے فتح کیا اور قیصر کے شہر قسطنطنیہ کو کس نے سر کیا۔

۲۶۔ انسانوں کے بنائے ہوئے بت جن کی پرستش ہوتی تھی آخر کس نے توڑے۔ کافروں کے لشکر کس نے کاٹ کر رکھ دیے۔

۲۷۔ ایمان کے آتش کدے کو کس نے ٹھنڈا کیا اور کون تھا وہ جس نے خدا کے ذکر کو پھر سے زندہ کر دیا۔

۲۸۔ ہمارے سوا آخر وہ کونسی قوم تھی جو صرف تجھے چاہنے میں مگن رہی اور تیرے لیے جنگوں کی صعوبتیں برداشت کرتی رہی۔

۲۹۔ کس کی تلوار نے دنیا کو فتح کیا اور اس کا انتظام سنبھالے رکھا۔ کس کے نعرۂ تکبیر سے تیری سوئی ہوئی دنیا کی آنکھیں کھلیں۔

۳۰۔ کس کے دبدبے سے بتوں پر خوف طاری رہتا تھا۔ کون تھا جس کے سامنے بت منہ کے بل گر کر خدا کے ایک ہونے کا اقرار کرتے تھے۔

۳۱۔ جنگ کے دوران میں اگر نماز کا وقت آجاتا تھا تو مسلمان تم قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدے میں گر جاتی تھی۔

۳۲۔ بادشاہ اور غلام ایک ہی قطار میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کی کوئی تمیز باقی نہ رہتی تھی۔

۳۳۔ تیرے دربار میں پہونچکر۔ فقیر اور امیر بالکل ایک ہو جاتے تھے۔

۳۴۔ صبح شام ہم اس دنیا کی محفل میں توحید کی شراب لے کر گردش کرتے رہے۔

۳۵۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں تیرا پیغام لے کر گئے اور تجھے تو معلوم ہے کہ کبھی نامراد واپس نہیں ہوئے۔

۳۶۔ جنگل تو جنگل ہم نے سمندر بھی نہیں چھوڑے اور بحرِ ظلمات کی موجوں میں گھوڑے ڈال دیے۔

۳۷۔ ہم نے دنیا میں باطل کو مٹایا اور نسلِ انسانی کو غلامی کی قید سے چھڑایا۔

۳۸۔ ہم نے تیرے کعبے میں اپنے سجدوں سے چہل پہل پیدا کر دی اور تیرے قرآن کو ہم نے اپنے سینوں سے لگا کر رکھا۔

۳۹۔ بایں ہمہ تجھے شکایت ہے کہ ہم وفادار نہیں ہیں۔ اگر ہم وفادار نہیں تو تو نے بھی تو دلداری کی شرطیں پوری نہیں کیں۔

۴۰۔ دنیا میں اور اُمتیں بھی ہیں۔ ان میں گنہ گار بھی ہیں عاجز بھی اور غرور کی شراب سے بدمست بھی۔

۴۱۔ ان میں سُست بھی ہیں غافل بھی اور ہوشیار بھی۔ اور سینکڑوں ایسے بھی ہیں جو تیرے نام تک سے بیزار ہیں۔

۴۲۔ لیکن حیرت ہے کہ دوسروں کے کاشانوں پر تو تیری رحمت برس رہی ہے اور بے چارے مسلمانوں پر بجلیاں گر رہی ہیں۔

۴۳۔ بت خانوں میں بہت خوشا ہو ہو کر کہہ رہے ہیں کہ مسلمان چلے گئے۔ انھیں تو واقعی خوشی ہے کہ کعبے کے محافظ چلے گئے۔

۴۴۔ وہ لوگ چلے گئے جو اونٹوں کے قافلے میں حدی خوانی کرتے تھے۔ جاتے وقت قرآن کو انھوں نے اپنی بغلوں میں دبا رکھا تھا۔

۴۵۔ کفر اسی عبرت حال پر ہنس رہا ہے۔ اے خدا اگر ہمارا نہیں تو کیا اپنی توحید کا بھی تجھے کوئی خیال نہیں۔

۴۶۔ ہمیں یہ شکایت نہیں کہ ان لوگوں کے خزانے دولت سے بھرے ہوئے ہیں جنھیں محفل میں بات کرنے کی بھی عقل نہیں۔

۴۷۔ کیا غضب ہے کہ کافروں کو تو دنیا کی عیش و عشرت کے تمام

سامان میسر ہوں اور مسلمان بے چارہ صرف خود کے دغدسے پر جیے۔

۴۸۔ ہمارے حال پر اب پہلے کی سی مہربانیاں نہیں ہیں کیا بات ہے وہ دلجوئی اب کیوں نظر نہیں آتی۔

۴۹۔ اے خدا تیری قدرت کا تو کوئی اندازہ اور حساب نہیں پھر مسلمانوں کو دنیا کی دولت کیوں نہیں ملتی۔

۵۰۔ تو اگر چاہے تو بیابان سمندر بن جائے اور وہاں پانی کے بلبلے پیدا ہو جائیں۔ سراب کی جگہ موجیں اٹھنے لگیں اور مسافروں کے تھپیڑوں کا تختہ مشق بن جائے۔

۵۱۔ لیکن مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ غیروں کے طعنوں، بدنامی اور مفلسی کا شکار رہیں۔ یہ قوم تو ہمیشہ تیرے نام پر مرتی رہی ہے لیکن کیا اس قربانی کا بدلہ یہی ذلت اور نامرادی ہے۔

۵۲۔ دنیا دوسروں سے تو محبت کر رہی ہے لیکن ہمارے لئے اس میں کوئی جگہ نہیں ہم تو ایک خیالی دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں۔

۵۳۔ ہم تو رخصت ہو گئے اور دوسروں نے اگر تیری دنیا کو سنبھال لیا۔ دیکھ پھر نہ کہنا کہ یہ دنیا توحید سے خالی ہو گئی ہے۔

۵۴۔ ہماری زندگی کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ دنیا میں تیرا نام زندہ رہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ شراب پلانے والا تو اٹھ جائے اور پیالہ باقی رہ جائے کیونکہ توحید کی شراب پلانے والے تو ہمیں تھے ہیں اگر نہ رہے تو توحید کی شراب کے پیالے کو کون پوچھے گا۔

۵۵۔ خدا پرست جاتے رہے اور خدا پرستی کی تحفل بھی اٹھ گئی۔ خدا پرست وہی لوگ تھے جو رات رات بھر خدا کی یاد میں آہیں بھرا کرتے تھے اور ان کو ان کی زبان سے نالہ و فریاد کی آواز بلند ہوتی تھی۔

۵۶ ۔ وہ اپنا دل تجھے دے گئے، اور اپنا صلہ جو انھیں تیرے طرف سے ملا لے کر چلے گئے ۔ وہ غریب ابھی محفل میں اطمینان سے بیٹھے بھی نہ تھے کہ محفل سے نکال دیئے گئے۔

۵۷ ۔ سچے عاشق آئے اور کل کا وعدہ لے کر چلے بھی گئے، اب انھیں اپنے حسین و روشن چہرے کا چراغ لے کر ڈھونڈ۔

۵۸ ۔ لیلیٰ کا در و اب بھی وہی ہے اور مجنوں کے پہلو میں اب بھی پہلا سا دل اور دل میں پہلا سا جذبہ موجود ہے ۔ نجد کے بیابانوں اور پہاڑوں میں اب بھی ہرن اسی طرح بھاگ رہے ہیں۔

۵۹ ۔ عاشقوں کے دلوں میں اب بھی پہلا سا عشق موجود ہے اور حسن کا جادو بھی پہلے کی طرح کارگر ہے حضرت رسولؐ کی امت بھی وہی ہے اور اے خدا تو بھی وہی ہے۔

۶۰ ۔ پھر یہ بے وجہ خفگی کیوں ہے اپنے چاہنے والوں سے خفا ہونے کی کیا وجہ ہے۔

۶۱ ۔ کیا ہم نے تجھے یا حضرت رسول کو چھوڑ دیا ہے یا بتوں کو توڑ چھوڑ کر انھیں تراشنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔

۶۲ ۔ یا ہم نے تیرے عشق اور عشق کے دیوانہ پن کو چھوڑ دیا ہے یا ہم حضرت سلیمانؑ اور حضرت اویس قرنی کے مسلک کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

۶۳ ۔ ہمارے سینوں میں تو اب بھی تکبیر کی آگ دبی ہوئی ہے ۔ اور ہماری زندگی تو اب بھی دنیا کی تکلیفیں برداشت کرنے میں حضرت بلال حبشیؓ جیسی ہے۔

۶۴ ۔ مانا کہ ہم میں عشق کی پہلی سی ادا باقی نہیں رہی ۔ یہ بھی مانا کہ ہم تسلیم و رضا کے راستے پر پہلے کی طرح قائم نہیں رہے

۶۵ ۔ یہ بھی مانا کہ اب ہمارے دل جبلہ نما کی طرح بے چین نہیں۔

یہ بھی مانا کہ ہم پہلے کی طرح وفا کے طور طریقوں کے پابند نہیں رہے۔

۶۶۔ لیکن یہ بات اگرچہ کہنے کی نہیں لیکن کہے بغیر رہا بھی نہیں جاتا کہ کبھی ہم سے اور کبھی دوسروں سے یارانہ گانٹھا جا رہا ہے۔ تو بھی تو ہرجائی بن کر رہ گیا ہے۔

۶۷۔ اے خدا تو نے دین اسلام کو فاران کی چوٹی پر مکمل کر دیا۔ اور ایک اشارے میں تو نے ہزاروں کے دل جھپین لیے۔

۶۸۔ عشق کے محفل میں غضب کی آگ بھر دی گویا اپنے رخسار کی گرمی سے تو نے محفل میں آگ لگا دی۔

۶۹۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے سینے پہلے کی طرح چنگاریوں سے آباد نہیں۔ کیا تجھے یاد نہیں ہم تیرے وہی پرانے عاشق ہیں۔

۷۰۔ کیا وجہ ہے کہ نجد کی وادی میں زنجیروں کا شور نہیں رہا۔ مجنوں اب محمل دیکھنے کے لئے دیوانہ وار نہیں پھرتا۔

۷۱۔ اب نہ وہ حوصلے رہے ہیں نہ وہ ہم رہے ہیں اور نہ وہ دل رہا ہے۔ یہ تمام گھر اس لئے اجڑ گیا ہے کہ جو ہمارے محفل کی رونق کا باعث نہیں۔

۷۲۔ وہ دن کتنا مبارک ہوگا جب تو ہماری محفل میں دوبارہ آئے گا اور سینکڑوں ناز و ادا لے کر آئے گا اور بے تکلف ہماری محفل کی رونق کا باعث بن جائے گا۔

۷۳۔ غیر مسلم باغ میں ندی کے کنارے بیٹھے شراب پی رہے ہیں اور شراب کے پیالے ہاتھ میں لئے قمری کا گیت سن رہے ہیں۔

۷۴۔ اور تیرے دیوانے باغ کے اس ہنگامے سے دور بیٹھے "ہو" کے نعرے کا انتظار کر رہے ہیں۔

۷۵۔ جو سچے عاشق پتنگوں کی طرح تجھ پر جل مرنے کے لئے آمادہ ہیں انہیں

پھر اپنے آپ کو چمکانے اور جلانے کا شوق پیدا کر۔ عشق کی پرانی بجلی کو ہمارے کلیجے پھونکنے کا فرمان دے۔

۷۶۔ قوم نے پریشان حالی سے بیزار ہو کر اپنی باگ پھر اپنے مرکز حجاز کی طرف موڑ دی ہے۔ بلبل اگرچہ بے پر ہے لیکن اڑنے کا شوق اسے لے اڑا ہے۔

۷۷۔ باغ کی ہر کلی میں قربان برداری کی خوشبو بے چین ہو رہی ہے۔ ہمارا ساز مضراب کا پیاسا ہے تو ذرا اسے چھیڑ کر دیکھ تو سہی۔

۷۸۔ اس کے اندر جو نغمے بھرے ہوئے ہیں وہ تاروں سے نکلنے کے لئے بے چین ہیں اور طور اسی آگ میں جلنے کے لئے بے تاب ہے۔

۷۹۔ اپنے رسول کی اُمت کی مشکلیں آسان کر دے۔ بے سروسامان چیونٹی کو سلیمان کا مرتبہ عطا کر۔

۸۰۔ محبت کی نایاب جنس کو عام اور سستا کر دے ہم دیر نشینوں کو سچا مسلمان بنا دے۔

۸۱۔ ہمارے دل کی پرانی حسرت سے خون کی ندی بہ نکلی ہے اور ہمارے نشتروں سے بھرے ہوئے سینے میں نالے تڑپ رہے ہیں۔

۸۲۔ باغ کی خوشبو باغ کا بھید باغ سے باہر لے گئی کیا غضب ہے کہ پھول ہی باغ کی چغلی کھانے لگے۔

۸۳۔ بہار کا موسم ختم ہوا اور باغ کا انتظام درہم برہم ہو گیا اور گیت گانے والے پرندے شاخوں سے اڑ گئے۔

۸۴۔ صرف ایک بلبل اقبال اب تک باقی ہے جو گانے میں مصروف ہے اور جس کے سینے میں نغموں کا طوفان بپا ہے۔

۸۵۔ تمنائیں صنوبر کی ٹہنی سے اڑ گئیں۔ پھول کی پتیاں جھڑ جھڑ کر بکھر گئیں۔

۸۶۔ باغ کی پرانی کیاریاں اجڑ بھی گئیں اور شاخیں پتوں کے لباس سے خالی بھی ہو گئیں۔

۸۷۔ اس ویرانی کے باوجود بلبل کے گانے پر اس کا کوئی اثر نہیں وہ بہار اور خزاں کی قید سے آزاد ہے کاش باغ میں کوئی اسکی فریاد کو سمجھ سکتا۔

۸۸۔ اب تو نہ جینے میں مزہ ہے اور نہ مرنے میں، جو تھوڑا بہت لطف ہے اب تو بس خونِ جگر کے پینے ہی میں ہے

۸۹۔ میرے آئینے کے جوہر کتنے بے چین ہیں اور میرے سینے میں کس قدر جلوے تڑپ رہے ہیں۔

۹۰۔ میرے سینے میں وہ داغ ہیں جو لالے کے پھول میں بھی نہیں لیکن افسوس انھیں اس باغ میں کوئی دیکھنے والا ہی نہیں۔

۹۱۔ خدا کرے اس اکیلی بلبل کے نغمے دلوں کو چیر کر رکھ دیں۔ میری آواز دراسب کے دلوں کو بیدار کر دے۔

۹۲۔ وفا کے نئے عہد سے دل پھر سے زندہ ہو جائیں اور پرانی شراب کے پیاسے بن جائیں۔

۹۳۔ میرا مٹکا اگرچہ عجمی ہے لیکن اس میں خالص اسلامی شراب ہے میرا نغمہ اگرچہ ہندی ہے لیکن اس کی لے حجازی ہے۔

چاند

۱۔ اے چاند! حسن تیرا فطرت کی آبرو ہے — طوفِ حریمِ خاکی تیری قدیم خو ہے

۲۔ یہ داغ سا جو تیرے سینے میں ہے نمایاں — عاشق ہے تو کسی کا یہ داغِ آرزو ہے

۳۔ میں مضطرب زمیں پر بیتاب تجھ پہ فلک پر — تجھ کو بھی جستجو ہے مجھ کو بھی جستجو ہے

۴۔ انساں ہے تو شمع جس کی محفل وہی ہے تیری

میں جس طرف رواں ہوں منزل وہی ہے تیری

۵۔ تو ڈھونڈھتا ہے جس کو تاروں کی خامشی میں — پوشیدہ ہے وہ شاید غوغائے زندگی میں
۶۔ استادہ سرزمیں ہے، سبزہ میں سو رہا ہے — بلبل میں نغمہ زن ہے خاموش ہے کلی میں
۷۔ آ، میں تجھے دکھا دوں حسنِ رمیدہ اس کا — نہروں کے آئینہ میں، شبنم کی آرسی میں

صحرا و دشت و در میں کہسار میں وہی ہے
۸۔
انساں کے دل میں تیرے رخسار میں وہی ہے

۱۔ اے چاند تیرا حسن فطرت کی حرکت کا باعث ہے دنیا کے ارد گرد چکر کھانا تیری پرانی عادت ہے۔

۲۔ تیرے سینے میں جو یہ داغ سا نظر آتا ہے کیا یہ آرزو کا داغ ہے اور کیا تو کسی کا عاشق ہے۔

۳۔ میں زمین پر بے چین ہوں اور تو آسمان پر بے چین ہے۔ تجھے بھی کوئی تلاش ہے اور مجھے بھی کوئی تلاش ہے۔

۴۔ تیری محفل بھی یہی دنیا ہے جس میں انسان شمع بنا ہوا ہے۔ میں جس طرف جا رہا ہوں کیا تیری منزلِ مقصود بھی وہی ہے۔

۵۔ تو جسے ستاروں کی خاموشی میں ڈھونڈ رہا ہے وہ شاید زندگی کے شور و غل میں چھپا ہوا ہے۔

۶۔ وہ سرو کی صورت میں کھڑا ہے۔ سبزے کے لباس میں سو رہا ہے۔ بلبل کی شکل میں نغمہ گا رہا ہے اور کلی کے رنگ میں خاموش ہے۔

۷۔ آ میں اس کا روشن چہرہ تجھے ندیوں کے آئینے اور اوس کی آرسی میں دکھاؤں۔

۸۔ جنگل۔ بیاباں۔ آبادی اور پہاڑ میں وہی ہے۔ آدمی کے دل میں اور تیرے چہرے میں بھی اسی کا جلوہ ہے۔

رات اور شاعر

(۱)

رات

۱۔ کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تو پریشاں
خاموش صورتِ گُل مانندِ بو پریشاں

۲۔ تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تو
مچھلی ہے کوئی میرے دریائے نور کی تو

۳۔ یا تو مری جبیں کا تارا گرا ہوا ہے
رفعت کو چھوڑ کر جو پستی میں جا لیا ہے

۴۔ خاموش ہو گیا ہے تارِ رباب ہستی
ہے میرے آئینے میں تصویر خواب ہستی

۵۔ دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو گئی ہے
ساحل سے لگ کے موجِ بیتاب سو گئی ہے

۶۔ بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے
یوں سو گئی ہے جیسے آباد ہی نہیں ہے

شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکوں سے
آزاد رہ گیا تو کیونکر مرے فسوں سے

(۲)

شاعر

۸۔ میں ترے چاند کی کھیتی میں گہر بوتا ہوں
چھپ کے انسانوں سے مانندِ سحر روتا ہوں

۹۔ دن کی شورش میں نکلتے ہوئے شرماتے ہیں
عزتِ شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں

۱۰۔ مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے سناؤں کس کو؟
تپشِ شوق کا نظارہ دکھاؤں کس کو؟

۱۱۔ برقِ ایمن مرے سینے میں پڑی روتی ہے
دیکھنے والی ہے جو آنکھ کہاں سوتی ہے؟

۱۲۔ صفتِ شمعِ لحد مردہ ہے محفل میری
آہ! اے رات بڑی دور ہے منزل میری

۱۳۔ عہدِ حاضر کی ہوا اس کو نہیں ہے سازگار
اپنے نقصان کا احساس نہیں ہے اس کو

ضبطِ پیغامِ محبت سے جو گھبراتا ہوں
تیرے تابندہ ستاروں کو سنا جاتا ہوں

۱۔ تو میری چاندنی میں پریشان کیوں پھر رہا ہے۔ پھول کی طرح تو پریشان ہے اور خوشبو کی طرح آوارہ ہے۔

۲۔ شاید تو آسمان کے ستاروں کا جوہری ہے یا تو میری سادگی کے دریا کی کوئی چیلی ہے۔

۳۔ یا تو میرے ماتھے کا گرا ہوا وہ ستارہ ہے جو بلندی کو چھوڑ کر پستی میں آباد ہو گیا ہے

۴۔ زندگی کے ساز کے تار خاموش ہو گئے اور مست خواب دنیا کی تصویر میرے آئینے میں نظر آ رہی ہے۔

۵۔ دریا کی تہ میں بھنور کی آنکھ بند ہو گئی ہے اور بے چین لہر ساحل سے لگ کر سو گئی ہے۔

۶۔ زمین کی پستی جس میں دن بھر ہنگامے برپا رہتے ہیں اس وقت اس طرح سو گئی ہے جیسے آباد ہی نہ ہو۔

۷۔ پتہ نہیں چلتا کہ شاعر کے دل کو کیوں چین نصیب نہیں۔ ساری دنیا پر میرا جادو چل گیا لیکن نہ جانے تو کیونکر بچ نکلا۔

۸۔ میں تیرے چاند کی کھیتی میں موتی بوتا ہوں اور انسانوں سے چھپ کر صبح کی طرح روتا ہوں۔

۹۔ دن کے ہنگامے میں میرے آنسو نکلتے ہوئے شرماتے ہیں لیکن رات کی تنہائی میں یہ بے اختیار ٹپک پڑتے ہیں

۱۰۔ مجھ میں جو فریاد چھپی ہوئی ہے وہ کیسے سناؤں۔ اپنے عشق کی لگن کا نظارہ کیسے دکھاؤں۔

۱۱۔ میرے سینے میں طور کی بجلی رو رہی ہے اب میں کیا بتاؤں کہ اسے دیکھنے والی آنکھ کہاں سو رہی ہے۔

۱۲۔ تیرے چراغ کی طرح میری محفل مردہ ہے آہ اے رات میری منزل بہت دور ہے۔

۱۳۔ اس محفل کو اس دور کی ہوا راس نہیں ہے اور یہ اپنے نقصان سے بے نیاز ہے۔

۱۴۔ جب میں محبت کے پیغام کو ضبط کرتے ہوئے تنگ آجاتا ہوں تو اے رات یہ پیغام تیرے چمکدار ستاروں کو سنا دیتا ہوں۔

بزمِ انجم

۱۔ سورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو
لختِ شفق سے لیکر تارے کے پھول مارے

۲۔ پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور
قدرت نے اپنے گہنے چاندی کے سب اتارے

۳۔ محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی
چمکے عروسِ شب کے وہ موتی پیارے پیارے

۴۔ وہ دور رہنے والے ہنگامۂ جہاں سے
کہتا ہے جنکو انساں اپنی زباں میں تارے

۵۔ محوِ فلک فروزی تھی انجمن فلک کی
غوغا بریں سے آئی آواز اک ملک کی

۶۔ اے شب کے پاسبانو، اے آسماں کے تارو
تابندہ قوم ساری گردوں نشیں تمہاری

۷۔ چھیڑ دسرور ایسا، جاگ اٹھیں سونے والے
رہبر ہے قافلوں کی تابِ جبیں تمہاری

۸۔ آئینے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں
شاید سنیں صدائیں اہلِ زمیں تمہاری

۹۔ رخصت ہوئی خموشی تاروں بھری فضا سے
وسعت تھی آسماں کی معمور اس نوا سے

۱۰۔ حسنِ ازل ہے پیدا تاروں کی دلبری میں
جس طرح عکسِ گل ہو شبنم کی آرسی میں

۱۱۔ آئینِ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

۱۲۔ یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا
قومیں کچل گئی ہیں جس کی رواروی میں

۱۳۔ آنکھوں سے ہیں ہماری غائب ہزار انجم
داخل ہیں وہ بھی لیکن اپنی برادری میں

۱۴۔ اک عمر میں نہ سمجھے اس کو زمین والے
جو بات پا گئے ہم تھوڑی سی زندگی میں

۱۵۔ ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظامِ سارے

پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

۱۔ سورج نے ڈوبتے ڈوبتے سیہ پوش شام کو اُفق کے تھال سے لالے کے پھول مارے۔

۲۔ قدرت نے چاندی کے تمام گہنے اتار دئے اور شفق نے ہر چیز کو سونے کا زیور پہنایا۔

۳۔ رات کے اندھیرے کی پیلی خاموشی کے کجاوے میں بیٹھ کر آئی اور رات کی دلہن کے پیارے پیارے موتی چمکنے لگے۔

۴۔ وہی موتی جو دنیا کے شور و غل سے بہت دور رہتے ہیں اور جنھیں انسان اپنی زبان میں ستارے کہتا ہے۔

۵۔ آسمان کی انجمن یعنی ستارے آسمان کو روشن کرنے میں مصروف تھے کہ عرش بریں سے ایک فرشتے کی یہ آواز آئی۔

۶۔ اے رات کے پہرے دار و اے آسمان کے ستارو! تمہاری پوری قوم آسمان پر بیٹھی ہوئی چمک رہی ہے۔

۷۔ کوئی ایسا راگ چھیڑو کہ سونے والے جاگ اُٹھیں۔ تمہارے ماتھے کی چمک قافلوں کو راستہ دکھانے والی ہے۔

۸۔ زمین والے تمھیں اپنی قسمتوں کے آئینے خیال کرتے ہیں۔ شاید یہ تمہاری آوازیں سنیں۔

۹۔ یہ سنتے ہی تاروں بھری فضا کی خاموشی ختم ہو گئی اور یہ آواز آسمان کی وسعت میں گونجنے لگی۔

۱۰۔ ستاروں کی دلکشی میں حسنِ ازلی اسی طرح پیدا ہے جیسے شبنم کی آرسی میں پھول کا عکس۔

۱۱۔ نئے قاعدوں سے ڈرنا اور پرانے طریقوں پر اڑے رہنا

قوموں کی زندگی میں بس یہی مشکل مرحلہ ہے

۱۲۔ یہ زندگی کا قافلہ ایسا تیز رفتار ہے کہ اس کے چل چلاؤ میں قومیں کچلی جا چکی ہیں۔

۱۳۔ ہماری نظروں سے ہزاروں ستارے غائب ہیں لیکن ہم انھیں بھی اپنی ہی برادری میں گنتے ہیں۔

۱۴۔ جسے ہم نے اپنی تھوڑی سی زندگی میں سمجھ لیا اس بات کو زمین والے لمبی مدت میں بھی نہ سمجھ سکے۔

۱۵۔ تمام نظام آپس کی کشمکش کی وجہ سے قائم ہیں یہی نکتہ ستاروں کی زندگی میں چھپا ہوا ہے۔

سیر فلک

۱۔ تھا تخیل جو ہم سفر میرا — آسماں پر ہوا گزر میرا

۲۔ اُڑتا جاتا تھا، اور نہ تھا کوئی — جاننے والا چرخ پر میرا

۳۔ تارے حیرت سے دیکھتے تھے مجھے — رازِ سربستہ تھا سفر میرا

۴۔ علقۂ صبح و شام سے نکلا
اس پرانے نظام سے نکلا

۵۔ کیا سناؤں تمھیں ارم کیا ہے — خاتمِ آرزوئے دیدہ و دل کش

۶۔ شاخِ طوبیٰ پہ نغمہ ریز طیور — بے حجابانہ حور جلوہ فروش

۷۔ ساقیانِ سبیل جام بدست — پینے والوں میں شور نوشا نوش

۸۔ دورِ جنت سے آنکھ نے دیکھا — ایک تاریک خانہ سرد و خموش

۹۔ طائرِ قیس و گیسوئے لیلیٰ — اسکی تاریکیوں سے دوش بدوش

۱۰۔ خلد: ایسا کہ جس سے شرما کر — کرۂ زہر پہ ہو رد و پوش

۱۱۔ میں نے پوچھی جو کیفیت اسکی — حیرت انگیز تھا جواب سرِ دوش

۱۲- یہ مقامِ خنک جہنم ہے — نار بھی نور سے تھی ہم آغوش
۱۳- شعلے ہوتے ہیں مستعار اسکے — جس سے لرزاں ہے مردِ عبرت کوش

۱۴- اہلِ دنیا یہاں جو آتے ہیں
اپنے افکار ساتھ لاتے ہیں

۱- چونکہ میرا خیال میرا ہم سفر تھا اس لئے میں آسمان پر پہنچ گیا۔
۲- میں اڑتا چلا جا رہا تھا اور آسمان پر مجھے جانے والا کوئی نہ تھا۔
۳- میرے سفر کا بھید سب سے چھپا ہوا تھا اور ستارے مجھے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔
۴- چلتے چلتے میں دنیا کے پرانے نظام یعنی اس صبح شام کے حلقے سے باہر نکل آیا۔
۵- میں تمہیں کیا بتاؤں کہ جنت کیا چیز ہے آنکھ اور زبان جن چیزوں کی خواہش کر سکتے ہیں وہ سب جنت میں موجود ہیں۔
۶- طوبیٰ کی شاخ پر پرندے گا رہے تھے اور حوریں بے پردہ اپنے جلوے دکھا رہی تھیں۔
۷- خوب صورت ساقیوں کے ہاتھ میں شراب کے پیالے تھے اور پینے پلانے کا شور مچا ہوا تھا۔
۸- جنت سے بہت دور میں نے ایک سیاہ گھر دیکھا جو بہت ٹھنڈا اور سنسان تھا۔
۹- اس کی سیاہی مجنوں کی قسمت اور لیلیٰ کی زلف سے ملتی جلتی تھی۔
۱۰- اتنا ٹھنڈا تھا کہ کرۂ زہریر تک نے شرما کر منہ چھپا لیا تھا۔
۱۱- میں نے جب اس کے بارے میں دریافت کیا تو فرشتے نے یہ حیرانی پیدا کرنے والا جواب دیا۔
۱۲- یہ ٹھنڈی جگہ درصل دوزخ ہے نہ اس میں آگ ہے نہ روشنی۔

۱۳۔ اس کے مانگے ہوئے شعلے ایسے ہوتے ہیں جنھیں دیکھ کر عبرت حاصل کرنے والے انسان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

۱۴۔ جو دنیا دار لوگ یہاں آتے ہیں وہ اپنے ان انگاروں کو ساتھ لاتے ہیں۔

نصیحت

۱۔ میں نے اقبال سے ازراہ نصیحت یہ کہا
عامل روزہ ہے تو اور نہ پابند نماز

۲۔ تو بھی ہے شیوۂ ارباب ریا میں کامل
دل میں لندن کی ہوس لب پہ ترے ذکرِ حجاز

۳۔ جھوٹ بھی مصلحت آمیز ترا ہوتا ہے
تیرا انداز تملق بھی سراپا اعجاز

۴۔ ختم تقریر تری مدحت سرکار پہ ہے
فکر روشن ہے ترا موجد آئین نیاز

۵۔ درِ حکام بھی ہے تجھ کو مقام محمود
پالسی بھی تری پیچیدہ ترا زلف ایاز

۶۔ اور لوگوں کی طرح تو بھی چھپا سکتا ہے
پردۂ خدمتِ دیں میں ہوس جاہ کا راز

۷۔ نظر آجاتا ہے مسجد میں بھی توحید کے دن
ارشد غلط سے ہوتی ہے طبیعت بھی گداز

۸۔ دست پرورد ترے ہر ملک کے اخبار بھی ہیں
چھیڑنا فرض ہے جن پر تری شمشیر کا ساز

۹۔ اس پر طرہ ہے کہ تو شعر بھی کہہ سکتا ہے
تیری مینائے سخن میں ہے شراب شیراز

۱۰۔ جیتے اوصاف ہیں لیڈر کے وہ ہیں تجھ میں سبھی
تجھ کو لازم ہے کہ ہو الٹ کے شریک تب و تاز

۱۱۔ غم صیاد نہیں اور پر و بال بھی سلامت
پھر سبب کیا ہے نہیں تجھ کو دماغِ پرواز

۱۲۔ عاقبت منزلِ ما وادیٔ خاموشاں ہست
حالیہ غلغلۂ در گنبدِ افلاک انداز!

۱۔ میں نے اقبال سے نصیحت کے طور پر کہا کہ: تو روزے رکھتا ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے۔

۲۔ تو بھی ریاکاروں کے طریقے میں کمال حاصل کر چکا ہے تیرے دل میں تو لندن جانے کی ہوس ہے لیکن زبان پر حجاز کا ذکر رہتا ہے۔

۳۔ تو جھوٹ بھی بولتا ہے اور اپنے جھوٹ بولنے کے عذر میں کوئی نہ کوئی مصلحت بھی پیش کر دیتا ہے اور تو نے چاپلوسی کا جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے وہ بھی سراسر جادو ہے۔

۴۔ تیری تقریر حکومت کی تعریف پر ختم ہوتی ہے اور تیری روشن فکر نے نیازمندی کے نئے نئے طریقے اختیار کر رکھے ہیں۔

۵۔ تو حاکموں کے دروازے کو بھی اپنا پسندیدہ مقام سمجھتا ہے اور تیری پالیسی ایاز کی زلف سے بھی بڑھ کر پیچ دار ہے۔

۶۔ دوسرے لوگوں کی طرح تو بھی عہدے اور منصب کی حرص کو دین کی خدمت کے پردے میں چھپا سکتا ہے۔

۷۔ عید کے دن تو مسجد میں بھی نظر آجاتا ہے اور وعظ سن کر کسی قدر آنسو بھی بہا لیتا ہے۔

۸۔ ملک کے اخباروں کو بھی تو نے اپنا احسان مند رکھا ہے جو تیری شہرت کا ساز بجانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

۹۔ اس پر طرہ یہ کہ تو شاعر بھی ہے اور تیری شاعری کی صراحی میں شیراز کی شراب بھری ہوئی ہے۔

۱۰۔ ایک لیڈر میں جتنی خوبیاں ہونی چاہئیں وہ سب تجھ میں موجود ہیں تیرے لئے تو ضروری ہے کہ تو اٹھ کے سعی و عمل کے میدان میں غازی بن

۱۱۔ تجھے حیا کا بھی غم نہیں اور تو پر و بال بھی رکھتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تو اڑنے کا خیال اپنے دل میں نہیں لاتا۔

۱۲۔ آخر کار تو سب کو مردوں کی وادی میں پہنچنا ہے اب تو اس آسمان کے گنبد میں غلغلہ پیدا کرنا چاہیئے۔

رام

۱۔ لبریز ہے شرابِ حقیقت سے جامِ ہند
سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رام ہند

۲۔ یہ ہندیوں کے فکرِ فلک رس کا ہے اثر
رفعت میں آسماں سے بھی اونچا ہے بام ہند

۳۔ اس خاک میں ہوئے ہیں ہزاروں علاے دہر
مشہور جن کے دم سے ہے دنیا میں نام ہند

۴۔ ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند

۵۔ اعجاز اس چراغِ ہدایت کا ہے یہی
اوشن ترا ز بحر ہے زمانے میں شامِ ہند

۶۔ تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں فرد تھا
پاکیزگی میں جوشِ محبت میں فرد تھا

۱۔ ہندوستان کا پیالہ حقیقت کی شراب سے لبریز ہے۔ یورپ کے تمام فلسفیوں کا دل ہندوستان نے موہ رکھا ہے۔

۲۔ یہ ہندوستان والوں کی آسمان پر پہنچنے والی سوچ ہی کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان کی چھت بلندی میں آسمان سے بھلا اونچی ہے۔

۳۔ ہندوستان میں فرشتوں جیسی عادات رکھنے والے ہزاروں انسان پیدا ہوئے ہیں جن کے دم سے ہندوستان کا نام دنیا بھر میں مشہور ہے۔

۴۔ شری رام چندر کی ذات پر ہندوستان کو فخر ہے۔ اہلِ نظر انھیں ہندوستان کا پیشوا خیال کرتے ہیں۔

۵۔ رہنمائی کے اس چراغ کا یہی جادو ہے کہ ہندوستان کی شام صبح سے بھی زیادہ روشن ہے۔

۶۔ شری رام چندر جی تلوار کے دھنی تھے اور بہادری میں ان کی

کوئی مثال نہیں تھی اور پاکیزگی اور محبت کے جوش میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

انسان

۱۔ منظرِ چمنستاں کے زیبا ہو کہ نازیبا — محرومِ عمل نرگس مجبورِ تماشا ہے
۲۔ رفتار کی لذت کا احساس نہیں اس کو — فطرت ہی صنوبر کی محرومِ تمنا ہے
تسلیم کی خوگر ہے جو چیز ہے دنیا میں
۳۔ انسان کی ہر قوت سرگرمِ تقاضے ہے
۴۔ اس ذرہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم — یہ ذرہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے
۵۔ چاہے تو بدل ڈالے ہیئتِ چمنستاں کی — یہ ہستیٔ دانا ہے بینا ہے، توانا ہے

۱۔ باغ کے نظارے اچھے ہوں یا برے لیکن عمل سے محروم نرگس انھیں دیکھنے پر مجبور ہے کیونکہ وہ اور کچھ کر ہی نہیں سکتی۔

۲۔ صنوبر اپنی جگہ پر کھڑا رہتا ہے اسے چلنے کی لذت کا کوئی احساس بھی نہیں۔ اس کی فطرت میں کوئی خواہش پیدا ہی نہیں ہوتی۔

۳۔ دنیا کی ہر چیز فرمانبرداری کی عادی ہے لیکن انسان اپنی طاقت کے زور پر چیزوں کو بدل ڈالنے میں ہمیشہ مصروف رہتا ہے۔

۴۔ اس ذرہ کو ہر وقت پھیلنے کی فکر لگی رہتی ہے ایک معلوم ہوتا ہے یہ ذرہ ذرہ نہیں بلکہ بیابان نے سمٹ کر اس کی شکل اختیار کر لی ہے۔

۵۔ اگر یہ انسان چاہے تو کائنات کے پورے باغ کی شکل بدل ڈالے کیونکہ یہ عقل مند۔ دیدہ ور۔ اور طاقتور ہے۔

خطاب بہ جوانانِ اسلام

۱۔ کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے؟
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

۲۔ تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

۳۔ تمدن آفریں اخلاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارہ

۴۔ سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

۵۔ گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

۶۔ غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

۷۔ اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارا

۸۔ تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارا

۹۔ گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

۱۰۔ حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلم سے کوئی چارا

۱۱۔ بگرد ہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

۱۲۔ غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

۱۔ اے نوجوان مسلم کبھی تو نے یہ بات بھی سوچی ہے کہ وہ کونسا آسمان تھا جس کا تو ٹوٹا ہوا ستارہ ہے۔

۲۔ تجھے اس قوم نے محبت کی گود میں پالا ہے جس نے ایران کا شاہی تاج پاؤں تلے روند ڈالا تھا۔

۳۔ وہ قوم عرب کے صحرا سے اٹھی تھی وہی صحرا جسے شتربانوں کا گہوارہ کہنا چاہیئے اس نے ایک عظیم تہذیب کو جنم دیا اور دنیا کو حکمرانی کے طریقے سکھائے۔

۴۔ امیری کی بلندیوں پر پہنچ کر بھی اس قوم نے فقر کو اپنے لیئے فخر کا باعث سمجھا۔ چہرہ اگر خوبصورت ہو تو اسے بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۵۔ اس قوم کے لوگ اللہ والے تھے فقیری کی حالت میں بھی اتنے باغیرت تھے کہ دوست مندوں کو بھی انھیں کچھ پیش کرتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔

۶۔ الغرض میں کیا بتاؤں کہ بیابان میں رہنے والے وہ کیا تھے وہ دنیا کے فاتح اور حکمران تھے انھوں نے دنیا کی حفاظت کی اور دنیا کو زینت و آرائش بخشی۔

۷۔ میں چاہوں تو لفظوں میں ان کا نقشہ کھینچ سکتا ہوں لیکن یہ نقشہ تیرے خیال سے بہت اونچا ہوگا۔

۸۔ تجھے لیے بزرگوں سے کوئی تعلق ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ تو صرف باتیں بنانا جانتا ہے اور وہ ہر طرف حرکت میں رہتے تھے۔

۹۔ ہم نے بزرگوں سے جو ورثہ پایا تھا وہ سب گنوا دیا اور آسمان نے ہمیں ثریا کی بلندی سے اُٹھا کر زمین کی پستی میں دے پٹکا۔

۱۰۔ حکومت کا رونا تو کیا رویا جائے وہ تو خیر ایک ماضی چیز تھی اور دنیا کے اس عام قاعدے سے ہم کیونکر بچ سکتے تھے کہ حکومتیں ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں۔

۱۱۔ مگر افسوس ہم نے تو وہ علم کے موتی بھی ضائع کر دیئے جو بزرگوں سے ہمیں ملے تھے یعنی وہ بیش قیمت کتابیں جنہیں یورپ میں دیکھ کر دل انگشت بدنداں ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ اے غنی یعقوب کی سیاہ بختی کو دیکھ کر یوسف کی آنکھوں کا نور زلیخا کی آنکھ کے لیے روشنی کا سامان بنا ہوا ہے۔

غرۂ شوال

یا

ہلالِ عید

۱۔ غرۂ شوال! اے نورِ نگاہِ روزہ دار
آ کہ تھے تیرے لیے مسلم سراپا انتظار

۲۔ تیری پیشانی پہ تحریرِ پیامِ عید ہے
شام تیری کیا ہے صبحِ عیش کی تمہید ہے

۳۔ سرگذشتِ ملتِ بیضا تو آئینہ ہے
اے مہِ نو! تم کو مجھ سے الفتِ دیرینہ ہے

۴۔ جس علم کے سائے میں پیتے آ رہے تھے ہم
دشمنوں کے خون سے رنگینیاں ہوتے تھے تم

۵۔ تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی ملت کی ہے
حسن اور دلبریوں تیرے ابد دولت کی ہے

۶۔ آشنا پھر ہو تو ہم اپنی ادا آئیں ترا
ہے محبت خیز یہ پیراہنِ سیمیں ترا

۷۔ اوجِ گردوں سے ذرا دنیا کی بستی دیکھ لے

اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لی

۸۔ قافلے دیکھ اور انکی برق رفتاری بھی دیکھ
رہ پہ رہ رو ماندہ کار منزل سے بیزاری بھی دیکھ

۹۔ دیکھ رخ کو آفتاب پر ہم لٹاتے تھے گہر
اے تہی ساغر ہماری آج ناداری بھی دیکھ

۱۰۔ فرقہ آرائی کا زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
اپنی آزادی بھی دیکھ انکی گرفتاری بھی دیکھ

۱۱۔ دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ
بت کدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

۱۲۔ کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

۱۳۔ بارش سنگ حوادث کا تماشا بھی ہو
اُمت مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

۱۴۔ ہاں تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو
اور جو بے آبرو تھے انکی خودداری بھی دیکھ

۱۵۔ جسکو ہم نے آشنا لطف تکلم سے کیا
اُس حریف بے زبانی گرم گفتاری بھی دیکھ

۱۶۔ سازِ عشرت کی صدا سے کوٹھے ایوانوں میں سن
اور ایراں میں ذرا ماتم کی تیاری بھی دیکھ

۱۷۔ چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اور دنیا کی عیاری بھی دیکھ

صورتِ آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ
۱۸۔ شورشِ امروز میں جو سرود در آغوش رہ

۱۔ اے شوال کے نئے چاند اور نئے روزہ رکھنے والوں کی آنکھوں کے نور مسلمان تیرے لئے سراپا انتظار بنے ہوئے تھے۔

۲۔ تیرے ماتھے پر عید کا پیغام لکھا ہوا ہے تیری شام عیش کی صبح کی ابتدا ہے۔

۳۔ تو ملت اسلامیہ کی سرگزشت کا آئینہ ہے اے نئے چاند ہمیں تجھ سے پرانی محبت ہے۔

۴۔ ہم جس جھنڈے کے نیچے تلواریں چلاتے تھے اور دشمنوں کے خون سے اپنے کپڑے رنگتے تھے۔

۵۔ اسی جھنڈے سے بغلگیر رہنا تیری قسمت ہے تیرا ہر روز بڑھنے

حسنِ ملت کے لئے عزت کا سامان ہے۔

۶۔ ہمارا قوم دوستوں کو پالنے والی ہے اور تیرا مسلک بھی دوستانہ ہے۔ تیرا یہ چاند جیسا لباس دل میں محبت پیدا کرنے والا ہے۔

۷۔ آسمان کی بلندی سے تو ذرا دنیا کی بستی کو دیکھ اور اپنے اونچے مقام سے ہمارے گھر کی پستی کی طرف نظر ڈال۔

۸۔ دوسری قوموں کے تیز رفتار قافلوں کو دیکھ اور اس بچھڑے ہوئے مسافر کو بھی دیکھ جو اپنی منزل سے بیزار ہو چکا ہے۔

۹۔ ہم تجھے اُفق پر دیکھ کر کبھی موتی لٹایا کرتے تھے لیکن اے خالی پیالے آج ہماری مفلسی کو بھی دیکھ۔

۱۰۔ مسلمان فرقہ بندی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اپنی آزادی کا اور اُن کی گرفتاری کو بھی دیکھ۔

۱۱۔ مسجد میں شیخ کی تسبیح کے ٹوٹے ہوئے دھاگے اور اس کے برعکس بت کدے میں برہمن کے پکے زنار کو بھی دیکھ۔

۱۲۔ کافروں نے مسلمانوں کے سے جو طریقے اختیار کر لئے ہیں انھیں بھی دیکھ اور مسلمانوں کو بھی دیکھ کہ وہ کس طرح آپس میں ایک دوسرے کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔

۱۳۔ ہر طرف حادثے کے پتھروں کا مینہ برستے ہوئے بھی دیکھ اور یہ بھی دیکھ کہ ہماری مردہ امت کی دیواریں شیشے سے بنی ہوئی ہیں۔

۱۴۔ عزت آبرو والوں نے خوشامد کو اپنا پیشہ بنا لیا ہے انھیں دیکھ اور پھر انھیں بھی دیکھ جو کبھی بے آبرو تھے لیکن اب خوددار بن گئے ہیں۔

۱۵۔ جس کو ہم نے بات کرنے کی لذت سے واقف کیا دیکھ اے زمانہ تو آج کس طرح پڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہی ہے۔

۱۶۔ یورپ میں خوشیوں کے ساز کی آوازیں سن اور یہ بھی دیکھ
کہ ایران میں ماتم کی تیاری ہو رہی ہے۔
۱۷۔ نادان ترک نے اپنی غلامی کی قبا ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالی
ہے مسلمان کی سادہ مزاجی اور دوسروں کی مکاری کو دیکھ۔
۱۸۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی آئینے کی طرح خاموش
رہ اور آج کے شور و غل سے بے نیاز ہو کر اپنے ماضی کے گیت
گائے رہ۔

شمع اور شاعر

فروری ۱۹۱۲ء

شاعر

۱۔ دوش میگفتم بہ شمع منزل ویرانہ خویش
گیسوئے تو از پر پروانہ دارد شانہ
۲۔ در جہان مثل چراغ لالۂ صحرا ستم
نے نصیب محفلے نے قسمت کاشانہ
۳۔ مدتے مانند تو من ہم نفس می سوختم
در طوافِ شعلہ ام بالے نہ زد پروانہ
۴۔ می طپید صد جلوہ در جانِ اہل درد من
برنمی خیزد ازیں محفل دل دیوانہ
۵۔ از کجا ایں آتشِ عالم فروز اندوختی
کرمکِ بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی

شمع

۶۔ مجھ کو جو موجِ نفس دیتی ہے پیغامِ اجل
لب اسی موجِ نفس سے ہے نوا پیرا ترا
۷۔ میں تو جلتی ہوں کہ ہے مضمر مری فطرت میں سوز
تو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ہو سودا ترا
۸۔ گرچہ یہ ساماں ہیں کہ میرے دامن میں ہے طوفاں اشک
شبنم افشاں تو کہ بزمِ گل میں ہو چرچا ترا
۹۔ گل بدامن ہے مری شب کے لہو سے میری صبح
ہے ترے امروز سے نا آشنا فردا ترا

۱۰۔ یوں تو روشن ہے مگر سوزِ دروں رکھتا نہیں
شعلہ ہے مثلِ چراغِ لالۂ صحرا ترا

۱۱۔ سوچ تو دل میں لقبِ ساقی کا ہے زیبا تجھے
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا

۱۲۔ اور ہے تیرا شعار آئینِ ملت اور ہے
زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا ترا

۱۳۔ کعبہ پہلو میں ہے اور سودائی بتخانہ ہیں
کس قدر شوریدہ سر ہے شوقِ بے پروا ترا

۱۴۔ قیس پیدا ہوں تری محفل میں یہ ممکن نہیں
ہو گیا ہو جا صحرا ترا محمل ہے بے لیلا ترا

۱۵۔ اے دلِ تابندہ! اے پروردۂ آغوشِ موج
لذتِ طوفاں سے ہے ناآشنا دریا ترا

۱۶۔ اب نوا پیرا ہے کیا؟ گلشن ہوا برہم ترا
بے محل تیرا ترنم، نغمہ بے موسم ترا

۱۷۔ تھا جنھیں ذوقِ تماشا وہ تو رخصت ہو گئے
لے کے اب تو وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا

۱۸۔ انجمن ہے وہ پرانے شعلہ آشام اب کہاں
ساقیا محفل میں تو آتش بجام آیا تو کیا

۱۹۔ آہ! جب گلشن کی جمعیت پریشاں ہو چکی!
پھول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا

۲۰۔ آخرِ شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

۲۱۔ بجھ گیا وہ شعلہ جو مقصودِ ہر پروانہ تھا
اب کوئی سودائی سوزِ ناتمام آیا تو کیا

۲۲۔ پھول بے پروا ہیں تو گرم نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حس ہے آوازِ درا ہو یا نہ ہو

۲۳۔ شمعِ محفل ہو کے تو جس رہ سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی اس رہ سے نہ جانے رہے

۲۴۔ رشتۂ الفت میں جب انکو پرو سکتا تھا تو
پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے

۲۵۔ شوقِ بے پروا گیا فکرِ فلک پیما گیا
تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے

۲۶۔ وہ جگر سوزی نہیں وہ شعلہ آشامی نہیں
فائدہ پھر کیا جو گردِ شمع پروانے رہے

۲۷۔ خیر تو ساقی سہی، لیکن پلائے گا کسے؟
اب نہ وہ میکش رہے باقی نہ میخانے رہے

۲۸۔ رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

۲۹۔ آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں
رقص میں لیلا رہی لیلا کے دیوانے رہے

۳۰۔ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کاروان کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

۲۱۔ جنکے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی
شہر اُنکے مٹ گئے آبادیاں بن ہو گئیں

۲۲۔ سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں

۲۳۔ دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے
موج کی آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں

۲۴۔ خود تجلی کو تمنا جن کے نظاروں کی تھی
وہ نگاہیں نا امیدِ نورِ ایمن ہو گئیں

۲۵۔ اڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں
دلمیں کیا آئی کہ پابندِ نشیمن ہو گئیں

۲۶۔ وسعتِ گردوں میں تھی انکی تڑپ نظارہ سوز
بجلیاں آسودۂ دامانِ خرمن ہو گئیں

۲۷۔ دیدۂ خونبار ہو منت کشِ گلزار کیوں؟
اشکِ پیہم سے نگاہیں گل بدامن ہو گئیں

۲۸۔ شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی!
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن اُمید کی

۲۹۔ مژدہ اے پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز
بعد مدت کے ترے رندوں کو پھر آیا ہے ہوش

۳۰۔ نقدِ خودداری بہائے بادۂ اغیار تھی
پھر دکاں تیری ہے لبریزِ صلائے نا و نوش

۳۱۔ پھر یہ غوغا ہے کہ لا ساقی شرابِ خانہ ساز
دل کے ہنگامے گئے مغ بچے متوالے خموش

۳۲۔ ٹوٹنے کو ہے طلسمِ ماہ سیمایانِ ہند
پھر سلیمی کی نظر دیتی ہے پیغامِ خروش

۳۳۔ نغمہ پیرا ہو کہ یہ ہنگامِ خاموشی نہیں
ہے سحر کا آسماں خورشید سے مینا بدوش

۳۴۔ در غمِ دیگر بسوز و دیگراں را ہم بسوز
گفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش

۳۵۔ کہہ گئے ہیں شاعری جزویست از پیغمبری
ہاں سنا دے محفلِ ملت کو پیغامِ سروش

۳۶۔ آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

۳۷۔ رہزنِ ہمت ہوا ذوقِ تن آسانی ترا
بحر تھا صحرا میں تو گلشن میں مثلِ جو ہوا

۳۸۔ اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی
چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروانِ بو ہوا

۳۹۔ زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرارِ حیات
یہ کبھی گوہر کبھی شبنم کبھی آنسو ہوا

۴۰۔ پھر کہیں سے اس کو پیدا کر بڑی دولت ہے یہ
زندگی کیسی جو دل بیگانۂ پہلو ہوا

۵۱۔ آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی — جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رُسوا تو ہوا

۵۲۔ فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

۵۳۔ پردۂ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھ — یعنی اپنی مے کو رُسوا صورتِ مینا نہ کر
۵۴۔ خیمہ زن ہو وادیٔ سینا میں مثلِ کلیم — شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر
۵۵۔ شمع کو بھی ہو ذرا معلوم انجامِ ستم — صرف تعمیرِ سحر خاکسترِ پروانہ کر
۵۶۔ تو اگر خوددار ہے منت کشِ ساقی نہ ہو — عین دریا میں حبابِ آسا نگوں پیمانہ کر
۵۷۔ کیف کچھ باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں — ہے جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر
۵۸۔ خاک میں تجھ کو مقدر نے ملایا ہے اگر — تو عصا افتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر
۵۹۔ ہاں اسی شاخِ کہن پر پھر بنا لے آشیاں — اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر
۶۰۔ اس چمن میں پیروِ بلبل ہو یا تلمیذِ گل — یا سرا یا نازنیں بن جا یا نوا پیدا نہ کر

۶۱۔ کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تو
لب کشا ہو جا سرودِ بربطِ عالم ہے تو

۶۲۔ آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا — دانہ تو کھیتی بھی تو باراں بھی تو حاصل بھی تو
۶۳۔ آہ! کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے — راہ تو رہرو بھی تو رہبر بھی تو منزل بھی تو
۶۴۔ کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا — ناخدا تو بحر تو کشتی بھی تو ساحل بھی تو
۶۵۔ دیکھ آکر کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی — قیس تو لیلا بھی تو صحرا بھی تو محمل بھی تو
۶۶۔ وائے نادانی کہ تو محتاجِ ساقی ہو گیا — مے بھی تو مینا بھی تو ساقی بھی تو محفل بھی تو
۶۷۔ شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو — خوفِ باطل کیا کہ ہے غارتگرِ باطل بھی تو

۶۸۔ بے خبر! تو جوہرِ آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

۶۹۔ اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو — قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے
۷۰۔ کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تو — دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے

۷۱۔ سینہ ہے تیرا میں اس کے پیامِ نازکا
۷۲۔ ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
۷۳۔ اب تلک شاہد ہے پیرِ کوہِ فاراں کا
۷۴۔ تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
۷۵۔ دل کی کیفیت ہے پیدا ہر تقریر میں
۷۶۔ پھونک ڈالا ہے مری آتش نوائی نے مجھے
۷۷۔ اثر اس آگ نوائی کا مرے سینے میں دیکھ
۷۸۔ آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
۷۹۔ اس قدر ہوگی ترنم آفریں بادِ بہار
۸۰۔ آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
۸۱۔ شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
۸۲۔ دیکھ لوگے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل
۸۳۔ پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
۸۴۔ نالۂ صیاد سے ہونگے نوا ساماں طیور
۸۵۔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے پنہاں بھی ہے
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
اے تغافل پیشہ! تجھ کو یاد وہ پیماں بھی ہے
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے
کسوتِ مینا میں مے مستور بھی عریاں بھی ہے
اور میری زندگانی کا یہی ساماں بھی ہے
جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائیگی
نکہتِ خوابیدۂ غنچے کی نوا ہو جائیگی
بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائیگی
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائیگی
موجِ مضطر ہی اسے زنجیر پا ہو جائیگی
پھر حبیبِ خاکِ حرم سے آشنا ہو جائیگی
خونِ گلچیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائیگی
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

۸۶۔ شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

۱۔ کل میں نے اپنے اُجڑے ہوئے گھر کی شمع سے کہا کہ تیری زلفوں کے لئے پروانے کا پریشانہ کا کام دیتا ہے۔

۲۔ میں اس دنیا میں بیابانی لالہ کے چراغ کی طرح ہوں جس سے نہ کسی محفل میں اور نہ کسی گھر میں روشنی ہوتی ہے۔

۳۔ میں بھی ایک مدت سے اپنے آپ کو تیری طرح جلا رہا ہوں لیکن

میرے شعلوں کے طواف کے لئے تو اب تک کسی پروانے نے پر تک نہیں مارا۔

۴۔ میری جان جو سینکڑوں آرزوؤں کی کشمکش میں بجھتی رہی اس میں ان گنت جلوے تڑپ رہے ہیں لیکن کوئی ایسا نہیں جو ان آرزوؤں کا ساتھی بن سکے۔

۵۔ اے شمع تو نے دنیا کو روشن کرنے والی یہ آگ کہاں سے لی جس کی وجہ سے ایک معمولی پتنگے کو حضرت موسیٰ کا سوز سکھا دیا۔

۶۔ سانس کی جو لہر میرے لئے موت کا پیغام ہے اسی کی وجہ سے تیرا لب نغمے گا رہا ہے۔

۷۔ میری طبیعت میں چونکہ جلن چھپی ہوئی ہے میں اس لئے جلتی ہوں لیکن تو اس وجہ سے روشن ہے کہ پروانے تیرے گرویدہ ہوں۔

۸۔ میرے دل میں آنسوؤں کا طوفان ہے میں اس لئے روتی ہوں اور تو اس وجہ سے شبنم کی طرح آنسو بہاتا ہے کہ پھولوں کی محفل میں تیری شہرت ہو۔

۹۔ میری رات کے خون سے میری صبح کا دامن پھولوں سے بھرا ہوا ہے لیکن تیرے حال کو مستقبل کی کوئی فکر نہیں۔

۱۰۔ تو اگرچہ روشن ہے لیکن تیرا سینہ اندرونی جلن سے خالی ہے تیرا شعلہ بانی لالے کے چراغ کی طرح ہے کہ چمک دمک تو ہے لیکن سوز نہیں۔

۱۱۔ تو ذرا اپنے دل میں سوچ کر کیا تجھے ساقی کہنا مناسب ہے کہ جب تیری محفل پیاسی ہے اور تیرے پیالے میں شراب بھی نہیں۔

۱۲۔ تیرا طریقہ اور ہے اور قوم نے دوسرا ہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ تیری بدصورتی سے تیرا آئینہ بدنام ہو رہا ہے۔

۱۳۔ کعبہ تیرے پہلو میں ہے اور تو بت خانے کے لئے پاگل ہوا جا رہا ہے۔

تیرا بے پروا عشق کبھی کسی قدر دیوانہ ہے۔

۱۴۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تیری محفل میں مجنوں پیدا ہوں کیونکہ تیرا بیاباں تنگ ہے اور تیرے محمل میں لیلیٰ نہیں ہے۔

۱۵۔ اے لہروں کی گود میں پرورش پائے ہوئے چمک دار موتی تیرا دریا طوفان کی لذت سے ناواقف ہے۔

۱۶۔ اب جبکہ تیرا باغ برباد ہو چکا ہے نغمے سنانے کا کیا فائدہ اب تیرے نغمے بے موقع اور بے موسم ہیں۔

۱۷۔ اب تو دیدار عام کا وعدہ لے کر آیا تو اس سے کیا حاصل کیونکہ دیکھنے والے تو رخصت ہو چکے ہیں۔

۱۸۔ محفل سے پرانے شراب نوش تو چلے گئے اے ساقی اگر تو اب تند و تیز شراب کا پیالہ لئے ہوئے آیا تو اس سے کیا حاصل۔

۱۹۔ آہ جب باغ کا شیرازہ بکھر گیا تو پھول کے لئے بادِ بہاری کا پیغام کیا معنی رکھتا ہے۔

۲۰۔ رات کے آخری حصے میں محبت کے بسمل کی تڑپ دیکھنے کے قابل تھی۔ صبح کے وقت اگر محبوب نے لبِ بام پر آکر اپنا جلوہ دکھایا بھی تو اس سے کیا حاصل۔

۲۱۔ وہ شعلہ تو بجھ گیا جس پر ہر پروانہ جل مرنے کے لئے تیار تھا اب کوئی ناتمام سنہ کا دیوانہ بن کر آیا تو کیا فائدہ۔

۲۲۔ تو نغمے سنایا نہ سنا پھول اس سے بالکل بے پروا ہیں اور قافلے میں کوئی احساس باقی نہیں رہا گھنٹی کی آواز آئے یا نہ آئے۔

۲۳۔ محفل کی شمع بننے کے باوجود جب تیرا دل سوز سے خالی رہا تو تیرے پروانوں میں سوز کی لذت کہاں سے پیدا ہوتی۔

۲۴۔ جب تو انھیں باہمی محبت کے رشتے میں پرو سکتا تھا تو پھر

تسبیح کے دانے کیوں بکھرے کے بکھرے رہ گئے۔

۲۵۔ اب نہ جد و جہد کا جوش و خروش ہے اور نہ فکر و نظر کی وہ بلندی ہے گویا قوم دیوانوں سے بھی خالی ہوگئی اور فرزانوں سے بھی۔

۲۶۔ جب شمع کی روشنی جگر نہیں جلا سکتی اور دلوں میں سچی تڑپ نہیں پیدا کر سکتی تو شمع کے گرداب بھی پر والوں کے نظر آنے سے کیا فائدہ ہے۔

۲۷۔ چلیے یہ مان لیا کہ تو ساقی ہے لیکن یہ تو بتا کہ تو شراب کسے پلائے گا۔ کیونکہ اب نہ پہلے سے شرابیں باقی ہیں اور نہ وہ پرانے شراب خانے۔

۲۸۔ جس ساقی کے پیالے کل تک گردش کر رہے تھے اس کے حال پر آج ایک ٹوٹی ہوئی صراحی رو رہی ہے۔

۲۹۔ وہ بیاباں جہاں دیوانی پرورش پاتی تھی آج سنسان نظر آتے ہیں نہ وہاں لیلیٰ ناچ رہی ہے اور نہ وہاں لیلیٰ کا کوئی دیوانہ ہی دکھائی دیتا ہے۔

۳۰۔ وائے ناکامی کہ قافلے کا سامان بالکل لٹ گیا اور قافلے کو اپنے نقصان کا احساس تک نہیں۔

۳۱۔ جن کے ہنگاموں سے کبھی بیابانوں میں بھی چہل پہل نظر آتی تھی ان کے بسائے ہوئے شہر تباہ ہوگئے اور ان کی آبادیاں جنگل بن گئیں۔

۳۲۔ جن نمازوں سے توحید کی شان قائم تھی وہ نمازیں ہندوستان میں برہمن کی نذر ہوگئیں۔

۳۳۔ دنیا کی دائمی خوشی شریعت کی پابندی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے پھر چونکہ پابندی سے آزاد رہنا چاہتی ہے اس کی زندگی نالۂ فریاد میں گزرتی ہے۔

۳۴۔ کوہِ طور کی تجلی کو جن نگاہوں کی خواہش تھی وہ نگاہیں اس نور کے جلوے سے ناامید ہو چکی ہیں۔

۳۵۔ باغ میں ہزاروں بلبلیں اڑتی پھرتی تھیں نہ جانے ان کے دل میں کیا خیال آیا کہ وہ اپنے گھونسلوں میں پابند ہو کر بیٹھ گئیں۔

۳۶۔ آسمان کے پھیلاؤ میں جن بجلیوں کی چمک آنکھوں کو چندھیا دینے والی تھی وہ کھلیان کے دامن پر پہنچ کر ٹھنڈی ہو گئیں۔

۳۷۔ خون رونے والی آنکھ باغ کا احسان کیوں اٹھائے کیونکہ مسلسل خون کے آنسوؤں ہی نے نگاہوں کا دامن پھولوں سے بھر دیا ہے۔

۳۸۔ لیکن غم کی شام عید کی صبح کا پیغام دیتی ہے۔ رات کی تاریکی میں امید کی کرن نظر آتی ہے۔

۳۹۔ اے حجاز کے شراب خانے سے شراب پلانے والے تیرے لئے یہ خوش خبری ہے کہ تیرے شراب نوش ایک مدت کے بعد پھر ہوش میں آ گئے ہیں۔

۴۰۔ کل تک جو اپنی خود داری کی دولت دے کر دوسروں سے ستا خریدتے تھے آج پھر تیری دوکان پر آ گئے ہیں اور دوکان کے در و دیوار پیمانے پلانے کی ہاؤ ہو سے گونج رہے ہیں۔

۴۱۔ پھر ہر طرف یہ شور ہے کہ گھر کی بنی ہوئی شراب لا۔ فرنگی شراب نے دل کی گرمیاں ٹھنڈی کر دیں۔

۴۲۔ ہندوستان میں فرنگی حکومت کا طلسم کوٹنے والا ہے پھر عرب کی محبوبہ اپنے چاہنے والوں کو جوش و خروش کا پیغام دے رہی ہے۔

۴۳۔ گیت گا کیونکہ یہ چپ رہنے کا وقت نہیں ہے۔ صبح کے آسمان نے سورج کی صراحی اپنے کندھے پر اٹھالی ہے۔

۴۴۔ دوسروں کے غم میں جل اور دوسروں کو بھلا اس آگ میں جلا میں نے تجھے ایک قیمتی بات سنا دی جس کی سچائی پوری دنیا پر ظاہر ہے، ہو سکے تو اس پر عمل کر۔

۴۵۔ کہا جاتا ہے کہ شاعری پیغمبری کا جز ہے چونکہ تو بھی شاعر ہے

اس لئے ملت کی انجمن کو فرشتے کا پیغام سُنا۔

۴۶ - ملت کی آنکھ کو دیدار کے دعدے سے جگادے اور ملت کے دل کو اپنے کمال شاعری سے زندہ کردے۔

۴۷ - آرام طلبی کے شوق نے تیری ہمت کو لوٹ لیا تو بیابان میں ایک سمندر تھا لیکن باغ میں پہنچ کر ندی بن گیا

۴۸ - جب تو اپنی اصلی حالت پر قائم تھا تو تیری اجتماعی شان بھی تھی لیکن خوشبو کا قافلہ پھول کو چھوڑ کر پریشان ہو گیا۔

۴۹ - قطرے کا زندگی زندگی کے بھید سکھاتی ہے یہی قطرہ کبھی اوس اور کبھی آنسو بن جاتا ہے۔

۵۰ - پھر کہیں سے اپنا دل پیدا کر کیونکہ یہ بہت بڑی دولت ہے اگر پہلو میں دل ہی نہیں تو زندگی کس کام کی۔

۵۱ - تیری عزت ملت کی اجتماعی شان سے تھی۔ جب یہ شان چلی گئی تو تو دنیا میں بدنام ہو گیا۔

۵۲ - تنہا فرد کی حقیقت کچھ نہیں ملت سے وابستہ ہو کر بھی وہ قائم رہ سکتا ہے۔ لہر اگر دریا میں ہے تو لہر ہے لیکن دریا سے باہر آجائے تو کچھ بھی نہیں۔

۵۳ - ابھی اپنی محبت کو دل کے پردے میں چھپائے رکھ اور اور صراحی کی طرح اپنی شراب کو بدنام نہ ہونے دے۔

۵۴ - موسلی کی طرح وادیٔ سینا میں ڈیرا ڈال اور تحقیق کے شعلے سے اپنے گھر کو جلا۔

۵۵ - شمع کو بھی ذرا اپنے ظلمت کا انجام معلوم ہو اس لئے تو پروانوں کی خاکستر جمع کر کے اس سے صبح کا منظر تیار کر۔

۵۶ - اگر تو خود دار ہے تو ساقی کا احسان نہ اٹھا بلبلے کی طرح عین

دریا میں بھی اپنا پیالہ اٹھا رکھ۔

۵۷۔ پرانے پہاڑوں اور بیابانوں میں کوئی مزہ باقی نہیں چونکہ تیری دیوانگی نئی قسم کی ہے اس لیے اپنے لئے بیابان بھی نیا پیدا کر۔

۵۸۔ اگر تجھے قسمت نے مٹی میں ملا دیا ہے تو کیا ہوا تو بھی دانے کی طرح اپنے گرنے سے اٹھ کھڑے ہونے کے لیے کچھ جیسا سہارا پیدا کر۔

۵۹۔ پرانی ٹہنی پر پھر اپنا گھونسلہ بنا اور باغ میں رہنے والوں کو اپنے نالوں کو اپنے مستانہ نغموں کا گرویدہ بنا۔

۶۰۔ تو اس باغ میں یا تو بلبل کی پیروی کر یا پھول کا شیدا گردن جھکا یا تو مجسم نازبن جا یا اپنی ساری زندگی خاموشی میں گزار دے۔

۶۱۔ تو باغ میں شبنم کی طرح خاموشی کی حالت میں کیوں اڑتا ہے۔ اپنے ہونٹ کھول۔ ارے تو تو دنیا کے ساز کا نغمہ ہے۔

۶۲۔ اے کسان ذرا اپنی حقیقت پہچان۔ تو بذاتِ خود دانہ بھی کھیتی بھی۔ بارش بھی۔ بارش تجھی اور پیداوار بھی ہے۔

۶۳۔ آہ تو کسی کی تلاش میں آوارہ رہتا ہے تو تو خود ہی راستہ بھی مسافر بھی۔ رہنما بھی اور منزل بھی ہے۔

۶۴۔ تیرا دل طوفان کے خوف سے کیوں کانپ رہا ہے تو تو خود ہی ملاح خود ہی سمندر خود ہی کشتی اور خود ہی کنارا ہے۔

۶۵۔ کبھی تو سچی دیوانگی تو پیدا کرتا کہ تجھے معلوم ہو کہ مجنوں میں تو ہے۔ لیلیٰ بھی تو ہے اور بیابان اور بگولا بھی تو خود ہے۔

۶۶۔ افسوس کہ اپنی ناسمجھی کی وجہ سے تو شراب پلانے والا کا محتاج ہو گیا ورنہ تو خود ہی شراب۔ پینا۔ شراب پلانے والا اور شراب کی محفل ہے۔

۶۷۔ ذات بارنا کے سوا جو کچھ ہے اسے گھاس پھوس سمجھ کر اسے شعلہ بن کر پھونک دے۔ تجھے بادل سے کیا ڈر۔ ہو سکتا ہے کہ

تو تو باطل کو برباد کرنے والا ہے۔

۶۸۔ اے بے خبر تو وقت کے آئینے کا جوہر ہے اور دنیا میں خدا کا آخری پیغام ہے۔

۶۹۔ اے غافل تو اپنی اصلیت سے واقف ہو اگرچہ بظاہر تو ایک قطرہ ہے لیکن درحقیقت ایک بے کنارہ سمندر بھی ہے۔

۷۰۔ تو بے ہیئتی کے طلسم میں کیوں قید ہے۔ غور سے دیکھ تجھ میں طوفان کا شان بھی چھپی ہوئی ہے۔

۷۱۔ تیرا سینہ اس ذات پاک کے پیغام ناز کا امانت دار ہے جو اس دنیا کے نظام میں ظاہر بھی ہے اور چھپا ہوا بھی ہے۔

۷۲۔ جنگی ساز و سامان کے بغیر جس سے سات دلائتیں فتح ہو سکتی ہیں تو اگر غور کرے تو تیرے پاس وہ سامان بھی ہے۔

۷۳۔ فاران پہاڑ کی چوٹی جس کی اونچی گواہ ہے، اے غافل کیا تجھے اپنا وہ اقرار یاد نہیں ہے۔

۷۴۔ اے بے سمجھ تو نے ہی چند کلیوں پر قناعت کر لی۔ ورنہ اس باغ میں تو دامن کی تنگی کا علاج بھی موجود ہے۔

۷۵۔ میرے دل کی کیفیت میری گفتار کے پردے پر ظاہر ہو رہی ہے۔ بالکل اس صراحی کی طرح جس میں شراب چھپی ہوئی نہ ہوتی ہے اور نظر آتی ہے۔

۷۶۔ مجھے آگ لگا لینے والے کہتوں نے تجھے! اگرچہ مجھے پھونک ڈالا ہے لیکن یہی گیت میری زندگی کا سامان بھی ہیں۔

۷۷۔ ان پھونک دینے والے گیتوں کو بھیج میرے سینے میں اور قسمت کا جلوہ میرے دل کے آئینے میں دیکھ۔

۷۸۔ آسمان صبح کی روشنی سے آئینے کی طرح چمکنے لگے اور رات کا اندھیرا پارے کی طرح اڑ جائے گا۔

۷۹۔ بہار کی ہوا اتنے نغمے پیدا کرے گی کہ کلی کی گود میں سوئی ہوئی نوشبو بھی آواز بن کر نکلے گی۔

۸۰۔ باغ کے سینہ چاک دوسرے سینہ چاکوں سے آملیں گے اور بادِ صبا پھولوں کی ساتھی بن جائے گی۔

۸۱۔ میرے آنسوؤں کی شبنم سے سوز و ساز پیدا ہوگا اور اس باغ کی ہر کلی درد کی لذت سے واقف ہو جائے گی۔

۸۲۔ دریا کی رفتار کی شان و شوکت کا نتیجہ تم خود ہی دیکھ لوگے۔ بے چین موجیں ہی اس کے پاؤں کے لئے زنجیریں بن جائیں گی۔

۸۳۔ ملت کے دلوں کو پھر سجدوں کا پیغام یاد آجائے گا اور اہلِ ملت کی پیشانیاں پھر سے کعبہ کی خاک پر گرنے تڑپیں گی۔

۸۴۔ فنکاری آہ و فریاد میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور ان کی فریادیں سُن کر پرندے خوشی کے گیت گانے لگیں گے اور پھول چننے والے کے خون سے کلی کا لباس سُرخ ہو جائے گا۔

۸۵۔ جو کچھ میری آنکھ دیکھ رہی ہے میں اسے بیان نہیں کر سکتا تو سیرانی ہے کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔

۸۶۔ سورج کے جلوے سے رات کا اندھیرا دور ہو جائے گا اور یہ باغ توحید کے نغموں سے لرزیز ہو جائے گا۔

مُسلم

جون ۱۹۱۲ء

۱۔ ہر نفس اقبال تیری آہ سے مستور ہے — سیہ سوزاں تیرا فریاد سے معمور ہے
۲۔ نغمۂ اُمید تیری بربطِ دل میں نہیں — ہم سمجھتے ہیں یہ لیلا تیری محفل میں نہیں

۳۔ گوش آوازِ سرودِ رفتہ کا جویا ترا
اور دل ہنگامۂ حاضر سے بے پروا ترا

۴۔ قصۂ گل ہمنوایانِ چمن سنتے نہیں
اہلِ محفل تیرا پیغام کہن سنتے نہیں

۵۔ اے صبا لے جا پیامِ خفتہ پا خاموش کو
ہے بہت باس آفریں تیری صدا خاموش ہو

۶۔ زندہ پھر وہ محفلِ دیرینہ ہو سکتی نہیں
شمع سے روشن شبِ دوشینہ ہو سکتی نہیں

۷۔ ہمنشیں! مسلم ہوا ہیں توحید کا بُرہاں نہیں
اس صداقت پر ازل سے شاہدِ تاباں نہیں

۸۔ بعض موجودات میں پیدا حرارت ہی سحر ہے
اور مسلم کے تخیل میں حرارت اس سحر ہے

۹۔ حق نے عالم اس صداقت کیلئے پیدا کیا
اور مجھے اس کی حفاظت کے لئے پیدا کیا

۱۰۔ ہر میں غارت گرِ باطل پرستی میں ہوا
حق تو یہ ہے حافظِ ناموسِ ہستی میں ہوا

۱۱۔ میری ہستی پر ہیں قربانی عالم کی ہے
یہ سمجھ مٹ جانے سے رسوائی بنی آدم کی ہے

۱۲۔ قسمتِ عالم کا مسلم کوکبِ تابندہ ہے
جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے

۱۳۔ آہ شکارا ہیں مری آنکھوں پہ ہر ارحام سے
کہہ نہیں سکتے تجھے تو مبدِ پیکارِ حیات

۱۴۔ کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسہ اپنی ملت کے مقدر پر مجھے

۱۵۔ اے اساس کفر سے ہے آزاد میرا روزگار
فتح باطل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار

۱۶۔ ہاں یہ سچ ہے چشمِ بر عہد کہن رہتا ہوں میں
اہلِ محفل سے پرانی داستاں کہتا ہوں میں

۱۷۔ یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

۱۸۔ سامنے رکھتا ہوں اس دعدِ نشاط افزا کو میں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینے میں فردا کو میں

اے اقبال تیری ہر سانس میں آہ چھپی ہوئی ہے اور تیرا جلتا ہوا سینہ فریاد سے بھرا ہوا ہے۔

۲۔ تیرے دل کے ساز میں امید کا کوئی نغمہ نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ پہلے تیرے کچاوے میں ہے ہی نہیں۔

۳۔ تیرے کان گذرے ہوئے دور میں گائے گئے نغموں کی تلاش کر رہے ہیں اور موجودہ زمانے کے ہنگاموں سے تیرا دل بے پروا ہے۔

۴۔ اس بلبل میں گانے والے پرندے پھولوں کی کہانی نہیں سنتے۔ اور محفل والے تیرے پرانے پیغام کو سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

۵۔ اے سوئے ہوئے پاؤں والے قافلے کی گھنٹی چپ ہو جا تیری آواز بہت نا امیدی پیدا کرتی ہے اس لئے تیرا خیال رہنا ہی مناسب ہے۔

۶۔ وہ پرانی محفل اب پھر زندہ نہیں ہو سکتی اور شمع جلا دینے سے گزری ہوئی رات روشن نہیں ہو سکتی۔

۷۔ اے دوست میں مسلمان ہوں اور توحید کا پیغام دیتا ہوں اور اس کائنات کے پیدا ہونے کے وقت سے توحید کی سچائی کا سچا گواہ ہوں۔

۸۔ توحید ہی سے کائنات کی نبض میں گرمی ہے اور اس کی وجہ سے مسلمان کے خیال میں بے باکی ہے۔

۹۔ خدا نے توحید ہی کو ظاہر کرنے کے لئے دنیا بنائی اور توحید کی حفاظت ہی کے لئے مجھے پیدا کیا۔

۱۰۔ اس دنیا میں باطل پرستی کو میں نے ہی برباد کیا اور سچ تو یہ ہے کہ ہستی کی عزت کا محافظ میں ہی ہوں۔

۱۱۔ میری زندگی نے دنیا کے ننگے بدن کے لئے لباس مہیا کیا۔ میرے مٹ جانے سے پوری نسل انسانی کی ذلت ہے۔

۱۲۔ مسلمان دنیا کی قسمت کا چمکتا ہوا ایسا ستارہ ہے جس کی چمک دمک کے سامنے صبح کا جادو بھی شرما جاتا ہے۔

۱۳۔ میری آنکھوں پر زندگی کے بھید ظاہر ہو چکے ہیں اس لئے مجھ زندگی کی جنگی کشمکش سے نا امید قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۱۴۔ تم و عارفی نظارہ مجھے ڈرا نہیں سکتا کیونکہ اپنی قوم کی خوش نصیبی پر مجھے پیار

بھروسہ ہے۔

۱۵۔ میری زندگی میں ناامیدی کا کوئی جز نہیں جنگ کے لئے میرے دل کا جوش و خروش مجھے کامل فتح کی خبر دیتا ہے۔

۱۶۔ یہ سچ ہے کہ میری آنکھیں بیتے ہوئے زمانے پر لگی رہتی ہیں اور میں محفل والوں کو پرانی کہانیاں ہی سناتا رہتا ہوں۔

۱۷۔ گزرے ہوئے زمانے کی یاد میری مٹی کے لئے اکسیر ہے اور میرا ماضی میرے مستقبل کی شرح ہے۔

۱۸۔ اپنے خوشیوں سے بھرے ہوئے پرانے دور کو میں اپنی نظر کے سامنے رکھتا ہوں اور اپنے ماضی کے آئینے میں مستقبل کو دیکھتا ہوں۔

حضورِ رسالت مآبؐ میں

۱۔ گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہوا — جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہوا
۲۔ قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن — نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا

۳۔ فرشتے بزمِ رسالت میں لے گئے تجھ کو
حضورِ آیۂ رحمت میں لے گئے تجھ کو

۴۔ کہا حضورؐ نے اے عندلیبِ باغِ جناں — کلی کلی ہے تری گرمیِ نوا سے گداز
۵۔ ہمیشہ سرخوشِ جامِ ولا ہے دل تیرا — فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز
۶۔ اڑا جو پستیِ دنیا سے تو سوئے گردوں — سکھائی تجھ کو ملائک نے رفعتِ پرواز

۷۔ نکل کے باغِ جہاں سے برنگِ بو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تو آیا

۸۔ حضورؐ دہر میں آسودگی نہیں ملتی — تلاش بس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
۹۔ ہزاروں لالہ و گل ہیں مری بہشتی میں — وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
۱۰۔ مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں — جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی

۴۔ جھلکتی ہے تری اُمّت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہید دل کا ہے لہو اس میں

۱۔ جب اس دنیا کا ہنگامہ میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوگیا تو میں نے سفر کا سامان باندھا اور دنیا سے چلا گیا۔

۲۔ اگرچہ میں صبح اور شام کی قید میں زندگی تو گزاری لیکن میں دنیا کے پرانے نظام سے واقف نہ ہوا۔

۳۔ فرشتے مجھے رسالت کی محفل میں لے گئے اور رحمتِ عالم کے حضور میں مجھے پیش کر دیا۔

۴۔ حضور نے فرمایا کہ اے حجاز کے باغ کی بلبل بلغ کی ہر کلی کا دل تیرے نغموں کی گرمی سے پگھلا ہوا ہے۔

۵۔ تیرا دل ہمیشہ ہماری محبت کی شراب کے نشے میں چور رہتا ہے۔ تیری اُفتاد کا بھی وہ درجہ ہے کہ عجز بھرے سجدوں کو بھی اس پر رشک آتا ہے

۶۔ جب تو دنیا کی پستی سے آسمان کی طرف اڑنے لگا تو فرشتوں نے تجھ کو اونچا اُڑنا سکھایا۔

۷۔ دنیا کے باغ سے خوشبو کی طرح نکل آیا ذرا یہ تو بتا کہ ہمارے لئے تو کیا تحفہ لے کر آیا ہے۔

۸۔ میں نے کہا حضور دنیا میں آرام نہیں ملتا۔ جس کی مجھے جستجو ہے وہ زندگی نہیں ملتی۔

۹۔ یوں تو وہاں لالے اور گلاب کے کئی پھول ہیں لیکن کوئی ایسی کلی نہیں ہے جس میں وفا کی خوشبو ہو۔

۱۰۔ لیکن آپ کی نذر کرنے کے لئے میں ایک صراحی لایا ہوں۔ اس صراحی میں جو چیز ہے وہ جنت میں بھی نہیں ملتی۔

۱۱۔ اس صراحی میں آپ کی اُمت کی آبرو جھلک رہی ہے۔ اس میں طرابلس کے

شہیدوں کا خون ہے۔

جوابِ شکوہ

۱۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

۲۔ قدسی الاصل ہے رفعت پہ نظر رکھتی ہے
خاک سے اٹھتی ہے گردوں پہ گزر رکھتی ہے

۳۔ عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
آسماں چیر گیا نالۂ بے باک مرا

۴۔ پیر گردوں نے کہا سن کے کہیں ہے کوئی
بولے سیارے سرِ عرشِ بریں ہے کوئی

۵۔ چاند کہتا تھا نہیں اہلِ زمیں ہے کوئی
کہکشاں کہتی تھی پوشیدہ نہیں ہے کوئی

۶۔ کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضواں سمجھا
مجھ کو جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا

۷۔ تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا
عرشیوں پہ بھی کھلتا نہیں یہ راز ہے کیا

۸۔ تا سرِ عرش بھی انساں کی تگ و تاز ہے کیا
آگئی خاک کی چٹکی کو بھی پرواز ہے کیا

۹۔ غافل آداب سے سکانِ زمیں کیسے ہیں
شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں

۱۰۔ اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے
تھا جو مسجودِ ملائک یہ وہی آدم ہے

۱۱۔ عالمِ کیف ہے دانائے رموزِ کم ہے
ہاں مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے

۱۲۔ ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

۱۳۔ آئی آواز غم انگیز ہے افسانہ ترا
اشک بیتاب سے لبریز ہے پیمانہ ترا

۱۴۔ آسماں گیر ہوا نالۂ مستانہ ترا
کس قدر شوخ زباں ہے دلِ دیوانہ ترا

۱۵۔ سنکر شکوے کو کیا حسنِ تعلم سے تو نے
ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

۱۶۔ ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہروِ منزل ہی نہیں

۱۷۔ تربیت عام تو ہے، جوہرِ قابل ہی نہیں
جس سے تعمیرِ ہو آدم کی یہ وہ گِل ہی نہیں

۱۸۔ کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

۱۹۔ ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعثِ رسوائی پیغمبرؐ ہیں

۲۰۔ بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیمؑ پدر، اور پسر آذر ہیں

۲۱۔ بادہ آشام نئے، بادہ نیا خم بھی نئے
حرمِ کعبہ نیا بت بھی نئے تم بھی نئے

۲۲۔ وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا
نازشِ موسمِ گل لالۂ صحرائی تھا

۲۳۔ جو مسلماں تھا اللہ کا سودائی تھا
کبھی محبوب تمہارا یہی ہرجائی تھا

۲۴۔ کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کر لو
ملتِ احمدِ مرسلؐ کو مقامی کر لو

۲۵۔ کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

۲۶۔ طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے
تمہیں کہہ دو یہی آئینِ وفاداری ہے

۲۷۔ قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں

۲۸۔ جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو

۲۹۔ بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

۳۰۔ ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

۳۱۔ صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟

۳۲۔ میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟

۳۳۔ تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

۳۴ کیا کہا، بہرِ مسلماں ہے فقط وعدۂ حور — شکوہ بیجا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
۳۵ عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور — مسلم آئیں ہوا کافر تو ملے حور و قصور

۳۶۔ تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں

۳۷ نفعِ ایک ہی اس قوم کا نقصان بھی ایک — ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
۳۸ حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

۳۹ فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

۴۰ کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟ — مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
۴۱ کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار — ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار

۴۲۔ قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

۴۳ بیچا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب — زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
۴۴ نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب — پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

۴۵ ۴۹ امرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملتِ بیضا غربا کے دم سے

۴۶ اعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی — برقِ طبعی نہ رہی شعلۂ مقالی نہ رہی
۴۷ رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی — فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

۴۸ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

۴۹ شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود — ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
۵۰ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

۵۲۔ یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

۵۳ دل تو تصویرِ بتِ مسلم کی صداقت سے بیباک — اس کا ہاتھا قوی و ٹوٹ مراعات سے پاک
۵۴ شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نمناک — تھا شجاعت میں وہ اک ہستی فوق الادراک

۵۵۔ خود گدازی نمِ کیفیتِ صہبایش بود
خالی از خویش شدن صورتِ مینایش بود

۵۶۔ ہر مسلماں رگِ باطل کیلئے نشتر تھا — اس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا
۵۷ جو بھروسہ تھا اُسے قوتِ بازو کا تھا — ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

۵۸۔ باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

۵۹ ہر کوئی مستِ مے ذوقِ تن آسانی ہے! — تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
۶۰ حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے — تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟

۶۱۔ وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

۶۲۔ تم ہو آپس میں غضبناک، وہ آپس میں رحیم — تم خطا کار و خطا بیں، وہ خطا پوش و کریم
۶۳ چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم — پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

۶۴۔ تختِ فغفور بھی ان کا تھا، سریر ان کا بھی
یوں ہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیت ہے بھی

۶۵۔ خود کشی شیوہ تمہارا وہ غیور و خود دار — تم اخوت سے گریزاں وہ اخوت پہ نثار
۶۶۔ تم ہو گفتار سراپا وہ سراپا کردار — تم ترستے ہو کلی کو وہ گلستاں بکنار

۶۷۔ اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

۶۸۔ مثلِ انجم اُفقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے — بتِ ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے

۶۸۔ شوق پرواز میں مہجور نشیمن بھی ہوئے
بے عمل تھے ہی جو اس بات میں سے بدظن بھی ہوئے

۶۹۔ ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبہ سے صنم خانے میں آباد کیا

۷۰۔ قیس زحمت کشِ تنہائی صحرا نہ ہے
شہر کی کھائے ہوا بادیہ پیمانہ ہے

۷۱۔ وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے
یہ ضروری ہے حجاب رخِ لیلا نہ رہے

۷۲۔ گلہ جور نہ ہو شکوۂ بیداد نہ ہو :
عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

۷۳۔ عہدِ نو برق ہے آتش زنِ ہر خرمن ہے
ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے

۷۴۔ اسی آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے
ملتِ ختمِ رسل شعلہ بہ پیراہن ہے

۷۵۔ آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

۷۶۔ دیکھ کے رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی

۷۷۔ خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
گل بر انداز ہے خونِ شہدا کی لالی

۷۸۔ رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

۷۹۔ امتیں گلشنِ ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں
اور محروم ثمر بھی ہیں خزاں دیدہ بھی ہیں

۸۰۔ سینکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی بالیدہ بھی ہیں
سینکڑوں بطنِ چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں

۸۱۔ نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا !
پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

۸۲۔ پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

۸۳۔ قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا
غیر یک بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا

۸۴۔ نخلِ شمع است و دود شعلہ دود ریشۂ او
عاقبت سوز بود سایۂ اندیشۂ او

۸۵۔ تو نہ مٹ جائیگا ایران کے مٹ جانے سے
نشہ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

۸۶۔ ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

۸۷۔ کشتِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نوزات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

۸۸۔ ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا
غافلوں کے لئے پیغام ہے بیداری کا

۸۹۔ تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے ترے ایثار کا خودداری کا

۹۰۔ کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

۹۱۔ شر و اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری

۹۲۔ زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

۹۳۔ وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

۹۴۔ مثلِ بو قید ہے غنچے میں پریشاں ہو جا
رخت بردوشِ ہوائے چمنستاں ہو جا

۹۵۔ ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہو جا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہو جا

۹۶۔ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

۹۷۔ ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

۹۸۔ یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

۹۹۔ خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

۱۰۰۔ دشت میں دامنِ کہسار میں میدان میں ہے
بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے

۱۰۱۔ چین کے شہر و مراقش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

۱۰۲۔ چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے:

رفعت وشان رفعنا لک ذکرک دیکھے

۱۰۳ مردمِ چشم زمیں یعنی وہ کالی دُنیا — وہ تمہارے شہدا پالنے والی دُنیا
۱۰۴ گرمیٔ مہر کی پروردہ ہلالی دُنیا — عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دُنیا

۱۰۵۔ تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

۱۰۶۔ عقلی ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری — میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری
ما رمیت اذ رمیت ہے تکبیر تری — تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

۱۰۷ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

۱۔ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے اگرچہ اس کے پر نہیں ہوتے پھر بھی اس میں اُڑنے کی طاقت ہوتی ہے۔

۲۔ ایسی بات کی مثل پاک ہوتی ہے اور وہ بلندی کی طرف جاتی ہے وہ اگرچہ زمین کی مٹی سے اٹھتی ہے لیکن آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔

۳۔ میرا عشق جھگڑالو۔ سرکش اور بیباک تھا اس لیے میری نڈر فریاد آسمان تک کو چیر گئی۔

۴۔ بوڑھے آسمان نے اس فریاد کو سُنا تو کہنے لگا کہ کہیں کوئی فریاد کر رہا ہے سیارے یہ سُنکر بولے کہ کہیں کیا اس فریاد کی آواز تو عرشِ بریں ہی سے آ رہی ہے۔

۵۔ لیکن چاند کہتا تھا کہ نہیں یہ آواز تو کسی زمین کے رہنے والے کی ہے اور کہکشاں کہتی تھی کہ نہیں یہ تو یہیں چھپے ہوئے کسی شخص کی آواز ہے۔

۶۔ میری فریاد کو اگر کوئی سمجھا تو وہ رضوان تھا۔ وہ مجھے جنت سے نکالا ہوا کوئی انسان سمجھا۔

۷۔ فرشتے بھی حیران تھے کہ یہ کیسی آواز ہے۔ عرش والے پر بھی اس کا کچھ بھید نہ کھلا۔

۸۔ وہ حیران تھے کہ کیا آدمی کی دوڑ دھوپ عرش تک بھی ہے اور کیا مٹی کی چٹکی کو بھی اڑنا آگیا ہے۔

۹۔ زمین کے رہنے والے آداب سے بالکل ناواقف ہیں یہ پستی کے باشندے کتنے شوخ اور گستاخ ہیں۔

۱۰۔ اتنا شوخ کہ خدا سے بھی ناراض ہے کیا یہ وہی آدم ہے جسے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔

۱۱۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ کائنات کی تمام حقیقتوں سے واقف ہے لیکن بندگی کے بھیدوں سے تو وہ ابھی تک آگاہ نہیں۔

۱۲۔ انسانوں کو اگرچہ اپنے بولنے کی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان ناسمجھوں کو بات تک کرنے کی تمیز نہیں۔

۱۳۔ اتنے میں خدا کی بارگاہ سے آواز آئی کہ تیری کہانی بڑی درد ناک ہے اور تیرا پیمانہ بے چین آنسوؤں سے بھرا ہوا ہے۔

۱۴۔ تیری مستانہ فریاد سے آسمان گونج اٹھا تیرے دیوانے دل کی زبان کتنی شوخ ہے۔

۱۵۔ تو نے شکایت کو بھی اس خوبی سے ادا کیا کہ شکایت شکر بن گئی اور بندوں کو خدا سے بات چیت کرنے کا موقعہ مل گیا۔

۱۶۔ ہم تو ہمیشہ بخشش پر مائل رہتے ہیں لیکن کوئی سوالی ہی نہیں جب منزل تک پہنچنے والا کوئی مسافر ہی نہ ہو تو ہم کسے راستہ دکھائیں۔

۱۷۔ ہماری تربیت تو سب کے لئے عام ہے لیکن کسی میں قبول کرنے والا جوہر نہیں۔ یہ وہ مٹی ہی نہیں جس سے آدم بن سکے۔

۱۸۔ کسی میں اگر قابلیت ہو تو ہم اسے بادشاہوں کی شان بخشتے

ہیں اور ڈھونڈنے والے کو نئی دنیا دے دیتے ہیں۔

۱۹۔ لیکن مسلمانوں کے تو ہاتھوں میں طاقت ہی نہیں اور ان کے دل خدا کو نہ ماننے کے عادی ہیں۔ ان اُمیتوں کا وجود تو حضرت رسولؐ کی بدنامی کی وجہ ہے۔

۲۰۔ جو بُت توڑنے والے مسلمان تھے وہ تو دنیا سے رخصت ہو چکے اب تو جو باقی رہ گئے ہیں وہ بُت تراشنے والے ہیں۔ غضب ہے کہ باپ ابراہیم تر لیکن بیٹے آذر ثابت ہوئے۔

۲۱۔ شراب پینے والے بھی نئے۔ شراب بھی نئی اور شراب کے مٹکے بھی نئے۔ کعبے کا حرم بھی نیا۔ بت بھی نئے اور تم بھی نئے۔

۲۲۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب اسلام ہر اچھائی کا سرمایہ خیال کیا جاتا تھا اور جنگل میں پیدا ہونے والے اس لالے پر بہار کے موسم کو فخر تھا۔

۲۳۔ ہر مسلمان خدا کا دیوانہ تھا اور آج تم جسے ہر جائی ہونے کا طعنہ دے رہے ہو کبھی یہی تمہارا محبوب تھا۔

۲۴۔ اگر میں ہرجائی ہوں تو جاؤ کسی ایسے آقا کی غلامی کرو جو یکجائی ہو اور میرے بھیجے ہوئے رسول کی ملت کو عالمگیر بنا رہنے دے اسے مقامی بنا لو۔

۲۵۔ صبح کے وقت اٹھنا تمھیں کتنا ناگوار ہے۔ تمھیں ہم سے نہیں اپنی نیند سے پیار ہے۔

۲۶۔ رمضان شریف کے روزے رکھنا بھی تمہارا آزاد طبیعت پر بھاری ہے اب تمھیں بتاؤ کہ کیا وفاداری کے یہی طریقے ہوتے ہیں۔

۲۷۔ قوم مذہب سے بنتی ہے اگر مذہب نہیں تو یہ سمجھ لو کہ تم بھی نہیں ہو۔ اگر باہمی کشش باقی نہ رہے تو ستاروں کی انجمن قائم نہیں رہ سکتی۔

۲۸۔ تم تو وہ ہو جنھیں دنیا میں کوئی ہنر نہیں آتا اور تمہاری قوم تو وہ ہے جسے اپنے بھٹکانے کی کوئی پروا نہیں ہے۔

۲۹۔ تم تو وہ کھلیان ہو جس میں بجلیاں آرام کر رہی ہیں۔ تم تو وہ ہو جو اپنے بزرگوں کے قبرستان تک بیچ کھاتے ہیں۔

۳۰۔ اگر تم قبروں کی تجارت کو اپنی نیک نامی کی وجہ سمجھتے ہو تو کیا اگر تمھیں پتھر کے بت ملیں گے تو انھیں بیچنے نہیں لگو گے۔

۳۱۔ زمانے کے صفحے سے جھوٹے کو کس نے مٹایا اور ان لوگوں کو غلامی سے کس نے چھڑایا۔

۳۲۔ میرے کعبے کو کس نے ہاتھوں سے بسایا اور میرے قرآن کو کس نے سینوں سے لگایا۔

۳۳۔ بے شک وہ تمہارے ہی بزرگ تھے لیکن یہ تو سوچو کہ تم خود کیا ہو۔ تم تو بس ہاتھ پر ہاتھ دھرے آنے والی کل کا انتظار کر رہے ہو۔

۳۴۔ یہ تم نے کیا کہا کہ مسلمان کے لئے عرفِ خاص کا وعدہ ہی وعدہ ہے۔ کوئی اگر غلط شکایت بھی کرے تو اس کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۵۔ کائنات کو پیدا کرنے والا خدا ازل کے دن ہی سے انصاف کے دستور کا حامی ہے۔ کافر کو حوریں اور محل اسی وقت ملے جب اس نے مسلمان کے طور طریقے اختیار کر لئے۔

۳۶۔ تم میں سے کوئی حور دن کو چاہنے والا ہی نہیں۔ لحد کا جلوہ تو اب بھی موجود ہے لیکن [redacted] کے لئے کوئی موسیٰ ہی نہیں۔

۳۷۔ مسلمان قوم کے افراد کا نفع اور نقصان مشترک ہوتا ہے۔ اسی کا نبی۔ دین اور ایمان ایک ہوتا ہے۔

۳۸۔ اس کا کعبہ۔ خدا اور قرآن بھی ایک ہوتا ہے۔ کاش مسلمان بھی

آپس میں ایک ہوتے۔

۳۹۔ لیکن مسلمانوں میں تو فرقہ بندی کیوجہ چھوٹی اور کہیں ذاتوں کے اختلاف ہیں کیا دنیا سیکھنے کے یہی ڈھنگ ہیں۔

۴۰۔ کون ہے جس نے چھٹے ہوئے رسول پاک کا طریقہ چھوڑ دیا اور کس کے کاروبار کا معیار صرف وقت کی مصلحت ہے۔

۴۱۔ کون ہے جس کی آنکھوں میں دوسروں کے طور طریقہ سمائے ہوئے ہیں اور بزرگوں کے دستور سے کس کی نگاہیں بیزار ہوگئیں۔

۴۲۔ تمہارے دلوں میں دین کی گرمی نہیں اور تمہاری روحیں احساس سے خالی ہیں کھیں اپنے رسول کے پیغام کا بھی کچھ لحاظ نہیں رہا۔

۴۳۔ صرف بیچارے غریب ہی مسجدوں میں قطار باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ روزے رکھنے کی تکلیفیں بھی وہی برداشت کرتے ہیں۔

۴۴۔ صرف وہی ہمارا نام لیتے ہیں اور وہی تمہارا بھرم رکھتے ہیں۔

۴۵۔ امیر لوگ تو اپنی دولت کے نشے میں ہم سے غافل ہو چکے ہیں اور ملت بیضا صرف غریبوں کے دم ہی سے زندہ ہے۔

۴۶۔ قوم کے واعظوں میں خیالات کی پختگی باقی نہ رہی ان کی طبیعتوں میں بجلی کی سی تیزی اور زبان کے لفظوں میں شعلے کی سی گرمی ختم ہوگئی۔

۴۷۔ اب تو محض اذان کی رسم رہ گئی۔ لیکن بلال کی روح نہ رہی فلسفی تو بہت رہ گئے لیکن غزالی کی طرح دین کا پرچار کرنے والا فلسفی کوئی نہ رہا۔

۴۸۔ مسجدیں تو رہی ہیں کیونکہ اصل اسلامی اوصاف کے پیکر وہ پہلے سے نمازی باقی نہیں رہے۔

۴۹۔ ہر طرف شور برپا ہے مسلمان دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ مسلمان تھے بھی کہاں۔

۵۰۔ تم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو مہتاؤں کی وضع قطع عیسائیوں کی سی

اور تمہارا رہنا سہنا ہندوؤں کا سا ہے تم تو ایسے مسلمان ہو جنہیں دیکھ کر یہودی بھی شرما جائیں۔

۵۱۔ یوں تو تم میں کوئی سید ہے۔ کوئی مغل ہے اور کوئی پٹھان ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تم میں کوئی مسلمان بھی ہے۔

۵۲ مسلمان کی ہر بات میں نڈر سچائی ہوتی تھی۔ اس کا انصاف مضبوط تھا اور اس کے دامن پر رعایت کا کوئی دھبہ نہ لگ سکتا تھا۔

۵۳ مسلمان کی فطرت کا پودا شرم سے نمی حاصل کرتا تھا اور بہادری میں اس کا پایہ اتنا بلند تھا کہ سمجھ میں نہ آسکتا تھا۔

۵۴۔ اپنے آپ کو دوسروں کے غم میں گھلا دینا اس کی شراب کا کیف تھا اور ذاتی اغراض سے پاک رہنا اس کی صراحی تھی۔

۵۵۔ ہر مسلمان جھوٹ کی رگ کے لیے نشتر تھا اور اس کی زندگی کے آئینے کا جوہر عمل تھا۔

۵۶۔ اسے اپنے بازو کی طاقت پر بھروسہ تھا تم تو موت سے ڈرتے ہو لیکن وہ صرف خدا سے ڈرتا تھا۔

۵۷۔ اگر بیٹے کو باپ کا علم یاد نہ ہو تو اسے باپ کا ورثہ پانے کے قابل کیوں کر خیال کیا جائے۔

۵۸۔ تم میں ہر کوئی آرام طلبی کی شراب سے مست ہے کیا مسلمان کا یہی طریقہ ہوتا ہے اور کیا تم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

۵۹۔ تم میں نہ حضرت علی کا سا فقر ہے اور نہ تمہارے پاس حضرت عثمان کی سی دولت ہے بھلا تمہیں اپنے بزرگوں سے کیا روحانی تعلق ہو سکتا ہے۔

۶۰۔ وہ تو اسلام کی وجہ سے دنیا میں باعزت تھے لیکن تم تو قرآن کو چھوڑ کر ہر جگہ ذلیل ہو رہے ہو۔

۶۱۔ تم تو آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہو لیکن تمہارے بزرگ ایک دوسرے کے ہمدرد تھے۔ تم غلطیوں کے پتلے اور دوسروں کے عیب ڈھونڈنے والے ہو لیکن تمہارے بزرگ مہربانی کرنے والے اور دوسروں کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے والے تھے۔

۶۲۔ چاہنے کو تو ہر کوئی یہی چاہتا ہے کہ وہ ثریا کی بلندی پر جا پہنچے لیکن پہلے کوئی اپنے بزرگوں ایسا پاکیزہ دل تو پیدا کرے۔

۶۳۔ تمہارے بزرگ تو چین اور ایران کے تخت و تاج کے مالک تھے۔ کیا تم میں کبھی اپنے بزرگوں ایسی حشمت موجود ہے یا تم محض باتیں بنانا ہی جانتے ہو۔

۶۴۔ تم تو اپنی زندگیاں ختم کر رہے ہو لیکن تمہارے بزرگ غیرت مند اور خوددار تھے۔ تم بھائی چارے سے دور بھاگتے ہو اور وہ بھائی چارے پر جان دیتے تھے۔

۶۵۔ تم صرف باتوں کے دھنی ہو اور وہ سر سے پاؤں تک عمل ہی عمل تھے۔ تم تو ایک کلی کے لئے ترستے ہو لیکن ان کے پہلو میں باغ موجود تھے۔

۶۶۔ ان کی کہانی دنیا کی قوموں کو اب تک یاد ہے اور کائنات کے صفحے پر ان کی سچائی کے نقش کندہ ہیں۔

۶۷۔ تمہارے نوجوان تو ستاروں کی طرح قوم کے افق پر چمکے اور ہندی بت کی محبت میں برہمن کی طرح اسے پوجنے لگے۔

۶۸۔ اڑنے کے شوق ایسے اڑے کہ اپنے ٹھکانے سے ہی الگ ہو گئے۔ بے عملی تو ان میں پہلے ہی سے تھی دین سے بھی بدگمان ہو گئے۔

۶۹۔ نئی تہذیب نے انھیں ہر پابندی سے آزاد کر دیا اور کعبے سے لاکر بت خانے میں آباد کر دیا۔

۷۰۔ جو مجنوں تھے وہ بیابان کی تنہائی میں مصیبت اٹھانے والے

ہار ہے شہر کی ہوا کھا کے انھوں نے بیابانوں میں گھومنا چھوڑ دیا۔
۷۱۔ مجنوں تو خیر پاگل ہے وہ بستی میں رہے یا نہ رہے لیکن اس کے باوجود
اصرار ہے کہ لیلیٰ کے چہرے سے پردہ اُٹھ جائے۔
۷۲۔ معشوقوں کے ظلم کی شکایت باقی نہ رہے جب عشق آزاد ہو چکا ہے
تو حُسن کی آزادی کیوں ضروری نہیں۔
۷۳۔ موجودہ دور ایک بجلی ہے جو ہر کھلیان میں آگ لگا رہی ہے
اس سے کوئی باغ اور کوئی جنگل محفوظ نہیں ہے۔
۷۴۔ پُرانی قومیں اس نئی آگ کا ایندھن ہیں۔ آخری رسول کی اُمت
تک بھی اسی آگ کے شعلے پہنچ رہے ہیں۔
۷۵۔ لیکن اگر آج بھی حضرت ابراہیم کا سا ایمان پیدا کیا جائے تو یہ
آگ باغ بن سکتی ہے۔
۷۶۔ لیکن اے مالی! تو باغ کو بگڑا ہوا رنگ دیکھ کر پریشان نہ ہو کیونکہ
شاخوں سے وہ کلیاں پھوٹنے والی ہیں جو ستاروں کی طرح چمکیں گی۔
۷۷۔ باغ گھاس پھوس سے خالی ہو رہا ہے اور شہیدوں کے خون کی
لالی پھول برسا رہی ہے۔
۷۸۔ ذرا دیکھ آسمان کا رنگ گلابی ہو رہا ہے اُفق پر وہ روشنی نظر
آ رہی ہے جو سورج کے نکلتے وقت ظاہر ہوتی ہے۔
۷۹۔ زندگی کے باغ میں بعض قوموں کو ان کی محنت کا پھل مل بھی چکا
ہے اور جن پر خزاں چھائی ہوئی ہے۔
۸۰۔ سینکڑوں ایسے پودے بھی ہیں جو بڑھ نہ سکے اور ایسے
بھی ہیں جو نشوونما پا کر کہیں کے کہیں پہنچ گئے اور سینکڑوں ایسے پودے
بھی ہیں جو ابھی باغ کے بیٹے میں چھپے ہوئے ہیں۔
۸۱۔ اسلام کا پودا پھولنے پھلنے میں ایک نمونے کی حیثیت رکھتا ہے

اور یہ سینکڑوں صدیوں کی باغبانی کا پھل ہے۔

۸۲۔ تیرا دامن وطنیت کی مٹی سے پاک ہے تو ایسا یوسف ہے کہ ہر مصر تیرے لئے کنعاں ہے یعنی دنیا کا ہر ملک تیرا وطن ہے۔

۸۳۔ تیرا قافلہ کبھی برباد نہ ہو سکے گا کیونکہ تیرا سامان گھنٹی کی ایک آواز کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

۸۴۔ تو شمع کا پودا ہے اور تیرا ریشہ شعلے میں دوڑتا ہے تیرے فکر کا سایا آخر سبز ہی بنے گا۔

۸۵۔ ایران کے مٹ جانے سے تو نہ مٹ سکے گا کیونکہ شراب کے نشے کو پیالے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

۸۶۔ تاتاریوں کے حملے کی کہانی سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ کعبے کو بتوں سے نگہبان مل گئے۔

۸۷۔ تو زمانے میں حق کی کشتی کا سہارا ہے یہ نیا زمانہ ایک اندھیر رات ہے اور اس میں تو ایک دھندلے ستارے کی طرح چمک رہا ہے۔

۸۸۔ بلغاریوں کے حملے کا جو یہ ہنگامہ بپا ہے وہ تو در اصل غفلت کی نیند سونے والوں کے لئے جاگنے کا پیغام ہے۔

۸۹۔ تو اس حملے کو دل آزاری کا سامان خیال کرتا ہے لیکن یہ تو در اصل تیری خودداری اور قربانی کا امتحان ہے۔

۹۰۔ تو دشمنوں کے گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے کیوں ڈر رہا ہے۔ خدائی اور دشمنوں کی پھونکوں سے تو نہیں سکتا۔

۹۱۔ قوموں کی آنکھ سے تیری حقیقت چھپی ہوئی ہے۔ زندگی کی محفل کو ابھی تیری ضرورت ہے۔

۹۲۔ تیرے ایمان کی گرمی سے زمانے میں زندگی ہے تیری خلوت دنیا کی قسمت کا ستارا ہے۔

۹۳۔ ابھی تیرے لئے فرصت کا وقت نہیں کیونکہ ابھی تجھے بہت سا کام کرنا ہے کیونکہ ابھی تو تجھے توحید کی روشنی کو کمال کے درجے تک پہنچانا ہے۔

۹۴۔ تو خوشبو بن کر کلی میں کیوں قید ہے۔ اس قید سے نکل کر بکھر جا اور اس باغ کی ہوا کے کندھے پر اپنا ساز و سامان رکھ دے۔

۹۵۔ تیرا سرمایہ محبت معمولی ہے (ذرے سے بیابان بن جا۔ سوہ کے نغمے کی جگہ طوفان کے ہنگامے کی صورت اختیار کرلے۔

۹۶۔ عشق کی طاقت سے ہر سچی کو اوپر لے جا اور دنیا میں محمد کے مبارک نام سے روشنی پھیلا دے۔

۹۷۔ کیونکہ اگر محبت کا پھول نہ ہو تو بلبل بھی گیت گانا چھوڑ دے اور زمانے کے باغ میں کلیوں کی مسکراہٹ بھی دکھائی نہ دے۔

۹۸۔ اگر یہ شراب پلانے والے نہ ہوں تو پھر نہ شراب ہے اور نہ شراب کے مٹکے۔ نہ توحید کی محفل ہے اور نہ تم ہی باقی رہو۔

۹۹۔ اس نام سے تو آسمانوں کا خیمہ کھڑا ہے اور اسی نام کی بدولت تو زندگی کی نبض چل رہی ہے۔

۱۰۰۔ یہ ذات پاک جنگل میں پہاڑ کے دامن میں۔ میدان میں۔ سمندر میں لہر کی گود میں اور طوفان میں ہے۔

۱۰۱۔ چین کے شہر اور مراکش کے صحرا میں بھی یہی ہے اور یہی نام تو مسلمان کے ایمان میں بھی چھپا ہوا ہے۔

۱۰۲۔ قوموں کی آنکھ یہ ستارہ رہتی دنیا تک دیکھتا رہے گی اور انہیں نظر آتا رہے گا سو الم نشرح کی اس آیت کی شان کتنی اونچی ہے کہ اے رسول ہم نے تیرا نام ساری دنیا میں بلند کر دیا۔

۱۰۳۔ زمین کی آنکھ کی پتلی یعنی وہ کالی دنیا جسمیں تمہارے شہر بستے ہیں۔

۱۰۴۔ جسے سورج کی گرمی نے پالا ہے اور جس پر ہمالی جیسا پہاڑ ہے۔

اور عاشقوں نے جس کا نام بلالی دینار رکھا ہوا ہے۔

۱۰۵۔ وہ محمد کے سہارک نام سے پارے کی طرح بے چین ہے اور اسی نام کی برکت سے آنکھ کے ستارے کی طرح روشنی کے دریا میں غوطے لگا رہی ہے۔

۱۰۶۔ عقل تیری ڈھال اور عشق تیری تلوار ہے اداے میرے رویش تیری خلافت ساری دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔

۱۰۷۔ خدا کے سوا جو کچھ ہے اس کے لئے تیری بکیر آگ کا درجہ رکھتی ہے اگر سچا مسلمان بنجائے تو تیری تدبیر ہی تقدیر کی شکل اختیار کر لے۔

۱۰۸۔ اگر تو نے محمد سے وفاداری کا حق ادا کیا تو ہم تیرے ہو جائیں گے۔ یہ دنیا ہی کیا لوح و قلم بھی تیری ملکیت بن جائیں گے

ساقی

۱۔ نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

۲۔ جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

۳۔ کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری
سحر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی

۱۔ اے ساقی شراب پلا کر زمین پر گرانا تو سب جانتے ہیں مزا تو جب ہے کہ تو گروں کو سہارا دے کر تھام لے۔

۲۔ جو پرانے شرابی تھے وہ ایک ایک کے دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اے ساقی کہیں سے آب حیات لا اور باقی شرابیوں کو وہ پلا تاکہ وہ بھی ہمیشہ زندہ رہ سکے۔

۳۔ تیری رات تو ہنگامہ پیدا کرنے میں گزر گئی اے ساقی اب صبح ہونے والی ہے اٹھ اور خدا کا نام لے۔

تعلیم اور اس کے نتائج

(تضمین بر شعر ملا عرشی)

۱. خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
اب خنداں سے غل جاتی ہو فریاد بھی ساتھ

۲. ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

۳. گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
لے کے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

۴. تخم دیگر بکف آریم و بکاریم زنو
کآنچہ کشتیم ز غفلت نتواں کرد درو

۱۔ ہم اپنے جوانوں کی ترقی سے خوش تو ہیں لیکن کبھی کبھی ہنستے ہوئے ہونٹوں پر فریاد بھی آجاتی ہے۔

۲۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہمارے نوجوان خوشحال ہو جائیں گے۔ یہ کیا خبر تھی کہ اس تعلیم کو حاصل کر کے وہ دین سے بے پروا ہو جائیں گے۔

۳۔ پرویز کے گھر میں بیشک شیریں کے جلوے تو نظر آنے لگے لیکن یہ شیریں اپنے ساتھ فرہاد کا تیشہ بھی لے آئی۔

۴۔ کہیں سے کوئی دوسرا بیج لیں اور نئے سرے سے ایسے بوئیں کیونکہ جو کچھ پہلے بویا تھا اس کی فصل تو ہم سستی و مندگی کے مارے کاٹ نہیں سکتے۔

شاعر

۱. جو لے سرود آفریں آتی ہے کوہسار سے
پی کے شراب لالہ گوں میگدۂ بہار سے

۲. مستیٔ خام کا سخن تو ذرا پھر تو لے
زندہ وہی ہے کام کچھ جس کو نہیں قرار ہے

۳. پھرتی ہے وادیوں میں کیا خبر خوشخرام یہ
کرتی ہے عشق بازیاں سبزۂ سبزہ زار سے

۴. جام شراب کوہ کے خلقے سے اڑاتی ہے

پست و بلند کر کے طے کھیتوں کو جا پلاتی ہے

۵۔ شاعرِ دل نواز بھی بات اگر کہے کھری — ہوتی ہے اسکے فیض سے مزرعِ زندگی ہری
۶۔ شانِ خلیل ہوتی ہے اس کے کلام سے عیاں — کرتی ہے اعلیٰ قوم جب اپنا شعار قندھی
۷۔ اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیٔ دوام ہے — خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری

۸۔ گلشنِ دھر میں اگر جوئے مے سخن نہ ہو
پھول نہ ہو، کلی نہ ہو سبزہ نہ ہو چمن نہ ہو

۱۔ بہار کے شراب جیسے سے مراد شراب کی کر نغمہ پیدا کرنے والی ندی پہاڑ سے آرہی ہے۔

۲۔ شراب سے مست ہو کر چلنے والی اس ندی کا پیام نوشن جو کہہ رہی ہے کہ وہی زندہ ہے جس کو آرام سے کچھ مطلب نہیں۔

۳۔ بادل کی متوالی چال والی یہ بیتی یعنی ندی وادیوں میں پھر رہی ہے ادھر اکھوہ کے سبزے سے اٹھکھیلیاں کر رہی ہے۔

۴۔ یہ پہاڑ کے شراب خانہ سے شراب کا پیالہ اڑا لیتی ہے اور پھر نشیب فراز سے گزر کر وہ شراب کھیتوں کو پلا دیتی ہے۔

۵۔ اسی طرح اگر دل کی پرورش کرنے والا کوئی شاعر بھی کھری بات کہہ دے تو اس کے اثر سے زندگی یا کھیتی ہری ہو جاتی ہے۔

۶۔ اس کے کلام سے حضرت ابراہیم خاں خلیل کی شان ظاہر ہوتی ہے جس وقت کہ اعلیٰ قوم جب بت پرستی کا تو اپنا لیتی ہے۔

۷۔ جو شاعری جگر کے خون سے نشو و نما پاتی ہے وہ آنے والوں کے لیے ہمیشہ کی زندگی کا نسخہ ہے۔

۸۔ اگر دنیا کے باغ میں شاعری کی شراب کی ندی نہ ہو تو نہ پھول ہو نہ کلی نہ سبزہ اور نہ باغ۔

نوید صبح

۱۹۱۲ء

۱۔ آتی ہے مشرق سے جب ہنگامۂ صبح سحر
منزلِ ہستی سے کر جاتی ہے خاموشی سفر

۲۔ محفلِ قدرت کا آخر ٹوٹ جاتا ہے سکوت
دیتی ہے ہر چیز اپنی زندگانی کا ثبوت

۳۔ چہچہاتے ہیں پرندے پا کے پیغامِ حیات
باندھتے ہیں پھول بھی عشرت میں عزمِ ارتحال

۴۔ مسلم تو ابھی سویا ہے ہنگامِ آسا تو بھی ہو
وہ تپک اٹھا افقِ گرمِ تقاضا تو بھی ہو

۵۔ وسعتِ عالم میں وہ پیدا ہو مثلِ آفتاب
دامنِ گردوں سے ناپیدا ہو داغِ سحاب

۶۔ کھینچکر خنجر کرن کا پھر ہو سرگرمِ ستیز
پھر سکھا تاریکیٔ باطل کو آدابِ گریز

۷۔ تو سراپا نور ہو خوشتر ہے زبانی تجھ
اور عریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھ

۸۔ ہاں نمایاں ہو کے برقِ دیدۂ خفاش ہو
اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر فاش ہو

۱۔ جب صبح اپنے دامن میں ہنگامے لئے ہوئے مشرق سے ظاہر ہوتی ہے تو دنیا کی منزل اسی خاموشی و رخصت ہو جاتی ہے۔

۲۔ قدرت کی محفل کی خاموشی آخر ٹوٹ جاتی ہے اور ہر چیز اپنی زندگی کا ثبوت دینے لگ جاتی ہے۔

۳۔ زندگی کا پیغام پا کر پرندے چہچہانے لگتے ہیں پھول بھی باغ میں زندگی کا لباس پہن لیتے ہیں۔

۴۔ اے سوئے ہوئے مسلمان تو بھی نیند سے جاگ اور اٹھ کر اس طرح ہنگامہ پیدا کر جیسے صبح ہوتے ہی ہر چیز ہنگامہ آرائی میں مصروف ہو جاتی ہے۔

۵۔ تو کبھی اس دنیا کے پھیلاؤ میں سورج کی طرح اپنا سفر شروع کر اور آسمان کے دامن پر بادل کے جتنے داغ ہیں اپنی روشنی سے مٹا دے۔

۶۔ کرن کی تلوار میان سے کھینچ کر اور بادل کے اندھیرے سے جنگ کر اور اسے مار بھگا۔

۷۔ تو سرے پاؤں تک روشنی ہی روشنی ہے اور تیرے لیے یہی مناسب ہے کہ تو سب کے سامنے تجلی کامل ظاہر ہو جائے۔

۸۔ تو ظاہر ہو کر چکا دے کہ آنکھوں کے لیے بجلی بن جا تو کائنات کے دل کا چھپا ہوا بھید ہے تجھے سب پر کھل جانا چاہیے۔

دعا

۱۔ یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے

۲۔ پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے

۳۔ محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھا دے

۴۔ بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

۵۔ پیدا دلِ ویراں میں پھر سوزشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

۶۔ ہر داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے
اور دردِ محبت دے جو قلب پریشاں کو

۷۔ وہ دفعتِ میں مقاصد کو ہم دوشِ ثریا کر
خودداریِ ساحل دے آزادیِ دریا دے

۸۔ بے لوثِ محبت ہو بیباکِ صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر دل صورتِ مینا دے

۹۔ احساسِ عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

۱۰۔ میں بسملِ نالاں ہوں اک مرغِ چمن تیرا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

۱۔ اے خدا مسلمان کے دل کو وہ زندہ آرزو عطا کر جو اس کی روح کو تڑپا دے اور اس کے دل میں گرمی پیدا کر دے۔

۲۔ داری خاندان کے ہر فرد کے کو پھر چمکا دے اور اسے پھر دیکھنے کا شوق اور تقاضہ کی لذت عشق دے۔

۳۔ مسلمان جو کہ نظارے سے محروم ہو چکا ہے اُسے پھر دیکھنے والے آنکھ عنایت کر اور جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ دوسروں کو بھی دکھا دے۔

۴۔ راستہ بھولے ہوئے ہرن یعنی مسلمان کو پھر کعبہ کی طرف لے چل اس شہر کے غازی کو پھر بیابان کا چیلنج عطا کر دے۔

۵۔ اس کے اجڑے ہوئے دلیں پھر قیامت کا شور پیدا کر دے اس خالی کاشانے میں پھر بجلی کو بھٹکا دے۔

۶۔ اس عہد کی تاریکی میں ہر پریشان دل کو محبت کا وہ داغ عطا کر جو چاند کو بھی شرما دے۔

۷۔ مسلمانوں کے مقاصد کو ثریا سے پہلو مارنے والی بلندی بخش ان کے ساحل کا بھی خودداری اور دریا کی سی آزادی دے۔

۸۔ ان کی محبت کو ہر غرض سے پاک کر اور انھیں نڈر سچائی بخش۔ ان کے سینوں میں روشن کر دے اور ان کے دل صراحی کی طرح پاک و صاف کر دے۔

۹۔ مسلمانوں کو ان کی مصیبت کا احساس عطا کر اور آج کے شور و غل میں انھیں آنے والی کل کی فکر کرنا سکھا۔

۱۰۔ میں ایک اجڑے ہوئے باغ فریاد کرنے والا بلبل ہوں اپنی فریاد کے لئے میں تاثیر کا سوالی ہوں۔ اے داتا میری حاجت کو پورا کر دے۔

عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں

۱۔ یہ شاخ لالہ میں کی بجلی زرد کہتا تھا — گیا وہ موسم گل جس کا راز دار ہوں میں

۲۔ یہ پائمالی میں مجھ کو نازاں ہوں چمن — انھیں کی شاخ نشیمن کی یادگار ہوں میں

۲ ذرا سے پتے نے بیتاب کر دیا دل کو
چمن میں آ کے سراپا غم بہار ہوں میں

۴ مجھے قسم ہے نشاطی مدینے والے کی
ہمیشہ ماتم ملت میں اشکبار ہوں میں

۵ خزاں میں مجھ کو رلاتی ہے یادِ فصلِ بہار
خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہوں میں

۶ اُجاڑ ہو گئے عہدِ کہن کے میخانے
گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہوں میں

۷ سرودِ مرغِ نوا ریز و ہم نشینیِ گل
مرے نصیب کہاں غنچۂ مزار ہوں میں

۸ پیامِ عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

۱۔ شالامار باغ میں ایک زرد پتہ یہ کہہ رہا تھا کہ جس موسم کا میں نمائندہ ہوں وہ گزر گیا۔

۲۔ باغ کی سیر کرنے والے مجھے پاؤں تلے نہ روندیں کیونکہ میں انھیں کے گھونسلے کی پٹنی کی یادگار ہوں۔

۳۔ ذرا سے پتے کی اس بات نے میرے دل کو بے چین کر دیا اور باغ میں آ کر سر سے پاؤں تک میں بہار کے موسم کا غم بن کر رہ گیا ہوں۔

۴۔ مدینے والے نشاطی کی سرگند میں ہمیشہ ملت کے غم میں آنسو بہاتا رہتا ہوں۔

۵۔ خزاں کے اس موسم میں مجھے بہار کے موسم کی یاد دلاتی ہے مجھے عید کی کیا خوشی ہو سکتی ہے میں تو ماتم میں ڈوبا ہوا ہوں۔

۶۔ پرانے زمانے کے تمام شراب خانے برباد ہو گئے اور پرانے شرابیوں کی یادگار کے طور پر صرف میں باقی رہ گیا ہوں

۷۔ میری قسمت میں گانے والے پرندے کا گیت اور پھولوں کی رفاقت کہاں میں تو قبر کی کلی ہوں

۸۔ عید کا چاند ہمیں خوشی کا پیغام دے کر گویا ہمارا مذاق اڑاتا ہے

فاطمہ بنتِ عبداللہ

عرب لڑکی جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی

سنہ ۱۹۱۲ء

۱۔ فاطمہ! تو آبروئے اُمتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

۲۔ یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی

۳۔ یہ جہادِ اللہ کے سیتے ہیں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر

۴۔ یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

۵۔ اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

۶۔ فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

۷۔ رقصِ بسمل خاک کا کتنا طرب انگیز ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

۸۔ ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قوم تازہ اس آغوش میں

۹۔ بے خبر ہوں گرچہ اُن کی وسعتِ مقصد سے میں
آفرینش دیکھتا ہوں انکی اس مرقد سے میں

۱۰۔ تازہ اِن کے فضائے آسماں پرواز میں
دیدہ انساں سے نامحرم ہے جنکی موجِ نور

۱۱۔ جو ابھی ابھرے ہیں ظلمتِ خانۂ ایام سے
جن کی ضو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے

۱۲۔ جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی اور بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر پر تو بھی ہے

۱۔ اے فاطمہ تو ملتِ اسلام کی آبرو ہے اور تیرے جسم کی مٹی کا ہر ایک ذرہ پاک اور معصوم ہے۔

۲۔ اے صحرا کی حور یہ سعادت مندی تیرے نصیب ہی میں تھی کہ تجھے دین کے

غازیوں کو پانی پلانے کی خدمت کی۔

۳۔ تو نے خدا کی راہ میں تلوار اور ڈھال کے بغیر جہاد کیا۔ شہادت حاصل کرنے کے شوق نے تجھ میں کیسی دلیری پیدا کر دی۔

۴۔ جس باغ پر خزاں چھائی ہوئی تھی یہ کلی بھی وہیں پیدا ہوئی۔ اللہ اکبر کہ ایسی چنگاری بھی ہماری راکھ میں چھپی ہوئی تھی۔

۵۔ ہمارے بیابان میں ابھی بہت سے ہرن چھپے ہوئے ہیں۔ اس برسے ہوئے بادل میں بھی بجلیاں سوئی ہوئی ہیں۔

۶۔ اے فاطمہ اگرچہ تیرے غم میں آنکھ آنسو بہا رہی ہے لیکن ہماری دلی فریاد میں خوشی کا راگ بھی ہے۔

۷۔ تیری مٹی کا ناچ خوشی پیدا کرتا ہے اس کا ذرہ ذرہ زندگی کی تڑپ سے بھرا ہوا ہے۔

۸۔ تیری قبر کی خاموشی میں کوئی ہنگامہ چھپا ہوا ہے اور اس کی گود میں ایک نئی قوم پل رہی ہے

۹۔ میں اس نئی قوم کے ارادوں کے بارے میں اگرچہ کچھ نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ وہ تیری قبر سے پیدا ہوگی۔

۱۰۔ آسمان میں کچھ ایسے نئے ستارے چمکنے والے ہیں جن کی چمک دمک کی لہریں ابھی تک انسان نے نہیں دیکھیں۔

۱۱۔ وہ ستارے ابھی زمانے کے اندھیرے سے باہر نکلے ہیں جن کی روشنی صبح شام کی پابندی سے آزاد ہے۔

۱۲۔ جن کی چمک دمک میں پرانا ڈھنگ بھی ہے اور نیا بھی اور اس میں تیری قسمت کے ستارے کا جلوہ بھی شامل ہے

شبنم اور ستارے

۱۔ اک رات یہ کہنے لگے شبنم سے ستارے
۲۔ کیا جانیے تو کتنے جہاں دیکھ چکی ہے
۳۔ زہرہ نے سنی ہے یہ خبر اپنی ضیا سے
۴۔ کہہ ہم سے بھی اس کشور دلکش کی حکایت
۵۔ اے تارو! یہ چھوٹا چمنستانِ جہاں کی
۶۔ آتی ہے صبا واں سے پلٹ جانے کی خاطر
۷۔ کیا تم سے کہوں کیا چمن افسردہ کلی ہے؟
۸۔ کلی نالۂ بلبل کی صدا سن نہیں سکتی
۹۔ ہیں مرغِ نوا ریز گرفتارِ غضب سے
۱۰۔ رہتی ہے مسافر کسی بیمار کی تر آنکھ
۱۱۔ دل سوختہ گرمی فریاد ہے شبنم
۱۲۔ تارے شررِ آہ ہیں انساں کی زباں سے
۱۳۔ نادانی ہے یہ گنبدِ زرّیں فنِ شر کا
۱۴۔ بنیاد ہے کاشانۂ عالم کی ہوا پر!

ہر صبح نے تجھ کو میرا پیغام سنایا
جو بن کے مٹے ان کے نشاں دیکھ چکی ہے
افسانوں کی سی دلکش معدوم فلک ہے
گویا ہے قمر جس کی جدت کا ترانہ
گلشن نہیں اک بستی ہے وہ آہ فغاں کی
ہر پھول کی کلی جلتی ہے مرجھانے کی خاطر
ہر شاخ کوئی شعلۂ بے صبر کلی ہے
دامن ہے مرے موتیوں کو چن نہیں سکتا!
اڑ گئے ہیں تہ سایۂ گل خارِ غضب سے
دل طائرِ بے تاب رہا وہ محرومِ نظر آنکھ
زندانی ہے اور دام کو آزاد ہے شبنم
ہے اشک یہ گلدوختہ ہونٹوں کی زباں سے
کہتا ہے کہ دردِ دلِ ہر زخمِ جگر کا
فریاد کی تاثیر ہے قرطاسِ فضا پر

۱۔ ایک رات کو ستارے شبنم سے کہنے لگے کہ تجھے تو ہر صبح کو نئے نئے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔
۲۔ نہ جانے تو کتنی دنیائیں دیکھ چکی ہے اور جو بن کے مٹ چکے ہیں تو نے ان کے نشان بھی دیکھے ہیں۔
۳۔ زہرہ ستارے نے ایک فرشتے سے جب یہ بات سنی کہ انسان

کی بستی تو آسمان سے بہت دور ہے۔

۴۔ اس دل کو کھینچ لینے والی خوب صورت، حلاوت کی کہانی ہیں بھی سنا جس کی محبت کا راگ چاند بھی الاپتا ہے۔

۵۔ شبنم نے جواب دیا کہ ستارو! دنیا کے باغ کا حال نہ پوچھو وہ باغ نہیں بلکہ رونے دھونے کی ایک بستی ہے۔

۶۔ اس باغ میں تو صبا بھی محض پلٹ جانے کی خاطر آتی ہے اور اس میں بیچاری کلی بھی نقطہ مرجھانے کے لیے کھلتی ہے۔

۷۔ تم سے کیا کہوں کہ کلی کس طرح باغ کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے وہ ایک ایسی چھوٹی سی چنگاری کی طرح نظر آتی ہے جس میں جلن بالکل نہ ہو۔

۸۔ بیچارہ بلبل کی فریاد کو نہیں سن سکتا اور اپنے دامن سے میرے موتیوں کو بھی نہیں چن سکتا۔

۹۔ کتنا غضب ہے کہ وہاں گانے والے پرندوں کو قید کر لیا جاتا ہے اور وہاں پھول کی چھاؤں میں کانٹے اُگتے ہیں۔

۱۰۔ اور وہاں، بیمار نرگس کی آنکھ ہمیشہ نمناک رہتی ہے اس کا دل تو نظارے کا طلب گار ہے لیکن اس کی آنکھ نظر سے محروم ہے۔

۱۱۔ اور وہاں شمشاد اگرچہ کہنے کو آزاد ہے لیکن حقیقت میں قیدی ہے اور فریاد کی گرمی سے اس کا دل بن چکا ہے۔

۱۲۔ انسان کی زبان میں ستارے فریاد کی چنگاریاں ہیں اور باغ کی زبان میں جسے آسمان کے آنسو سمجھا جاتا ہے۔

۱۳۔ چاند نا سمجھ ہے جو زمین کے گرد گھومتا ہے نہ جانے اسے کیوں غلط فہمی ہو گئی ہے کہ وہاں اس کے جگر کے داغ کا علاج ہو جائے گا۔

۱۴۔ دنیا کے کارخانے کی بنیاد ہوا پر ہے اور یہ فضا کے صفحے پر گریہ و زاری کی ایک تصویر ہے۔

مصرہ اور نہ

۱۔ یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑ گئی
حق خیبر آزمائی پہ مجبور ہو گیا!

۲۔ گرد صلیب گرد و قمر حلقہ زن ہوئی
لشکر حصار اور نہ میں محصور ہو گیا!

۳۔ آخر امیر عسکر ترکی کے حکم سے
آئین "جنگ" شہر کا دستور ہو گیا

۴۔ ہر شے ہوئی ذخیرۂ لشکر میں منتقل
شاہیں گدائے دانۂ مصفور ہو گیا!

۵۔ لیکن فقیہ شہر نے جس دم سنی یہ بات
گرما کے مثل صاعقۂ طور ہو گیا

۶۔ "ذمی" کا مال لشکر مسلم پہ ہے حرام
فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہو گیا

۷۔ چھڑتی دمامی یورپ و نصاریٰ کا ہے
مسلم خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا

۱۔ یورپ کے بلقانی حلقے میں جب حق اور باطل کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو حق کو مجبوراً تلوار اٹھانی پڑی۔

۲۔ صلیب کے گرد و غبار نے چاند کے گرد حلقہ ڈال دیا یعنی عیسائی فوجوں نے اسلامی فوجوں کو نرغے میں لے لیا اور غازی لشکری پاشا اور نہ میں گھر گئے۔

۳۔ آخر ترک لشکر کے سپہ سالار نے شہر میں مارشل لا جاری کر دیا۔

۴۔ ہر چیز فوجی ذخیرے میں چلی گئی اور شاہیں دانے کے لئے چڑیا کی بھیک مانگنے لگا۔

۵۔ لیکن شہر کے مفتی نے جب یہ بات سنی تو اسے اتنا غصہ آیا کہ وہ طور کی بجلی کی طرح نظر آنے لگا۔

۶۔ اس نے کہا جن غیر مسلموں کی ذمہ داری مسلمانوں نے اپنے سر لے رکھی ہے ان کا مال مسلمانوں پر حرام ہے۔ اس کا یہ فتویٰ شہر بھر میں پھیل گیا۔

۷۔ چنانچہ ترک خوش ہو دیئے اور عیسائیوں کے طبلے کی چوٹ [illegible]

تھی کیونکہ خدا کا یہی حکم تھا اور مسلمان خدا کے حکم کے سامنے بے اختیار ہو جاتا ہے۔

ایک مکالمہ

۱۔ اک مُرغِ سرائے نے یہ کہا مرغِ ہوائی
پر دار اگر تو ہے تو کیا میں نہیں پر دار

۲۔ گر تو ہے ہوا گیر تو ہوں میں بھی ہوا گیر
آزاد اگر تو ہے نہیں میں بھی گرفتار

۳۔ پرواز خصوصیت ہر صاحب پر ہے
کیوں رہتے ہیں مرغانِ ہوا مائل دیوار

۴۔ مجروح حمیت جو ہوئی مرغِ ہوائی
یوں کہنے لگا شش کے یہ گفتارِ دل آزار

۵۔ کچھ شک نہیں پرواز میں آزاد ہے تو بھی
حد ہے تری پرواز کی سیمینِ سرِ دیوار

۶۔ واقف نہیں تو ہمتِ مرغانِ ہوا سے
تو خاکِ نشیمن ہے نہیں گردوں سے سروکار

۷۔ تو مرغِ سرائے، خویش از خاک نجوئی
مادر صدد دانہ با نخسپم نرود منقار

۱۔ ایک پالتو پرندے نے ایک آزاد پرندے سے یہ کہا کہ اگر تیرے پر ہیں تو کیا میرے پر نہیں ہیں۔

۲۔ اگر تو ہوا میں اڑ سکتا ہے تو میں بھی ہوا میں اڑ سکتا ہوں اگر تو آزاد ہے تو میں بھی پابند تو نہیں۔

۳۔ جس کے بھی پر ہیں، اڑنا اس کی خصوصیت ہے۔ نہ جانے تم فضا میں اڑنے والے پرندے اتنے مغرور کیوں ہو۔

۴۔ یہ دل کو دکھانے والی باتیں سن کر جب فضا میں اڑنے والے پرندے کی غیرت کو ٹھیس لگی تو یوں بولا۔

۵۔ کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اڑنے کی آزادی تجھے بھی حاصل ہے لیکن تیری اڑان زیادہ سے زیادہ دیوار کی منڈیر تک ہی ہو سکتی ہے۔

۶۔ تو فضا میں اڑنے والے پرندوں کی ہمت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔

تیرا گھونسلہ تو زمین پر ہے لیکن ان کا تعلق آسمان سے ہے۔
۷۔ تو پالتو پرندہ ہے اور زمین سے اپنی خوراک حاصل کرتا ہے لیکن ہم
دانے کی تلاش میں آسمان تک جا پہنچتے ہیں اور ستاروں کو دانہ سمجھ کر چونچ مارنے
لگتے ہیں۔

میں اور تو

۱ مذاقِ دید سے ناآشنا نظر ہے مری — تری نگاہ ہے فطرت کی رازداں پھر کیا
۲ رہینِ شکوۂ ایام ہے زباں میری — تری مراد پہ ہے دورِ آسماں پھر کیا
۳ بر کھا مجھے چمن آوارہ مثلِ موجِ نسیم — عطا فلک نے کیا تجھ کو آشیاں پھر کیا
۴ فزوں ہے سود سے سرمایۂ حیات ترا — مرے نصیب میں ہے کاوشِ زیاں پھر کیا
۵ ہوا میں تیرتے پھرتے ہیں تیرے طیارے — مرا جہاز ہے محرومِ بادباں پھر کیا
۶۔ قوی شدیم، چہ شد، یا جواں شدیم، چہ شد؟
چنیں شدیم، چہ شد، ناتواں شدیم، چہ شد؟
۷۔ بہ گونہ در ریمِ گلستاں قرارے نیست
تو گر بہار شدی، ما خزاں شدیم چہ شد؟

۱۔ کیا ہوا اگر میری نظر دیکھنے کی لذت سے واقف نہیں ہے اور تیری
نظر کو فطرت کے بھید معلوم نہیں۔
۲۔ کیا ہوا اگر میری زبان زمانے کی شکایت کرتی ہے اور آسمان کی
گردش تیری خواہش کے مطابق ہے۔
۳۔ کیا ہوا اگر آسمان نے تجھے ہوا کی لہر کی طرح بانہ میں گھما رکھا ہے
تجھے گھونسلہ بخش دیا ہے۔
۴۔ کیا ہوا اگر تیری زندگی کا سرمایہ نفع کی وجہ سے بڑھ رہا ہے
میری دست میں صرف نقصان کی تکلیف ہے۔

۵۔ کیا ہوا اگر ہوا میں تیرے ہوائی جہاز۔ تیرتے پھر رہے ہیں اور میری کشتی کے لئے بادبان بھی نہیں۔

۶۔ کمزور رہوئے تو کیا اور کمزور ہوئے تو کیا۔ ایسے ہوئے تو کیا اور ویسے ہوئے تو کیا۔

۷۔ دنیا کے اس باغ میں کسی طرح بھی قیام ممکن نہیں تو اگر بہار ہے تو کیا اور میں اگر خزاں ہوں تو کیا۔

ارتقا

۱۔ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

۲۔ حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز
سرشت اس کی ہے مشکل کشی جفاطلبی

۳۔ سکوتِ شام سے تا نغمۂ سحر گاہی
ہزار مرحلہ ہائے فغانِ نیم شبی

۴۔ کشاکشِ نرم و گرم و تپ و تراش و خراش
فلک نہ دیدہ و دل تابہ شیشہ جبلی

۵۔ مقام پست و شکست و فشار و سوز و گداز
میاں قطرہ نیساں و آتشِ مجنبی

۶۔ اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے رازِ تب و تابِ ملتِ عربی

۷۔ "سخائی کہ داغ انگور آب کی سازند
ستارہ می شکنند، آفتاب می سازند"

۱۔ دنیا کی پیدائش سے آج تک کفر کا شرارہ ایمان کے چراغ سے ٹکراتا رہا ہے

۲۔ زندگی بڑی غیرت مند اور ہنگامہ پسند ہے اور اس کا تمام شعلے کی طرح گرم ہے اور مشکلیں جھیلنا اور سختیاں طلب کرنا اس کی فطرت ہے۔

۳۔ شام کی خاموشی سے صبح کے گیتوں تک آدھی رات کی فریادوں کو ہزار پردے سننے طے کرنی پڑتی ہیں۔

۴۔ جس کا آئینہ مٹی سے بنتا ہے جس میں کوئی جلا نہیں اور جو سیاہ ہے لیکن اس مٹی کو آئینہ بننے کے لئے کتنی گرمی اور تراش خراش کی کتنی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔

۵۔ انگور کی بیل پر بارش کا قطرہ گرنے اور شراب بننے کے درمیان بائیس مہینے۔
توڑنے۔ نچوڑنے۔ تپانے اور عرق کھینچنے کے بے شمار مقام آتے ہیں۔
۶۔ اگر یہ تار کھینچ تان سے تو میں زندہ ہیں اور ملتِ اسلامیہ کی گرمیٔ عمل کا بھید بھی یہی ہے۔ حقیقت
۷۔ شراب بنانے والے بظاہر تو انگور کے دانوں سے پانی نکالتے ہیں لیکن در ستاروں کو توڑ کر سورج بناتے ہیں۔

صدیق رضؓ

۱۔ اک دن رسولِ پاکؐ نے اصحابؓ سے کہا
۲۔ ارشاد شن کے فرطِ طرب سے عمرؓ اٹھے
۳۔ دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور
۴۔ لائے عرض کہ مالِ رسولِ امینؐ کے پاس
۵۔ پوچھا حضورِ سرورِ عالم نے اے عمرؓ
۶۔ رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟
۷۔ کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملتِ بیضا پہ ہے نثار

دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
اہلِ رضا کے پاس تھے درہم کئی ہزار
بڑھ کر کرے گا آج قدم میرا ہمکنار
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
اے وہ کہ جوشِ عشق سے تیرے دلا کو ہی قرار
مسلم ہوا ہے خویش و اقارب کا حق گزار

۸۔ اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا
۹۔ لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا شعار
۱۰۔ ملکِ یمیں و درہم و دینار و رخت و بنس
۱۱۔ بولے حضورؐ چاہیے فکرِ عیال بھی
۱۲۔ اے تجھ سے دیدہ و انجم فروغ گیر
۱۳۔ پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
ہر چیز جس کی چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
اسپِ قمر سم و شتر و قاطرِ حمار
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار

۱۔ ایک دن رسول پاک نے صحابہ سے کہا کہ تم میں جو لوگ امیر ہیں وہ اپنی دولت خدا کی راہ میں خرچ کریں۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے جب ارشاد سُنا تو وہ بہت زیادہ خوش ہو کر گئے۔ اس وقت ان کے پاس ہزاروں درہم تھے۔

۳۔ وہ دل میں کہہ رہے تھے کہ آج میری قربانی کے گھوڑے کا قدم ضرور صدیق سے آگے رہے گا۔

۴۔ غرض وہ اپنی دولت رسول پاک کے پاس لے آئے۔ ہر کام کی ابتدا قربانی ہی سے ہوتی ہے۔

۵۔ حضور سرورِ عالم نے پوچھا کہ اے عمرؓ کاشانۂ تیرے کے لیے آرام کا باعث

۶۔ لیکن کیا تو نے اپنے بچوں کے لیے بھی کچھ باقی رکھا ہے یا نہیں کیونکہ مسلمان پر اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا بھی تو حق ہوتا ہے۔

۷۔ عمرؓ نے جواب میں عرض کی کہ آدھی دولت میں نے بال بچوں کے لیے چھوڑ دی ہے اور باقی آدھی قوم پر نچھاور کر دی ہے۔

۸۔ اتنے میں رسول اکرم کا وہ ساتھی بھی آ گیا جس کی وجہ سے عشق اور محبت کی بنیاد مضبوط ہوئی۔

۹۔ وہ وفادار اپنے ساتھ ہر ایسی چیز لے آیا جو دنیا کی نظر میں اعتبار کی وجہ بن سکتی تھی۔

۱۰۔ یعنی لونڈی۔ غلام۔ درم و دینار۔ کپڑے۔ کھانے کی جنس۔ چاندی جیسے سم والے گھوڑے۔ اونٹ خچر اور گدھے۔

۱۱۔ حضور نے فرمایا کہ بال بچوں کا بھی کچھ خیال چاہیئے جواب میں وہ عشق و محبت کا راز دار کہنے لگا۔

۱۲۔ چاند تاروں کی آنکھ تجھ روشنی دینے والی پاک ذات۔ تیری ذات

کے لئے ہی تو یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

۱۳۔ پتنگے کے لئے تو دیا اور بلبل کے لئے پھول کافی ہے اور صدیق کیلئے صرف خدا کا رسول

تہذیب حاضر

تضمین بر شعر فیضی

۱۔ حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیب حاضر میں
بھڑک اٹھا سمجھ کابوس کے مسلم کا تن خاکی

۲۔ گیا دورہ دگرگوں کے تب و تاب مستاروں نے
کوئی دیکھے تو شوخی آفتاب جلوہ فرما کی

۳۔ نئے انداز پائے نوجوانوں کی طبیعت نے
یہ رعنائی یہ بیداری یہ آزادی یہ بینائی

۴۔ تغیر آگیا ایسا تدبر میں تخیل میں
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں غنچوں کی جگر چاکی

۵۔ سیاہ گم تازہ پروازوں نے اپنے آشیاں لیکن
مناظر دلکش دکھلاگئی ساحر کی چالاکی

۶۔ حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت خود فروشی ناشکیبائی ہوس کی

۷۔ فروغ شمع نو سے بزم مسلم جگمگا اٹھی
مگر کہتی ہے پروانوں سے میری کہنہ داغی

۸۔ تو اے پروانہ! ان گرمی شمع محفل داری
چو من در آتش خود سوز اگر سوز دلے داری

۱۔ موجودہ تہذیب کی شراب میں بڑی گرمی ہے۔ اسے پی کر مسلمان کا خاکی جسم آگ کے شعلے کی طرح بھڑک اٹھا۔

۲۔ اس نے ذہنیت کو وہ تیز چمک دیکر جگمگا دیا کوئی اس جلوہ کو کھانے والے سورج کی شوخی تو دیکھے۔

۳۔ اس تہذیب نے نوجوانوں کو نئے نئے طور طریقے سکھا دئے۔ بناوٹی بیکار اور ضروری پابندیوں کو توڑ کر رکھ دینے والی یہ آزادی اور یہ گستاخانہ بے باکی اس تہذیب کی تو دین ہے۔

۴۔ ان کی سوچ سمجھ اور ان کے خیالوں میں ایسی تبدیلی آگئی کہ وہ باغ میں غنچوں کے جگر چاک ہو جانے کو بھی دل لگی خیال کرنے لگے۔

۵۔ جادو گر کی جادو گری نے ایسے دلفریب نظارے دکھائے کہ یہ نئے اُٹھنے والے اپنا گھر بسیرا گم کر بیٹھے۔

۶۔ اس نئی تہذیب کی پیدا کی ہوئی نئی زندگی وہ اپنے ساتھ عجیب عجیب لذتیں لے کر آئی مثلاً حسد۔ بے غیرتی بے خبری اور لالچ۔

۷۔ نئی تہذیب کی روشنی سے اگرچہ مسلمان کی دنیا جگمگا اٹھی ہے لیکن مرے شعور کی تپش اسی شمع پر قربان ہونے والے پر یہ جان دینے سے کہہ رہی ہے کہ

۸۔ اے پتنگے تو گرمی تو نے ایک محفل کی شمع سے حاصل کی ہے اگر تیرے دل میں جلنے کا حوصلہ موجود ہے تو میری طرح خود اپنی آگ میں جل۔

شعاعِ آفتاب

۱ صبح جب کی نگہ سودائی نظارہ تھی ! آسماں پر اک شعاعِ آفتاب آوارہ تھی

۲ میں نے پوچھا اس کرن سے اے سراپا اضطراب تیری جاں بے تابیوں کا راز کیا ہے کیا اضطراب

۳ تو کوئی تپتی ہوئی بجلی ہے کوہِ طور کی آسماں کرتا ہے جس کی خاطر جوالہ

۴۔ یہ تڑپ ہے یا ازل سے تیری خو کیا ہے یہ؟ رقص ہے آوارگی ہے جستجو کیا ہے یہ!

۵ خفتہ ہنگامے ہیں کیا تیری ہستی خامشی میں پرورش پاتی ہے کیا تجھ پر شبِ کی آغوش میں

۶ مضطرب ہر دم مری تقدیر رکھتی ہے تجھے جستجو میں لذتِ تنویر رکھتی ہے تجھے

۷ ہر کرن آتش خو نہیں فطرت میں تیری ہم سوا مہرِ عالمتاب کا پیغام بیداری ہوں میں

۸ سرمہ بن کر چشمِ انساں میں سمایا ہے نہ کر رات نے جو کچھ چھپا رکھا تھا دکھلاتا ہوں میں

۹۔ تیرے مستوں میں کوئی تجھ سا شناسا بھی تو ہے سونے والوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے

۱۔ صبح کے وقت جب میری آنکھ نظارہ دیکھنے کے لیے بے چین تھی تو آسمان پر

سورج کی ایک کرن مجھے گھومتی ہوئی نظر آئی۔

۲۔ میں نے اس کرن سے پوچھا تو سر سے پاؤں تک بے چین کیوں ہے تیری بے صبر جان میں یہ کیسی بیتابی ہے۔

۳۔ کیا تو کوئی چھپی ہوئی بجلی ہے جسے آسمان تو موں کے کھلیان کو راکھ کرنے کے لئے پاگل کر جہاں بنا رہا ہے۔

۴۔ یہ بے چینی ہے یا پیدائش ہی سے یہ تیری عادت ہے کیا یہ بے چینی تیرا ناچ ہے۔ آوارگی ہے یا تجھے کسی چیز کی تلاش ہے۔

۵۔ کرن نے جواب دیا کہ میری خاموش زندگی میں کئی ہنگامے سوئے ہوئے ہیں میں صبح کی گود میں پرورش پائی ہے۔

۶۔ میری تقدیر مجھے ہر وقت بے چین رکھتی ہے میں روشنی کی تلاش میں مضطر بے تابی ہوں۔

۷۔ گو میں آگ سے بنی ہوئی ہوں لیکن میں جلانے والی بجلی نہیں ہوں بلکہ میں تو دنیا کو جگمگانے والے سورج کی طرف سے جاگ اٹھنے کا پیغام لائی ہوں۔

۸۔ میں سرمہ بن کر انسان کی آنکھوں میں سلما جاؤں گی اور رات نے اپنے اندھیرے میں جو کچھ چھپا رکھا تھا وہ سب کو دکھا دوں گی۔

۹۔ کیا تیرے مستوں میں کوئی ہشیاری کا طلبگار ہے اور ان سوئے ہوؤں میں کیا کوئی آدمی جاگنے کی لذت سے واقف ہے۔

عرفی

۱۔ محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و ذوداء کی

۲۔ فقط اک عشق پر تحریر کی اس نے تو ایسی
مٹیں جس سے ہوئی آنکھوں کو اشک خونبا کی

۳۔ جو برسے بھی تو یہ ناکون اسکی تیرگی شب کو
نہیں ہنگامہ عالم میں اب سلمان جاگنے کی

۴۔ مزاج اہل عالم میں تغیر آگیا ایسا
کہ رخصت ہو گئی دنیا سے کیفیت وہ سیاہ

۵۔ فغانِ نیم شب شاعر کی بارگوشی ہوتی ہے — نہ ہو جب چشم محفل آشنائے لطف بیخوابی
۶۔ کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمت رُبا ہو کر — گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آشنائی بھی
۷۔ صدا تربت سے آئی شکوۂ اہلِ جہاں کم کو — فوارا تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی

حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

۱۔ عرفی کے تخیل نے ایک ایسا محل بنا دیا جس پر بوعلی سینا اور ابوالوفا ایسے حیران کر دینے والے گورکھ دھندے بھی بخیا در کئے جا سکتے ہیں۔

۲۔ اس کے عشق کی فضا میں ایسے ایسے نغمے گائے جن کی وجہ سے اب تک آنکھیں رنگین آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔

۳۔ میرے دل نے ایکدن اس کی قبر سے شکایت کی کہ اب دنیا کے ہنگامے میں بے چینی کیا کوئی سامان نہیں۔

۴۔ دنیا والوں کے مزاج میں ایسی تبدیلی آگئی ہے کہ دنیا میں اب وہ پہلی سی دوڑ دھوپ کی کیفیت ہی باقی نہیں رہی۔

۵۔ اگر محفل والوں کی آنکھ جاگنے کی لذت سے واقف نہ ہو تو شاعر کی آدھی رات میں کی گئی فریاد کانوں کے لئے بوجھ بن جاتی ہے۔

۶۔ کسی کی فریاد کا شعلہ کس طرح اندھیرے کو دور کرے چمگادڑوں کو تو صبح کے وقت آسمان کا چمکنا تکلیف دیتا ہے۔

۷۔ عرفی کی قبر سے آواز آئی کہ دنیا والوں کی شکایت نہ کر۔ اگر نغمے کی لذت ختم ہوتی ہوئی دکھائی دے تو ساز کو اور زور سے بجا۔

۸۔ اگر کجاوا بھاری ہو اور ناقے کی رفتار مدھم ہو جائے تو حدی کے نغمے کو تیز کر دے۔

ایک خط کے جواب میں

۱۔ ہوس کبھی ہو تو نہیں مجھ میں ہمتِ نگراں — خوشا نگاہ کہ دارد مذاقِ تلاش
۲۔ ہزار شکر طبیعت ہے ریزہ کار مری — ہزار شکر نہیں ہے دماغ فتنہ تراش

۳۔ مرے سخن سے دلوں کی ہیں کھیتیاں سرسبز
جہاں میں ہوں نہیں مثلِ سحاب یا باراں

۴۔ یہ عقدہائے سیاست تجھے مبارک ہوں
کہ فیضِ مشرع سے ناخن مرا ہے سینہ فگار

۵۔ ہوائے بزمِ سلاطین دلیلِ مُردہ دلی
کیا ہے حافظِ رنگیں نوا نے راز یہ فاش

۶۔ گرت ہواست کہ با خضر ہم نشیں باشی
نہاں ز چشمِ سکندر چو آبِ حیواں باش

۱۔ اگر مجھے اپنے عہدے کی خواہش بھی ہوتی تو اسے حاصل کرنے کیلئے جتنی دوڑ دھوپ کرنی ضرورت ہے اس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔

۲۔ خدا کا ہزار شکر ہے کہ میری بیحد باریک جواہر ریزوں کو جوڑنے میں لگی رہتی ہے اور خدا کا ہزار شکر ہے کہ میرا دماغ فتنے نہیں تراش سکتا۔

۳۔ میری شاعری سے دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہیں دنیا میں زمین پر دریا برسانے والے بادل کی طرح ہوں۔

۴۔ یہ سیاست کی پیچ دار گتھیاں تجھی کو مبارک ہوں کیونکہ عشق کی برکت سے میرے ناخن اپنے زخموں کو چھیلنے ہی میں مصروف رہتے ہیں میں اپنے ناخن کو ان گرہوں کو کھولنے کے لئے وقت نہیں کر سکتا۔

۵۔ بادشاہوں کی محفل میں بیٹھنے کی خواہش دل کے مردہ ہونے کی دلیل ہے اس کے کو رنگین نغمے گانے والے خواجہ حافظ شیرازی نے بڑی اچھی طرح ظاہر کیا ہے جو فرماتے ہیں کہ:۔

۶۔ اگر تجھے خضر کے ساتھ بیٹھنے کی خواہش ہے تو آبِ حیات کی طرح سکندر کی آنکھوں سے چھپا رہ۔

نانک

۱۔ قوم نے پیغام گوتم کی ذرا پروا نہ کی
قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یک دانہ کی

۲۔ آہ! بد قسمت رہے آوازِ حق سے بیخبر
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر

۳۔ آشکارا اس نے کیا جو زندگی کا راز تھا
ہند کو لیکن خیالی فلسفہ پر ناز تھا!

۴۔ شمع حق سے جو منور ہو یہ وہ محفل نہ تھی
بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی

۵۔ آہ! شودر کے لئے ہندوستاں غم خانہ ہے
درد انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے

۶۔ ۷۔ برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں
شمع گو تم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں

۷۔ بتکدہ پھر بعد مدت کے مگر روشن ہوا
نورِ ابراہیم سے آذر کا گھر روشن ہوا

۸۔ پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

۱۔ افسوس کہ ہندو قوم نے گوتم بدھ کے پیغام کی ذرا پروا نہ کی اور اپنے بے نظیر موتی کی کچھ قدر نہ کی۔

۲۔ افسوس یہ بے خبر لوگ سچ کی آواز سے ایسے بے خبر رہے جیسے درخت خود اپنے پھل کی مٹھاس سے بے خبر رہتا ہے۔

۳۔ حالانکہ بدھ نے زندگی کا بھید کھول کر رکھ دیا تھا لیکن ہندوستان میں رہنے والے اپنے خیالی فلسفے پر ہی مغرور تھے

۴۔ یہ وہ محفل ہی نہ تھی جو حق کے چراغ سے روشن ہوتا۔ اگر بارش تو خوب ہوئی لیکن زمین ہی اچھی نہ تھی۔

۵۔ افسوس ہندوستان شودروں کے لئے دکھ کا گھر ہے اس ملک کے رہنے والوں کا دل انسانی ہمدردی سے واقف ہی نہیں۔

۶۔ برہمن ابھی تک غرور کی شراب کے نشے میں مست ہیں اور بدھ کی تعلیمات کا چراغ دوسروں کی انجمن میں جل رہا ہے۔

۷۔ لیکن ایک مدت کے بعد بتخانہ پھر روشن ہو گیا اور حضرت ابراہیم کی روشنی سے آذر کا گھر جگمگا اٹھا۔

۸۔ آخر پنجاب سے توحید کی آواز بلند ہوئی اور نانک ایسے مکمل مردِ حق نے ہندوستان کو غفلت کی نیند سے جگا دیا۔

کفر و اسلام

بتضمین بر شعر میر تقی میر

۱۔ ایک دن اقبال نے پوچھا کلیمِ طور سے — اے کہ تیرے نقشِ پا سے وادیِ سینا چمن

۲ آتشِ نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز
ہو گیا آنکھوں کی بینائی کیوں تیرا سوا

۳ تھا جوابِ صاحبِ سینا کلیم ہے اگر
چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن

۴ ذوقِ حاضر ہے تو لازم ہے ایمانِ خلیل
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

۵ ہے اگر دیوانہ غائب تو کچھ پروانہ کر
منتظر رہ وادیٔ فاراں میں ہو کر خیمہ زن

۶ عارضی ہے شانِ حاضر سطوتِ غائب مدام
اس صداقت کو محبت کی ہے ربطِ جاں دلیل

۷ شعلۂ نمرود ہے روشن زمانے میں تو کیا
شمعِ خود رامی گداز سوزِ سامانِ انجمن

۱۔ ایک دن اقبال نے حضرتِ موسیٰ سے پوچھا کہ آپ کے نقشِ پا کی برکت سے سینا کی وادی گلزار بنی ہوئی ہے۔

۲۔ لیکن ابھی تک دنیا میں نمرود کی آگ سے شعلے اُٹھ رہے ہیں۔ آپ کا پرانا سوزِ آنکھوں سے کیوں اوجھل ہو گیا۔

۳۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ اگر تو مسلمان ہے تو غائب کو چھوڑ کر حاضر کا جانے والا نہ بن۔

۴۔ اگر تجھے حاضر کا شوق تو ابراہیم خلیل اللہ کا سا ایمان پیدا کر اگر ایسا نہیں کر سکتے تو آگ زندگی کا لباس جلا کر راکھ کر دے گی۔

۵۔ اور اگر تو غائب کا دیوانہ ہے تو ہر چیز سے بے پروا ہو جا اور فاران کی وادی میں خیمہ نصب کر کے قدرت کے کرشموں کا انتظار کر۔

۶۔ حاضر کی شان وقتی اور غائب کی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اس سچائی کا محبت سے وہی تعلق ہے جو جان کا جسم سے ہوتا ہے۔

۷۔ اگر نمرود کی آگ کا شعلہ دنیا میں روشن ہے تو کیا ہوا۔ شمع محفل کو روشن کرتی ہوئی اپنے آپ کو پگھلا دیتی ہے۔

۸۔ ہلاکی روشنی بھی پتھر کی آگ کی طرح نگاہ سے اوجھل ہی تو ہوتی ہے

بلالؓ

۹۔ لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا

۲۔ جو فاتحِ سکندر و رُومی تھا ایشیا
گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا

۳۔ تاریخ کہہ رہی ہے کہ رُومی کے سامنے
دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے حسام تھا

۴۔ دُنیا کے اس شہنشہِ اعظم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا

۵۔ آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ داں بھی اسے بیجا نتا نہیں

۶۔ لیکن بلال وہ حبشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر

۷۔ جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلال
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

۸۔ ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اتحاد
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

۹۔ ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سُن رہا ہے گوشِ چرخِ پیر

۱۰۔ اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رُومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

۱۔ یورپ میں ایک ایسا عالم تھا جسے سچائی کا اندازہ کرنے میں بڑی مہارت حاصل تھی اور اہلِ قلم حضرات کی بہت عزت کرتے تھے اس نے لکھا ہے کہ تھا۔

۲۔ سکندر رومی نے ایشیا میں اپنی فتوحات کے گھوڑے دوڑائے اس کا مرتبہ آسمان سے بھی اونچا تھا۔

۳۔ تاریخ کہہ رہی ہے کہ سکندر کے آگے پورس اور دارا کے تمام دعوے بے بنیاد تھے۔

۴۔ ستاروں جیسی فوج رکھنے والا شہنشاہ سکندر ہی تھا جسے نیلا آسمان بھی حیرت سے دیکھتا تھا۔

۵۔ لیکن آج ایشیا میں اسے کوئی نہیں جانتا بلکہ تاریخ جاننے والوں میں بھی اسے کوئی نہیں پہچانتا۔

۶۔ لیکن وہ بلال جو ایک معمولی سے حبشی کے بیٹے تھے جن کی فطرت نے نبوت سے نور سے روشنی حاصل کی ہوئی تھی وہ خدا کے موذن مقرر ہوئے۔

۷۔ خدا نے یہ امانت بلال کے پیدا ہوتے ہی ان کے سینے میں رکھ دی تھی کہ جس اذان کی آواز سُن کر بادشاہ اور فقیر سب اپنا سر جھکا دیں گے۔

۸۔ وہ اذان جس کی وجہ سے کالے گورے سب آپس میں مل جاتے ہیں اور غریب امیر کے پہلو میں کھڑا ہو جاتا ہے۔

۹۔ کلیجے کو پگھلا دینے والا وہ نغمہ آج بھی تیار ہے جسے بوڑھے آسمان کے کان صدیوں سے سن رہے ہیں۔

۱۰۔ اے اقبال یہ کس ذاتِ پاک کے عشق کی برکت ہے کہ سکندر تو مٹ گیا لیکن بلال حبشی کا نام ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا۔

مسلمان اور تعلیم جدید

(تضمین بر شعر ملک قمی)

۱۔ مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلم شوریدہ سر
لازم ہے رہ سفر کیلئے دنیا میں سامانِ سفر

۲۔ بدلی زمانہ کی ہوا ایسا تغیر آگیا
تھے جو گراں قیمت کبھی اب ہیں متاعِ کس مگر

۳۔ وہ شعلۂ روشن ترا ظلمت گریز اس میں تھی
گمراہ کر ہوا میں شرر تارے سے بھی کم نور تر

۴۔ شیدائے یثرب و حرم دیوانگی موجود ہے
نایاب ہے اب اقوام پر مجدد حاضر کا اثر

۵۔ ممکن نہیں اس باغ میں کوشش ہو بار آور تری
فرسودہ ہے پیغام تیرا مرگ و سنگ و تیر کی

۶۔ اس دور میں تعلیم ہی امراضِ ملت کی دوا
ہے خوانِ نادر کیلئے تعلیم مثلِ نیشکر

۷۔ رہبر کے ایما سے ہوا تعلیم کا سودا مجھے
واجب ہے صحرا گرد پر تعلیم فرمانِ خضر

۸۔ لیکن نگاہِ نکتہ بیں دیکھے زبونی تری
رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر

"یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد"

۱۔ مرشد کی یہ ہدایت تھی کہ اے دیوانے مسلمان مسافر کے لئے چین کی زندگی گزارنے کے لئے دنیا میں حالات کے مطابق اپنی خوشی کے اسباب مہیا کرنے بھی ضروری ہیں۔

۲۔ دنیا کی ہوا بدلی اور ایسی ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی کہ جو چیز کبھی بڑی عزت تھی اب گمنامی کا شکار ہے۔

۳۔ میری اس روشنی سے جس کبھی اندھیرا دور ہوتا تھا اب تو ایک ایسی چنگاری بن کر رہ گئی ہے جس کی روشنی تارے سے بھی کم ہے۔

۴۔ تو غائب کا چاہنے والا نہیں بلکہ حاضر کا دیوانہ بن کیونکہ اب دنیا کی تو مطلب پرستی دکھائی دینے والا خدا ہی چھایا ہوا ہے۔

۵۔ اس باغ میں تیری کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ تیرا چال گھسا پٹا ہے اور تیر اڑنے والا زمانہ بڑا ہوشیار ہے۔

۶۔ اس زمانے میں نئی تعلیم ہی قوم کی بیماریوں کا علاج ہے اور گندے خون کے لئے یہی تعلیم نشتر کا کام دیتی ہے۔

۷۔ رہنما کے اشارے سے مجھے تعلیم حاصل کرنے کا خبط ہوا۔ بیابان میں گھومنے والے کو حضر کا حکم ماننا ہی پڑتا ہے۔

۸۔ لیکن باریک باتوں کو تاڑ جانے والی نظر میری بدقسمتی تو دیکھئے کہ میں پاؤں سے کانٹا نکالنے لگا تو کاوا میری نظر سے اوجھل ہو گیا۔

۹۔ ایک لمحے کے لئے میں نے غفلت کی اور ایک طویل مدت کیلئے راستے سے بھٹک گیا۔

پھولوں کی شہزادی

۱۔ کلی سے کہہ رہی تھی ایک دن شبنم محبت میں
رہی میں ایک مدت غنچہ ہائے باغ رضواں میں

۲۔ تمہارے گلستاں کی کیفیت سر بسر ساری ہے ایسی
نگہ فردوس در دامن ہے میری چشم حیراں میں

۳۔ سنا ہے کوئی شہر طوی ہے وہ کم اس گلستاں سے
کہ جس کے نقش پا سے پھول ہوں پیدا بیاباں میں

۴۔ کبھی ساتھ اپنے اس کے آستاں تک مجھ کو لے چل
چھپا کر اپنے دامن میں برنگ موج قلزم لے چل

۵۔ کلی بولی سر بہ آرا ہماری ہے وہ شہزادی
درخشاں جس کی ٹھوکر سے ہو ناہید بھی نگیں ہو کر

۶۔ مگر فطرت تری آفتادہ اندیشہ کی شاکی ہے
نہیں ممکن کہ تو پہنچے ہماری ہم نشیں ہو کر

۷۔ پہنچ سکتی ہے تو تنہا ہماری شاہزادی تک
کسی دکھ درد کے مارے کا اشک آتشیں ہو کر

۸۔ نظر اس کی پیام عید ہے اہل محرم کو
بنا دیتی ہے جو ہر غمزدوں کے اشک کو شبنم

۱۔ ایک دن باغ میں شبنم کلی سے کہہ رہی تھی کہ میں نے بڑی لمبی مدت تک جنت کے غنچوں میں زندگی گزاری۔

۲۔ مگر تمہارے باغ کا ماحول تو ایسا مست کر دینے والا ہے کہ اس کی وجہ سے میری آنکھ اپنے دامن میں گویا بہشت لئے ہوئے ہے۔

۳۔ میں نے سنا ہے کہ اس باغ کی حاکم ایک ایسی شہزادی ہے کہ جس کے قدموں کے نشانات ہی سے بیابان میں پھول پیدا ہو جاتے ہیں۔

۴۔ اے کلی کسی دن خوشبو کی طرح اپنے دامن چھپا کر اپنے ساتھ مجھے اس شہزادی تک لے چل۔

۵۔ کلی نے جواب دیا کہ ہماری حکمراں تو وہ شہزادی ہے جو اگر پتھر کو بھی ٹھوکر مارے تو وہ نگینہ بنکر چمکنے لگتا ہے۔

۶۔ تیری فطرت گری ہوئی ہے اور ہماری بیگم کی شان بہت اونچی ہے اس لیے ہماری رفیق بنکر تو ہماری شہزادی تک نہیں پہنچ سکتی۔

۷۔ ہاں البتہ کسی دکھی انسان کی آنکھوں کا آنسو بن کر تو شہزادی تک پہنچ سکتی ہے۔

۸۔ شہزادی کی نظر غمگین لوگوں کے لیے عید کا پیغام ہے اور وہ غم کے مارے ہوئے انسانوں کی آنکھوں سے لگاتار بہتے ہوئے آنسوؤں کو موتی بنا دیتی ہے۔

تضمین بر شعرِ صائب

۱۔ کہاں اقبال تو نے آبنا یا آشیاں اپنا
نوا اس باغ میں بلبل کو ہے سایانِ سوائی

۲۔ شرارے وادیٔ آئین کے تو بوند پانی کی
نہیں ممکن کہ پھوٹے اس زمیں سے تخم سنائی

۳۔ کلی زورِ نفس سے بھی جہاں کھل ہو نہیں سکتی
جہاں ہر شے ہو محرومِ تقاضائے خود افزائی

۴۔ قیامت ہے کہ فطرت ہو گئی ہے دل گنوائے
نہ ہے بیدار دل پیری نہ ہمت خواہ برنائی

۵۔ دلِ آگاہ جب گویا بیدہ ہوتا ہے مینو کا
نوا کے تئیں زہراب ہوتی ہے شکر خائی

۶۔ نہیں ضبطِ فغاں ممکن تو از بہر اس نگینے کو
کرا اسما محفل ہو نہ شرکت کی نمی صحرا نشینائی

۷۔ ہماں بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد
وگرنہ نشکنائے شہر تاب حسنِ صحرائی

۱۔ اے اقبال تو نے بھی کسی باغ میں آکر اپنا گھونسلہ بنالیا ہے کہ جہاں اسکی آواز بھی بلبل کے لئے بدنامی کا سامان ہے۔

۲۔ تو اس زمین میں وادیٔ ایمن کے شرارے تو بو رہا ہے لیکن یہاں سے تو بوسینا کے بیج کا پھوٹنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ جہاں ہر چیز بڑھنے اور پھولنے پھلنے کے زبردست شوق سے غرض وہاں نفس کے زور سے بھی کلی پھول نہیں بن سکتی۔

۴۔ قیامت ہے کہ تمام باغ والوں کی فطرت سو چکی ہے نہ بوڑھوں ہی کے دل جاگ رہے ہیں اور نہ جوانوں ہی میں ہمت اور حوصلہ ہے۔

۵۔ جب باجگر دل سینوں میں سو جاتے ہیں تو نغمے گانے والے کے لئے شیریں نوائی زہر بن جاتی ہے۔

۶۔ اگر تو اپنے نغمے کو ضبط نہیں کر سکتا اور اسے ضرور گانا ہی چاہتا ہے تو اس باغ سے اڑ جا کیونکہ اس باغ کی محفل سے تو کسی بیابان کی تنہائی ہی اچھی ہے۔

۷۔ جب شہر کی تنگ جگہ صحرائی حسن کی تاب نہ لا سکے تو یہی بہتر ہے کہ لیلیٰ کسی بیابان کو اپنے جلوؤں سے روشن کرے۔

فردوس میں ایک مکالمہ

۱۔ مالٹ نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک روز
حالی سے مخاطب ہوئے یوں سعدیٔ شیراز

۲۔ اے آنکہ ز نورِ گہرِ نظمِ فلک تاب
دامن بہ چراغِ مہ و اختر زدۂ باز

۳۔ کچھ کیفیتِ مسلمِ ہندی تو بیاں کر
ماماندۂ منزل ہے کہ مصروفِ تگ و تاز

۴۔ مذہب کی حرارت بھی ہے کچھ تیری رگوں میں
کہتی ہے خاکِ سوز بھی گرمی کی آواز

۵۔ باتوں سے ہوا شیخ کی حالی متاثر
رو رو کے لگا نے لگے صاحب کو انجاز

۶۔ جب پیرِ فلک نے ورقِ ایام کا الٹا
آئی یہ صدا پاؤں کے نیچے سے اعزاز

۸۔ آیا ہے مگر اس کی عقیدوں میں تزلزل
۹۔ دیں ہو تو مقاصد میں بھی پیدا ہو بلندی
۱۰۔ مذہب سے ہم آہنگی افراد ہے باقی
۱۱۔ بنیاد دلر دھائے جو دیوارِ چمن کی!
۱۲۔ پائی نہ ملازم ملت سے جو اسکو
۱۳۔ یہ ذکر حضور شہ یثرب میں نہ کرنا

دنیا تو ملی طائر دیں کر گیا پرواز
فطرت ہے جوانوں کی زمیں گیر زمیں تاز
دیں زخمہ ہے جمعیت ملت ہے اگر ساز
ظاہر ہے کہ انجام گلستاں کا ہے آغاز
پیدا ہیں نمی پود میں الحاد کے انداز
سمجھیں گے نہیں ہند کے مسلم مجھے غماز

خرما نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم
دیبا نتواں یافت ازاں پشم کہ رشتیم

۱۔ فرشتہ نے مجھے بتایا کہ ایک دن جنت میں سعدی شیرازی نے مولانا حالی سے کہا۔

۲۔ تو نے اپنی بلند پایہ شاعری کے موتیوں کی، روشنی سے چاند اور ستاروں کو بھی روشن کر دیا ہے۔

۳۔ ذرا ہندوستانی مسلمان کا حال تو بتا وہ راستہ چلتے چلتے تھک ہار کر بیٹھ گیا ہے یا ابھی تک دوڑ دھوپ کر رہا ہے۔

۴۔ جس کی آواز کا گرمی سے کبھی آسمان تک جل جایا کرتا تھا کیا اب بھی اس کی رگوں میں مذہب کی گرمی موجود ہے۔

۵۔ سعدی کی باتوں سے حالی بہت متاثر ہوا اور رو رو کر کہنے لگا کہ اے سوز و درد کے معجزے دکھانے والے۔

۶۔ جب بوڑھے آسمان نے زمانے کی کتاب کا ورق الٹ دیا تو یہ آواز آئی کہ عزت اور رتبہ تعلیم حاصل کرنے سے ہی مل سکتا ہے۔

۷۔ لیکن تعلیم حاصل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی عقیدوں میں کمزوری پیدا ہو گئی دنیا تو ملی مگر دین کا پرندہ اڑ گیا۔

۸۔ اگر دین ہو تو ارادوں میں بھی بلندی پیدا ہو لیکن تعلیم حاصل

کر کے تو نوجوانوں کی فطرت پست ہو گئی اور وہ زمین کا گز بنکر رہ گئے۔

۹۔ مذاہب کیوجہ ہی سے قوموں میں اتحاد پیدا ہو سکتا قوم اگر ساز ہے تو دین اسی کی مضراب ہے۔

۱۰۔ اگر باغ کی دیوار کی بنیاد ہل جائے تو ظاہر ہے کہ یہ باغ کی بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

۱۱۔ مسلمانوں کی تنزل کو چونکہ دین کے زمزم سے پانی نہیں ملا اس لیے اس میں اتحاد کے رنگ ڈھنگ پیدا ہو گئے ہیں۔

۱۲۔ رسول اللہ سے یہ سب باتیں نہ کہنا ورنہ ہندوستانی مسلمان کے چغل خور خیال کریں گے۔

۱۳۔ ہم نے جو تانے بانے بنے تھے ان سے کھدر پیدا حاصل نہیں کر سکے اور جو اون ہم نے بٹی تھا اس میں ریشمی کپڑا نہیں بُن سکے۔

مذہب

(تضمین بر شعر سیر ذابیدل)

۱۔ تعلیم یہ فلسفۂ مغربی ہے یہ : نادان ہیں جن کو ہستی غائر کی ہے تلاش
۲۔ پیکر اگر نظر سے نہ ہو آشنا تو کیا : ہے بتکدے میں بھی مثالِ برہمن صنم تراش
۳۔ محسوس پر بنا ہے علوم جدید کی ! اس دور میں شیشہ عقائد کا پاش پاش
۴۔ مذہب ہے جس کا نام وہ ہے اک حزنِ فام ہے جس سے آدمی کے تخیل کو زہر فاش
۵۔ کہتا مگر ہے فلسفہ زندگی کچھ اور مجھ پر کیا یہ مرشدِ کامل نے راز فاش
۶۔ باہر کمال اندکے آشفتگی خوش ست ہر چند عقلِ کل شدہ بے جنونہ باش

۱۔ یورپ کے فلسفے کا عالم یہ تعلیم دیتا ہے کہ جو نظر نہ آنے والی ہستی کی تلاش کر رہے ہیں وہ بے ہیں۔

۲۔ جو آنکھوں سے نظر نہ آئے وہ بھی کیا ہستی ہوئی۔ خدا پرست شیخ

بھی اہل میں برہمن کی طرح جنون ہی کو پوج رہا ہے۔

۳۔ نئے علوم کی بنیاد محسوس ہونے والی مادی چیزوں پر ہے اس دور کے مذہبی عقیدوں کا شیشہ تو چور چور کر رکھا ہے۔

۴۔ آجکل تو مذہب محض پاگل پن کا نام ہے جس سے صرف دل خوش کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔

۵۔ لیکن زندگی کو فلسفہ کچھ اور کہتا ہے جس کا راز مجھ پر مرشد کامل نے فاش کیا ہے

۶۔ ہر کمال کے ساتھ تھوڑی سی از خود رفتگی بھی ضروری ہے گرچہ تجھے عقلِ کل کا منصب بھی حاصل ہے پھر بھی اس کے ساتھ جنون کا ہونا لازمی ہے۔

جنگ یرموک کا ایک واقعہ

۱ صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند — تھی منتظر دلہن کی عروس زمین شام

۲ اک نوجوان صورتِ سیماب مضطرب — آکر ہوا امیر عساکر سے ہم کلام

۳ لے بوعبیدہؓ رخصتِ پیکار دے مجھے — بیزار ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام

۴ بیتاب ہو رہا ہوں فراقِ رسولؐ میں — اک دم زندگی میں محبت بھی ہے حرام

۵ جاتا ہوں میں حضورِ رسالت مآبؐ میں — لے جائے گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

۶ یہ ذوق و شوق دیکھ کے پرنم ہوئی وہ آنکھ — جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام

۷ بولا امیرِ فوج کہ وہ نوجواں ہے تو — پیروں میں تیرے عشق کا آیا ہے اژدہام

۸ پوری کرے خدائے محمدؐ تری مراد — کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام

۹ پہنچے جو بارگاہِ رسولؐ امیں میں تو — کرنا یہ عرض میری طرف سے پسِ سلام

۱۰ ہم پر کرم کیا ہے خدائے غفور نے!
پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضورؐ نے

۱۔ عیسائی کے جوان مسلح ہو کر قطار در قطار جنگ کے لئے تیار تھے اور شام کی سرزمین کی وادیں مہندی یعنی انسانی خون کا انتظار کر رہی تھی۔

۲۔ پارے کی طرح بے چین ایک نوجوان سپہ سالار کے پاس آکر کہنے لگا۔

۳۔ کہ ابو عبیدہ مجھے جنگ کی اجازت دیجئے کیونکہ میرے صبر کا پیالہ لبالب بھر چکا ہے۔

۴۔ میں رسول اللہ کی جدائی میں بے قرار ہوں اور محبت میں دم بھر کے لئے بھی محبوب سے الگ رہنا حرام ہے۔

۵۔ میں رسول کے حضور میں جا رہا ہوں اگر آپ انھیں کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو فرمائیے میں بخوشی ان تک پہنچا دوں گا۔

۶۔ نوجوان کے اس ذوق کو دیکھ کر ابو عبیدہ کی اس آنکھ میں آنسو آگئے جس کی نظر تلوار کی طرح تیز تھی۔

۷۔ ابو عبیدہ نے اس نوجوان سے کہا کہ تو وہ نوجوان ہے کہ جس کے عشق رسول کی عزت بڑے بوڑھوں کو بھی کرنی چاہیے۔

۸۔ حضرت خضر کا خدا تیری مراد پوری کرے۔ تیرے عشق صادق کا مقام کتنا اونچا ہے۔

۹۔ جب تو رسول امین صلعم کے دربار میں پہنچے تو میری طرف سے سلام عرض کرنے کے بعد یہ کہنا کہ

۱۰۔ غیرت مند خدا نے ہم پر احسان فرمایا ہے اور حضور نے فتح کے سلسلے میں جتنے وعدے کئے تھے سب پورے ہو رہے ہیں۔

مذہب

۱۔ اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی

۲۔ ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

۳۔ اس زمانے میں اگر اسلام سے ہو تجھ کو عار — ہو جمعیت ہی رفعت تو ملت بھی گئی

۱۔ اے مسلمان اپنی قوم کا مقابلہ یورپ کی قوموں سے نہ کر کیونکہ رسول کریم کی اُمت اپنی وضع اور ترکیب میں سب سے جدا ہے۔

۲۔ یورپ والوں کی جمعیت کا دارومدار ملک اور خاندان پر ہے لیکن تیری جمعیت کی مضبوطی مذہب کی طاقت سے ہے۔

۳۔ اگر تو نے مذہب کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا تو جمعیت نہیں رہے گی اور جب جمعیت نہیں رہے گی تو قوم بھی ختم ہو جائے گی۔

پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

۱۔ ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے

۲۔ ہے لازوالِ عہدِ خزاں اسکے واسطے
کچھ واسطہ نہیں ہے اسے برگ و بار سے

۳۔ ہے تیرے گلستاں میں بھی فصلِ خزاں کا دور
خالی ہے جیب گل زرِ کامل عیار سے

۴۔ جو نغمہ زن تھے خلوتِ اوراق میں طیور
رخصت ہوئے ترے شجرِ سایہ دار سے

۵۔ بشاخِ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو
نا آشنا ہے قاعدۂ روزگار سے

۶۔ ملت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ!
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

۱۔ جو ٹہنی خزاں کے موسم میں درخت سے ٹوٹ جاتی ہے وہ بہار کی رُت میں بھی ہری بھری نہیں ہو سکتی۔

۲۔ اس پر ہمیشہ خزاں چھائی رہتی ہے اور اسے پتوں اور پھلوں سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

۳۔ اے مسلمان تیرے باغ میں خزاں کا دور دورہ ہے اور اس باغ میں بھی بلبل کی جیب کھرے سونے سے خالی ہے۔

۴۔ وہ چڑیاں جو پتوں کی تنہائی میں گایا کرتے تھے وہ تیرے سایہ دار درخت کو چھوڑ کر چلے گئے۔

۵۔ کٹی ہوئی ٹہنی ہی سے عبرت کا سبق حاصل کر کیونکہ تو زمانے کے قاعدے سے ناواقف نہیں ہے۔

۶۔ قوم کا ساتھ اپنا تعلق مضبوط رکھ۔ درخت سے چھٹا رہ اور بہار کی امید رکھو۔

شبِ معراج

۱۔ اخترِ شام کی آتی ہے فلک سے آواز — سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات
۲۔ رہِ یک گام ہے ہمت کیلئے عرشِ بریں — کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

۱۔ آسمان سے شام کے ستارے کی آواز آرہی ہے کہ آج وہ رات ہے جسے صبح بھی سجدہ کرتی ہے۔

۲۔ معراج کی رات مسلمانوں کو یہی سبق دے رہی ہے کہ اگر ہمت ہو تو عرشِ بریں صرف ایک قدم کا راستہ ہے۔

پھول

۱۔ تجھے کیوں فکر ہے اے گل! دلِ صد چاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کرلے

۲۔ بنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں!!
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کو تو کرلے

۳۔ صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے، پا بگل بھی ہے
انھیں پابندیوں میں حاصلِ آزادی کو تو کرلے

۴۔ تنک بخشی کا استغنا سے پیغامِ خجالت ہے
نہ رہ منت کشِ شبنم، نگوں جام و سبو کرلے

۵۔ نہیں یہ شانِ خودداری، چمن سے توڑ کر تجھ کو!
کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیبِ گلو کرلے

۶۔ چمن میں غنچۂ گل سے یہ کہہ کر اڑ گئی شبنم!
مذاقِ جورِ گل چیں ہو، تو پیدا رنگ و بو کرلے

۷۔ اگر منظور ہو تجھ کو خزاں نا آشنا رہنا !
جہانِ رنگ و بو سے پہلے قطعِ آرزو کرلے
۸۔ اسی میں دیکھ ! مضمر ہے کمالِ زندگی تیرا
جو تجھ کو زینتِ دامن کوئی آئینہ رُو کرلے

۱۔ اے پھول تجھے بلبل کے چاک دل کی فکر کیوں ہے پہلے تو اپنے لباس کے چاک تو رفو کرلے۔
۲۔ اگر دنیا میں عزت سے رہنے کی خواہش ہے تو کانٹوں میں گھر کر زندگی بسر کرنے کی عادت ڈال لے۔
۳۔ باغ میں صنوبر کا درخت اپنی بلندی کے لحاظ سے اگرچہ آزاد معلوم ہوتا ہے لیکن ایک جگہ رہنے کی وجہ سے اس کے پاؤں مٹی میں دھنسے ہوئے ہیں گویا وہ آزادی کی ہے اور قید بھی تو بھی اے نوع انسان اپنی پابندیوں کے باوجود آزادی کو حاصل کرلے۔
۴۔ چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بے نیازی سے اس طرح ٹھکرا دے کہ بخشش کرنے والا بھی شرمندہ ہو جائے۔ شبنم کا احسان نہ اٹھا اور اپنے پیالے کو آپ ہی کرلے۔
۵۔ یہ تیری خودداری کی شان نہیں کہ تجھے باغ سے توڑ کر کوئی اپنی پگڑی میں سجالے اور کوئی ہار میں گوندھ کر گلے میں پہن لے۔
۶۔ باغ میں شبنم کلی سے یہ کہہ کر اڑ گئی کہ اگر تجھے پھول توڑنے والے کے ظلم کا مزہ چکھنا ہے تو اپنے اندر رنگ اور خوشبو پیدا کرے۔
۷۔ اگر تو چاہتی ہے کہ تو خزاں سے ہمیشہ ناواقف ہی رہے تو سب سے پہلے رنگ اور خوشبو سے اپنا رشتہ توڑ لے۔
۸۔ اے پھول دیکھ تیری زندگی کا کمال اسی میں چھپا ہوا ہے کہ کوئی آئینہ رو تجھے اپنی زندگی کی زینت بنالے۔

میں اور تو

۱۔ نہ تسلیفہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاک جادوئے سامری، تو قتیل شیوۂ آذری

۲۔ میں نوائے سوختہ در گلو، تو پریدہ رنگ میدہ بو
میں حکایتِ غم آرزو، تو حدیثِ ماتمِ دلبری

۳۔ مرا عیش غم، مرا شہد سم، مری بود ہم نفسِ عدم
ترا دل حرم، گرو و عجم، ترا دیں خریدۂ کافری

۴۔ دمِ زندگی، رمِ زندگی، غمِ زندگی، سمِ زندگی
غمِ رم نہ کر، سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

۵۔ تری خاک میں ہے اگر شرر، تو خیالِ فقر و فنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوتِ حیدری

۶۔ کوئی ایسی طرزِ طواف تو مجھے اے چراغِ حرم بتا
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشتِ گلہ گری

۷۔ گلۂ جفائے وفانما۔ کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی "ہری ہری"

۸۔ نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی، نہ حریفِ پنجۂ فگن نئے
وہی فطرتِ اسد اللہی، وہی مرحبی وہی عنتری

۹۔ کرمِ اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنیفیوں کا یسار بھی

۱۔ تجھ میں حضرت موسیٰ کی سی شان ہے اور مجھ میں حضرت ابراہیم کی سی کوئی خوبی ہے۔ میں سامری کے جادو پر فریفتہ ہوں اور تو آذر کے شیوہ کا پرستار ہے۔

۲۔ میرے دل کا نغمہ گلے ہی میں جل کر رہ گیا اور تیرا رنگ بھی اڑ چکا ہے۔

اور خوشبو بھی ختم ہو چکی ہے۔

۳۔ میری خوشی غم بن چکی ہے میرا شہد زہر میں تبدیل ہو چکا ہے اور میری زندگی زندگی عدم کی ہمدم ہو گئی ہے۔ تیرے دن کا کعبہ عجم کے پاس رہن ہے۔ تیرا دین کافروں سے خریدا ہوا ہے۔

۴۔ زندگی کا دم زندگی کو ختم کر رہا ہے۔ زندگی کا غم کھانا زندگی کے لئے زہر ہے تو زندگی جانے کا غم نہ کر اور غم کا زہر نہ کھا۔ قلندری کی یہی شان ہے۔

۵۔ اگر تیری مٹی میں کوئی چنگاری موجود ہے تو غریبی اور امیری کا خیال نہ کر کیونکہ دنیا میں حضرت علی مرتضیٰ کی طاقت کا دار و مدار صرف جوکی روٹی پر ہے۔

۶۔ اے کعبے کے چراغ اپنے گرد گھومنے کا مجھے کوئی ایسا طریقہ بتا کہ تیرا پتنگا پھر سمندر کی فطرت اختیار کرلے اور اسے کوئی آگ نہ جلا سکے۔

۷۔ کعبے والوں نے کعبے سے وفاداری کے رنگ میں جو ظلم کیا ہے اس کی شکایت اگر کسی بت خانے میں جا کر کروں تو بت بھی ہری ہری کہنے لگیں یعنی پناہ مانگنے لگیں۔

۸۔ نہ دنیا کا جنگی میدان نیا ہے نہ اس میں لڑنے والے نئے ہیں ایک طرف تو حضرت علی شیر خدا کے پیرو کار ہیں اور دوسری طرف مرحب وغیرہ کے مرید۔

۹۔ اے عرب اور عجم کے شہنشاہ مہربانی کر وہ بھکاری تیری مہربانی کے منتظر کھڑے ہیں جنہیں تو نے سکندر سا شاہانہ مزاج بخشا ہے۔

اسیری

۱۔ ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند — قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند

۲۔ مشک اذفر چیز کیا ہے آگ لہو کی بوند ہے — مشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند

۲۔ ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند

۴۔ "شہپر زاغ و زغن در بند قید و صید نیست
ایں سعادت قسمت شہباز و شاہیں کردہ اند"

۱۔ اگر قید ہونے والے کی فطرت بلند ہو تو قید اس کی عزت کو بڑھانے کا سبب بن جاتی ہے بارش کا قطرہ سیپی کی قید میں رہ کر ہی آبرو حاصل کرتا ہے

۲۔ خالص مشک وہ ہے تو خون کا ایک قطرہ ہے لیکن ہرن کی ناف میں بند ہو کر ہی خالص مشک بنتا ہے۔

۳۔ قدرت ہر کسی کی اس طرح نشو و نما نہیں کرتی۔ بہت تھوڑے ایسے پرندے ہیں جنھیں جال اور پنجرے سے واسطہ پڑتا ہے۔

۴۔ کوّے اور چیل کے پروں کو تو کوئی نہیں باندھتا اور نہ انھیں شکار کرتا ہے یہ سعادت حضرت شہباز اور شاہیں ہی کو نصیب ہے۔

دریوزۂ خلافت

۱۔ اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے — تو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی
۲۔ نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا؟ — خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
۳۔ خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے — مسلماں کو ہے ننگ و بادشاہی

۴۔ مرا از شکستن چناں عار ناید!
کہ از دیگراں خواستن مومیائی

۱۔ اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے تو جائے دے لیکن خدا کے حکموں سے بے وفائی نہ کر۔

۲۔ تو جو خلافت کے لیے بھیک مانگنے لگا ہے کیا تجھے اپنے سے واقفیت نہیں ہے۔

۳۔ جسے وہ اپنے خون سے نہ خریدیں وہ بادشاہی مسلمانوں کے لیے ننگ ہے۔

۴۔ مجھے اپنے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جانا اتنا باعث ننگ نہیں جتنا

دوسروں کے آگے مومیائی کے لئے ہاتھ پھیلانا۔

خضرِ راہ

شاعر

۱۔ ساحلِ دریا پہ میں اک رات تھا محوِ نظر
گوشۂ دلکش میں چھپائے اک جہانِ اضطراب

۲۔ شب سکوت افزا ہوا آسودہ دریا نرم سیر
تھی نظر حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب

۳۔ جیسے گہوارے میں سو جاتا ہے طفلِ شیر خوار
موجِ مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مست خواب

۴۔ رات کے افسوں سے طائر آشیانوں میں اسیر
انجم کم ضو گرفتارِ طلسمِ ماہتاب

۵۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیکِ جہاں پیما خضر
جس کی پیری میں ہے مانندِ سحر رنگِ شباب

۶۔ کہہ رہا ہے مجھ سے اے جویائے اسرارِ ازل
چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب

۷۔ دل میں یہ سن کر بپا ہنگامۂ محشر ہوا
میں شہیدِ جستجو تھا یوں سخن گستر ہوا

۸۔ اے تری چشمِ جہاں بیں پر وہ طوفاں آشکار
جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش

۹۔ کشتیٔ مسکیں و جانِ پاک و دیوارِ یتیم
علمِ موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

۱۰۔ چھوڑ کر آبادیاں رہتا ہے تو صحرا نورد

زندگی تیری ہے بے روز و شب و فردا و دوش

۱۰۔ زندگی کا راز کیا ہے؟ سلطنت کیا چیز ہے
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش

۱۱۔ ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک
نوجوان اقوامِ نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش

۱۲۔ گرچہ اسکندر رہا محرومِ آبِ زندگی
فطرتِ اسکندری اب تک ہے گرم ناؤ نوش

۱۳۔ بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفےٰ
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

۱۵۔ آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے!
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

جوابِ خضر

صحرانوردی

۱۶۔ کیوں تعجب ہے مری صحرانوردی پر تجھے
یہ تگاپوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل

۱۷۔ اے رہینِ خانہ تو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل

۱۸۔ ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
وہ خضر بے برگ و ساماں وہ سفر بے سنگ و میل

۱۹۔ وہ نمود اختر سیماب پا ہنگامِ صبح
یا نمایاں بامِ گردوں سے جبینِ جبرئیلؑ

۲۰ - وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیلؑ

۲۱ - اللہ وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کارواں!
اہلِ ایماں جس طرح جنت میں گردِ سلسبیل

۲۲ - تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش
اور آبادی میں تو زنجیریٔ کشت و نخیل

۲۳ - پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی
ہے یہی اے بے خبر راز دوامِ زندگی

۱۔ ایک رات میں اپنے دل کے کونے میں پریشانیوں کی ایک دنیا چھپائے ہوئے کنارے پر دریا کا نظارہ کر رہا تھا۔

۲۔ رات خاموش تھی۔ ہوا ساکن تھی دریا دھیمے دھیمے بہ رہا تھا اور اسے دیکھ کر حیرانی ہوتی تھی کہ دریا ہے یا پانی کی تصویر۔

۳۔ دریا کی گہرائیوں میں بے چین لہریں اس طرح سوئی ہوئی تھیں جیسے دودھ پینے والا بچہ پنگوڑے میں سو جاتا ہے۔

۴۔ رات کے جادو سے پرندے اپنے گھونسلوں میں قید تھے اور ستاروں کی روشنی چاندنی کے طلسم میں پھنس کر ماند پڑ چکی تھی۔

۵۔ ایسے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دنیا کی پہنائیوں میں گھومنے والے حضرت خضر ظاہر ہوئے جن کے بوڑھاپے میں بھی جوانی کا رنگ نمایاں تھا

۶۔ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اے ازلی بھید دنیا کی تلاش کرنے والے! اگر دل کی آنکھ کھلی ہو تو دنیا کی تقدیر سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔

۷۔ یہ سنکر میرے دل میں قیامت کا سا ہنگامہ برپا ہو گیا میں جو کہ بھید کی تلاش میں تھا حضرت سے یوں گویا ہوا۔

۸۔ آپ کی دنیا کی حقیقت سے واقف نگاہیں تو ان طوفانوں کے بارے میں بھی سب کچھ جانتی ہیں جن کے ہنگامے ابھی دریا کی تہ میں چھپے ہوئے ہیں۔

۹۔ مسکینوں کی کشتی میں دراڑ ڈالنے، بظاہر ایک بچے کو قتل کرنے اور دو یتیم بچوں کی دیوار مزدوری لئے بغیر بنا دینے کے واقعات ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کا علم بھی آپ کے سامنے حیرانی کا پیکر بن گیا تھا۔

۱۰۔ آپ آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں اور بیابانوں میں گھومتے رہتے ہیں آپ کی زندگی میں نہ آج ہے نہ کل۔ اس میں نہ آنے والی ہے نہ گذری ہوئی کل۔

۱۱۔ یہ تو بتایئے کہ انسان کی زندگی کا بھید کیا ہے اور بادشاہی کیا چیز ہے اور سرمایہ اور محنت میں جو جھگڑا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔

۱۲۔ ایشیا کی عظمت کا پرانا لباس جا بجا تار تار ہو رہا ہے نئی نئی قومیں طاقت حاصل کر کے ساری دنیا پر چھا رہی ہیں، اور ان کے نوجوان نئے نئے اور اچھے اچھے لباس میں سجے ہوئے ہیں۔

۱۳۔ اگرچہ آپ کی پیروی کے باوجود سکندر آبِ حیات سے محروم رہا لیکن سکندری کی فطرت یعنی بادشاہی اب تک جی بھر کر پی پلا رہی ہے۔

۱۴۔ شریف حسین جسے حضرت ہاشم کی اولاد ہونے کا دعویٰ ہے حضرت محمد کے پاکیزہ دین کی عزت بیچ رہا ہے حالانکہ اس عزت کی حفاظت ان کا فرض تھی لیکن ترک ہاشمی نہ ہونے کے بھی طرح طرح کی مصیبتیں جھیل کر بھی اس کی حفاظت کر رہے ہیں اور خاک و خون میں مل رہے ہیں۔

۱۵۔ آگ بھڑک رہی ہے۔ ابراہیم کی اولاد سامنے کھڑی ہے۔ غرور ظلم پر تلا بیٹھا ہے۔ اے خضر کیا کسی کے ایمان کی طاقت کچھ بھی نہ ہوگی؟

۱۶۔ میرے جنگلوں میں گھومنے پر تجھے حیرانی کیوں ہے کیا تو نہیں جانتا کہ لگاتار دوڑ دھوپ ہی تو زندہ رہنے کی نشانی ہے۔

۱۷۔ گھر کے کونے میں بیٹھے رہنے والے تو نے وہ نظارہ دیکھا ہی نہیں

جب قافلہ چلنے والا ہوتا ہے اور اس کی آواز سے بیابان کی فضا گونج اٹھتی ہے۔

۱۸۔ کیا دلکش سماں ہوتا ہے جب ان بے پروا ہی سے ٹیلوں پر چوکڑیاں بھرتے ہیں۔ کسی ساز و سامان کے بغیر جہاں وقت پاتے ہیں ٹھہر جاتے ہیں اور جب وہ سفر پر چلتے ہیں تو ان کے راستے میں کوئی نشان ہوتا ہے اور نہ انھیں اپنی مسافت کا اندازہ ہوتا ہے کہ کتنے میل چلے اور کتنے میل اور چلنا ہے۔

۱۹۔ وہ صبح کو تیزی سے چلنے والے ستارے کا ظاہر ہونا جیسے آسمان کی چھت سے حضرت جبرئیل کی پیشانی نمودار ہو۔

۲۰۔ اور پھر وہ بیابان کی شام کا خاموش نظارہ جسے دیکھ کر حضرت ابراہیم کی دنیا بھر کی حقیقتوں کو جانچنے والی آنکھ میں روشنی پیدا ہوئی تھی۔

۲۱۔ اور پھر پانی کے چشمے پر قافلے کے ٹھہرنے کا سماں جیسے جنت میں ایامِ خلد لوگ سلسبیل کی نہر کے کنارے جمع ہو گئے ہوں۔

۲۲۔ محبت کا جنون ہر وقت نئے ویرانے کی تلاش میں رہتا ہے لیکن تو تو آبادیوں میں بیٹھا ہوا کھیتوں اور باغوں کا قیدی بن کر رہ گیا ہے۔

۲۳۔ زندگی کا پیارا نظارہ گردش میں رہ کر ہی پختہ ہوتا ہے۔ اے نادان زندگی کا ہمیشہ باقی رہنے کا یقین بھید ہے

زندگی

۱ برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

۲ تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

۳ اپنا دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

سیرِ آدم ہے ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی
۴۔ بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی
۵۔ آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
۶۔ قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی
۷۔ خام ہے جب تک ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو
۸۔ ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے
۹۔ پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے
۱۰۔ زندگی کی قوتِ پنہاں کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فروغِ جاوداں پیدا کرے
۱۱۔ غائبِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعلِ گراں پیدا کرے
۱۲۔ سوئے گردوں نالۂ شبگیر کا بھیجے سفیر
رات کے تاروں میں اپنا رازداں پیدا کرے
۱۳۔ یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

۱۔ زندگی نفع اور نقصان کے اندیشے سے بے نیاز ہے۔ زندگی کبھی جان کی حفاظت کرنے اور کبھی جان قربان کرنے میں ہے

۲۔ تو زندگی کو آج اور کل کے پیمانوں سے نہ ناپ۔ زندگی ہمیشہ قائم رہنے والی لگاتار دوڑنے والی اور ہر وقت جوان رہنے والی ہے۔

۳۔ اگر تو اپنے آپ کو واقعی زندہ سمجھتا ہے تو اپنی دنیا آپ پیدا کر۔ زندگی حضرت آدم کا بھید اور کائنات کا ضمیر ہے۔

۴۔ زندگی غسلخانے میں کھلنے والے بہت تھوڑے پانی والی ایک ندی بنکر رہ جاتی ہے لیکن آزادی میں یہ ایک ایسا سمندر بنجاتی ہے جس کے کناروں کا کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔

۵۔ زندگی اپنی تسخیر کی طاقت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ مٹی کے جسم میں چھپی ہوئی ہے۔

۶۔ زندگی کے سمندر سے بلبلے کی طرح ابھرا ہے۔ دنیا کے اس نقصان خانے میں زندگی تیرا امتحان ہے۔

۷۔ اگر تو خام ہے تو مٹی کا ایک ڈھیر اور اگر پختہ ہو چکا ہے تو بے پناہ تلوار ہر جگہ لیں سچائی کے لیے مرنے کی تڑپ ہو۔ اپنے خاکی جسم میں تڑپنے والی جان پیدا کرنی چاہیئے۔

۹۔ تجھے اس زمین اور آسمان کو پھونک کر راکھ کر دینا چاہیئے اور اس راکھ سے اپنی دنیا پیدا کرنی چاہیئے۔

۱۰۔ اسے زندگی کی چھپی ہوئی طاقت کو ظاہر کرنا چاہیئے جو بجلی کی چنگاری ہمیشہ قائم رہنے والی روشنی پیدا کر سکتی ہے۔

۱۱۔ یہ مشرق کا کام ہے جو سورج کی طرح چمک سکتی ہے اور یہی چمک بدخشاں میں پھر وہی انمول لعل پیدا کر سکتی ہے۔

۱۲۔ اسے اپنی رات کی فریاد کو اپنا ایلچی بنا کر آسمان کی طرف بھیجنا چاہیئے تاکہ رات کے تاروں میں اس کے رازداں پیدا ہو جائیں۔

۱۳۔ یہ قیامت کی گھڑی ہے اور تو قیامت کے میدان میں کھڑا ہے۔
اے غافل تیرے پاس اگر کوئی عمل کا سرمایہ ہے تو اسے پیش کر۔

سلطنت

۱۔ آبتاؤں تجھ کو رمز آیۂ اِنَّ الملوک
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

۲۔ خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

۳۔ جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز!
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری

۴۔ خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

۵۔ سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

۶۔ از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا مکن
تا ترا شاہی خواجہ از برہمن کافر تری

۷۔ ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

۸۔ دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی نیلم پری

۹۔ مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

۱۰۔ گرمی گفتارِ اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

۱۱۔ اس سراب رنگ بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

۱۔ آ تا کہ میں تجھے بتاؤں آیہ ان الملوک میں رمز کیا ہے یعنی جب کوئی قوم کسی دوسری قوم پر غالب آجاتی ہے تو کیا رنگ ڈھنگ اختیار کرتی ہے بس یہ جان لے کہ غلبہ حاصل کرنے والی قوموں کی حکمرانی صرف شعبدہ بازی ہے۔

۲۔ جب ذرا محکوموں کی آنکھیں کھلنے لگتی ہیں تو حکمران اپنے جادو انھیں پھر سلا دیتے ہیں۔

۳۔ اور محمود جیسے آقاؤں کے جادو کے اثر ہی سے ایاز جیسے غلاموں کی آنکھ غلامی کے طوق کو بھی اپنی سجاوٹ کا سامان سمجھنے لگتی ہے۔

۴۔ آخر کبھی نہ کبھی محکوم کا لہو بھی جوش میں آجاتا ہے اور کوئی موسیٰ حاکم کے سامری طلسم کو توڑ ڈالتا ہے

۵۔ سچی بادشاہی صرف خدا ہی کو زیب دیتی ہے اصلی حکمران تو صرف وہی ہے باقی تو آذر کے تراشے ہوئے بت ہیں۔

۶۔ اپنی آزاد فطرت کو غلامی کی قید میں پھنسا کر ذلیل نہ کر اگر تو کسی کو آقا اور حاکم تسلیم کرے گا تو گویا بت تراشے گا اور سمجھ لے کہ اس وقت تو برہمن سے بھی بڑا کافر ہوگا۔

۷۔ یورپ کی جمہوری نظام وہی پرانا ساز ہے جس کے پردوں سے شہنشاہی کے ترانے ہی نکلتے ہیں۔

۸۔ تو جسے آزادی کی نیلم پری سمجھ رہا ہے وہ دراصل ایک ظالم دیو ہے جو جمہوریت کے لباس میں ناچ رہا ہے

۹۔ اس نظام نے اگرچہ قانون ساز مجلس بنا دیں اور ایسی چیزیں جاری

کر دیں جنھیں اصطلاحات یا عبارات یا حقوق کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ سب کے
طلب کی یہ دوائیں بہت خوش ذائقہ ہیں لیکن درحقیقت کھانے والوں پر
غفلت کی نیند طاری کرنے والی گولیاں ہیں۔

۱۰۔ ان قانون ساز مجلسوں میں ایسی ایسی گرما گرم تقریریں کی جاتی ہیں کہ
مچھر کی پناہ لیکن دراصل عوام کو فریب دینے کے لئے یہ سب سرمایہ داروں کے ہتھکنڈے ہیں

۱۱۔ جسے تو باغ سمجھ رہا ہے وہ محض رنگ اور خوشبو کا ایک دھوکا ہے
افسوس اے غافل تو پنجرے کو اپنا گھونسلہ قرار دے رہا ہے۔

سرمایہ و محنت

۱۔ بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے
خضر کا پیغام کیا ہے یہ پیام کائنات

۲۔ اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دار سرگرم
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

۳۔ دستِ دولت آفریں کو مزدیاں ملتی رہیں
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوٰۃ

۴۔ سامری فن! خونِ تو نے تجھ کو کر دیا بے گل و مے
اے تو نے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات

۵۔ نسلِ قومیت کلیسا سلطنت تہذیب رنگ
"خواجگی" نے خوب چن چن کے بنائے مسکرات

۶۔ کٹ مرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لئے
مسکرات کی لذت میں تو کھو گیا تیرا شعور

۷۔ مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے ۔ دگی میں کھا گیا مزدور مات

۸۔ اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

۹۔ ہست و بود کی تو دنیا بھی نہیں کرتی قبول
صدیوں تک خوابِ غفلت میں رہیں گے ہم کہ تک

۱۰۔ نغمۂ بیداریٔ جمہور ہے سامانِ عیش
قصۂ خوابِ آور اسکندر و جم کب تلک

۱۱۔ آفتاب تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسماں! تیرے ستارے ہیں رخشاں اب تلک

۱۲۔ توڑ ڈالیں فطرت انساں نے زنجیریں تمام
روحِ جنت سے روانی چشمۂ زمزم ہے تک

۱۳۔ کر رہا ہے نالۂ خوابِ چمن کو بے تاب
اپنی فطرت بلبلِ نالاں کی آزادی ہے!

۱۔ مزدور کو میرا یہ پیغام سُنا دے کہ یہ حضر کا پیغام نہیں بلکہ کائنات کے دل کی آواز ہے۔

۲۔ اے مزدور تجھے سکار سرمایہ دار کہا گیا اور صدیوں تک تجھ پر تیری محنت کا صلہ حرام

۳۔ سرمایہ داروں کی دولت پیدا کرنے والے ہاتھ کو اس کی مزدوری اس طرح ملتی رہی جیسے دولت مند غریبوں کو زکات دیتے ہیں۔

۴۔ کوہ الوط کے جادوگر نے تجھ کو بھنگ کی پتی پلادی ہے اور اے نادان تو نے اسے مصر کی ڈلی سمجھا۔

۵۔ سرمایہ دار آقاؤں نے مزدوروں کو مدہوش رکھنے کے لیے رنسل۔ قومیت۔ گرجا۔ سلطنت۔ تہذیب اور رنگ جیسی عجیب و غریب پہیلی چیزیں بنائیں۔

۶۔ آہ اے غافل تو ان خیالی دیوتاؤں کے لیے لڑ لڑ کر اپنی جان گنوا رہا اور ان کے نشے میں مدہوش ہو کر تو نے اپنی زندگی کی پونجی لٹا دی۔

۷۔ سرمایہ دار اپنی مکر کی چالوں سے بات جیت گیا اور بیچارہ مزدور اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے مات کھا گیا۔

۸۔ لیکن اے مزدور اب دنیا کی محفل کا رنگ بدل چکا ہے اس لیے اب تو غفلت کی نیند سے جاگ اب مشرق اور مغرب میں تیرا دور شروع ہونیوالا ہے۔

۹۔ بلند ہمتی تو کسی کے دیئے ہوئے دریا کو بھی قبول نہیں کرتی اس لیے اے بے سمجھ تو کلی کی طرح اپنے دامن میں شبنم کے چند قطروں کے لیے کب تک قناعت کیے بیٹھا رہے گا۔

۱۰۔ تیرے شعور کی بیداری کے ترانے ہی حقیقی عیش کا سامان ہیں سکندر اور حبشہ جیسے بادشاہوں کے خواب آور قصے ہیں۔

۱۱۔ آسمان کے پیٹ سے نیا سورج پیدا ہو گیا۔ اے آسمان اب ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کرنے سے کیا فائدہ۔

۱۲۔ انسانی فطرت نے تمام زنجیریں توڑ ڈالی ہیں۔ آخر آدم کی آنکھ جنت

کی جدائی میں کب تک آنسو بہاتی۔

۱۳۔ پارہ گر باغبان سے بہار یہ کہتی ہے کہ پھول کے زخموں کے لئے تیرے مرہم کی ضرورت نہیں اس کا علاج میں خود کروں گی۔

۱۴۔ اے بھولے بھالے مزدور تو بھی سرمایہ داری کے اردگرد چکر لگانا چھوڑ اور اپنی فطرت کے جلووں سے فائدہ اٹھا۔

دنیائے اسلام

۱۔ کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

۲۔ لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

۳۔ ہو گئی رسوا زمانے میں کلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے ہیں آج مجبورِ نیاز

۴۔ لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستاں پیام
دہ مے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز

۵۔ حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

۶۔ ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

۷۔ گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند
می ندانی اوّل آں بنیاد را ویراں کنند

۸۔ ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں
حق ترا چشمے عطا کرد است غافل در نگر

۹۔ مور بے پر! حاجتِ پیشِ سلیماں مت ببر
ایں سبا دانے ہمی آرد بخوانِ مہ تمر

۱۰۔ ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ملکِ دولت ہے فقط حفظِ حرم اک شعر

۱۱۔ پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر

۱۲۔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
ترک خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر

۱۳۔ جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائے گا
اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہ گزر

۱۴۔ تا خلافت کی بنا دنیا میں پھر ہو استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ شناسائی خلقی ز راز جلی ہشیار باش
اے گرفتار ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

۱۷۔ عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

۱۸۔ تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج
موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

۱۹۔ عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

۲۰۔ اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہاں پیر دیکھ

۲۱۔ کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آئینے، اے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

۲۲۔ آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس
سامنے تقدیر کے سوائی تدبیر دیکھ

۲۳۔ چشم وا کن سینۂ ما آرزو آباد دار
ہر زماں پیشِ نظر لا یخلف المیعاد دار

۱۔ تو مجھے ترکوں اور عربوں کی کہانی کیا سناتا ہے۔ مجھے مسلمانوں کا سوز و ساز چھپا ہوا تو نہیں۔

۲۔ عیسائی قومیں اسلامی میراث چھین کر لے گئیں اور حجاز کی مٹی سے گرجا کی بنیاد کے لئے اینٹیں بننے لگیں۔

۳۔ سرخ ٹوپی والے دنیا بھر میں بدنام ہو گئے۔ ان کے آگے پہلے دوسرے لوگ جھکا کرتے تھے اور اب وہ خود دوسروں کے سامنے جھکنے کے لئے مجبور ہیں

۴۔ ایران یورپ کے شراب خانوں سے وہ تیز شراب لے رہا ہے جس کی گرمی صراحی کو پگھلا سکتی ہے۔

۵۔ جیسے قینچی سونے کے پترے کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے ایسے ہی یورپ کی چالاکی نے ملتِ اسلامیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔

۶۔ مسلمان کا خون پانی کی طرح سست ہو گیا تو اس لئے بے تاب ہے کہ تیرا دل اصل بھید سے واقف نہیں۔

۷۔ جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں کہ جب پرانے مقام کو نئے سرے سے آباد کرنا چاہتے ہیں کیا تو نہیں جانتا کہ سب سے پہلے اس کی بنیاد اکھاڑتے ہیں۔

۸۔ ملک چھن گیا اور ملت کی آنکھیں کھل گئیں اے نادان خدا تجھے آنکھیں بخشی ہیں غور سے دیکھ۔

۹۔ بھیک مانگ کر موسیائی حاصل کرنے سے تو کہیں اچھا ہے کہ آدمی اپنے ٹڑوں کا ٹوٹے رہنا برداشت کرلے تو اگرچہ بے پر چیونٹی ہے پھر بھی کسی سلیمان کے سامنے اپنی غرض لے کر نہ جا۔

۱۰۔ مشرقہ کی نجات ملتِ اسلامیہ کے باہمی اتحاد پر موقوف ہے لیکن یشیا والے یہ نکتہ ابھی تک نہیں جانتے۔

۱۱۔ اے مسلمان پھر سیاست کو چھوڑ کر دین کے قلعے میں داخل ہو۔ سلطنت اور دولت تو صرف کعبے کی حفاظت کا ثمر ہے۔

۱۲۔ نیل کے دریا کے کنارے سے کاشغر تک کعبے کی نگہبانی اور حفاظت کے لیے مسلمانوں کو ایک ہو جانا چاہیے۔

۱۳۔ وہ شاہی خیموں میں رہنے والا ترک ہو یا اونچے گھرانے کا عرب جو بھی رنگ اور نسل کے امتیاز میں الجھے گا تباہ ہو جائے گا۔

۱۴۔ اگر مسلمان نے نسل کو مذہب پر ترجیح دی تو راستے کے غبار کی طرح وہ دنیا سے ہوا ہو جائے گا۔

۱۵۔ اپنے بزرگوں کا سا دل اور جگر کہیں سے ڈھونڈ کر لاتا کہ اسلامی خلافت کی بنیاد دنیا میں پھر استوار ہو سکے۔

۱۶۔ اے تو چھپی ہوئی اور ظاہری باتوں میں کبھی فرق نہیں کر سکتا۔ تو تو بس ابوبکر اور علی کے متعلق جھگڑوں ہی میں گرفتار ہے۔

۱۷۔ عشق کے لیے فریاد ضروری تھی سو وہ کر چکا اب وارداتِ تمام کر اس فریاد کی تاثیر دیکھ۔

۱۸۔ تو دریا کی رفتار کی شان کا عروج تو دیکھ چکا اب ذرا یہ بھی دیکھ کہ بے چین موج کس طرح اس کے پاؤں میں زنجیر بنتی ہے۔

۱۹۔ اسلام نے عوامی آزادی کا جو خواب دیکھا تھا اے مسلمان تو آج اس خواب کی تعبیر بھی دیکھ۔

۲۰۔ سمندر جل کر خاک ہوتا ہے اور پھر خاک پھر اس کی نئی زندگی کا سامان بن جاتی ہے ایسے ہی ایسے ہی یہ بوڑھی دنیا مر کر دوبارہ زندہ ہو رہی ہے۔

۲۱۔ اپنی آنکھیں اچھی طرح کھول کر میرے کلام کے آئینے میں آنے والے دور کی دھندلی سی تصویر دیکھ۔

۲۲۔ آسمان کے پاس ایک اور آزمایا ہوا فتنہ موجود ہے وہ ضرور برپا ہوگا اور اس کی روک تھام کی ہر تدبیر ناکام ہو جائے گی۔

۲۳۔ تو مسلمان ہے اپنے سینے کو آرزو سے آباد رکھ اور ہر وقت یہ آیت نظر کے سامنے رکھ کہ خدا کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔

طلوعِ اسلام

۱۔ دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
اُفق سے آفتاب ابھرا گیا دورِ گرانِ خوابی

۲۔ عروقِ مُردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی

۳۔ مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

۴۔ عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی ذہنِ ہندی نطقِ اعرابی

۵۔ اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو اے بلبل
نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی

۶۔ ترے صوت سحر سے آسماں کی شاخِ آہو لرزاں
بھر اے شرمے کہ ہو سکتی نہیں تقدیر سیمابی

۷۔ دلِ بیدار فاروقی دہ و چشمِ پاک صدیقی
نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جگر تابی

۸۔ ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہیدِ جستجو کر دے

۹۔ سرشک چشمِ مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیلؑ اللہؐ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا

۱۰۔ کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

۱۱۔ ربودآں ترکِ شیرازی دلِ تبریزِ و کابل را
صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہمسفر پیدا

۱۲۔ اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

۱۳۔ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۱۴۔ نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

۱۵۔ ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے

۱۶۔ خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

۱۷۔ پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

۱۸۔ مکاں فانی مکیں آنی ازل تیرا ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے

۱۹۔ تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے

۲۰۔ یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے

۲۱۔ سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا!

۲۲۔ یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

۲۳۔ بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

۲۴۔ میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک
ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی

۲۵۔ گماں آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیابانوں کی شب تاریک میں قندیلِ رہبانی

۲۶۔ مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زہدِ بوذرؓ و فقرِ بوذرؓ و صدقِ سلمانی

۲۷۔ ہمارے آبِ ملت جادہ پیما کس تجمل سے
تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی

۲۸۔ ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں
کہ الوندِ فنا سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تورانی

۲۹۔ جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا

تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا

۳۰۔ غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

۳۱۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۳۲۔ ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں، فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

۳۳۔ براہیمی نظر پیدا مگر سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

۳۴۔ تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

۳۵۔ حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّہ کا دل چیریں

۳۶۔ یقیں محکم عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

۳۷۔ چہ باید مرد را طبعِ بلندے مشربِ نابے
دلِ گرمے نگاہِ پاک بینے جانِ بیتابے

۳۸۔ عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے

۳۹۔ ہوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو بن کر گہر نکلے

۴۰۔ غبارِ راہ میں کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلے

۴۱۔ ہمارا نرم رو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

۴۲۔ حرم رسوا ہوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تتاری کس قدر صاحبِ نظر نکلے

۴۳۔ زمیں سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے
یہ خاکی زندہ تر، پایندہ تر، تابندہ تر نکلے

۴۴۔ جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

۴۵۔ یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے

۴۶۔ تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا

۴۷۔ ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

۴۸۔ یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا

۴۹۔ غبارِ آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

۵۰۔ خودی میں ڈوب جا غافل یہ سِرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاودانی ہو جا

۵۱۔ مصنّفِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

۵۲۔ گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

۵۳۔ ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

۵۴۔ ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

۵۵۔ نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

۵۶۔ وہ حکمت ناز ہے جس پر خردمندانِ مغرب کو
ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کارزاری ہے

۵۷۔ تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدّن کی بنا سرمایہ داری ہے

۵۸۔ عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

۵۹۔ خروش آموز بلبل ہو گرہ غنچے کی وا کر دے
کہ تو اس گلستاں کے واسطے بادِ بہاری ہے

۶۰۔ بیا پیدا خریدار است جانِ ناتوانے را
پس از مدت گذار افتاد بر ما کاروانے را

۶۱۔ بیا ساقی نوائے مرغزار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد قرار آمد

۶۲۔ کشید ابر بہاری خیمہ اندر وادی و صحرا
صدائے آبشاراں از فرازِ کوہسار آمد

۶۳۔ سرشت گردم تو ہم قاقم پئے میسا زدہ ساقی
کہ خیلِ نغمہ پردازاں قطار اندر قطار آمد

۶۴۔ کنار از ماہداں برگیر و بیباکانہ ساغر کش
پس از مدت از پئے شاخِ کہن بانگ ہزار آمد

۶۵۔ بہ مشتاقاں حدیثِ خواجۂ بدر و حنین آور
تقرّب ہائے ما پنہانش بچشم آشکار آمد

۶۶۔ دگر شاخِ خلیل از خونِ ما نمناک میگردد
بیا زار محبت نقدِ ما کامل عیار آمد

۶۷۔ بسر خاکِ شہیدے برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملّتِ ما سازگار آمد

۶۸۔ بیا تا گل بپیشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم

---

۱ ستاروں کی چمک کا کم ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ صبح ہونے والی ہے
افق سے سورج نکل آیا اور لمبی تان کر سونے کا زمانہ لد گیا۔

۲۔ مشرق کی سرزمین یعنی ایشیا کی مردہ رگوں میں زندگی کا خون دوڑنے لگا۔
۳۔ وہ بھید ہے جسے بوعلی سینا اور بوعلیر فارابی جیسے فلسفی نہیں سمجھ سکتے۔
۴۔ یورپ میں اسلامی ممالک کی تسخیر کا جو طوفان اٹھا تھا اس نے مسلمانوں میں اپنی حفاظت کا جذبہ اور ولولہ پیدا کر دیا۔ سمندر میں طوفان آنے ہی سے موتیوں میں چمک دمک پیدا ہوتی ہے۔
۴۔ مومن کو پھر خدا کی بارگاہ سے ترکوں کی سی شان۔ ہندیوں کی سی دانائی اور عربی کی سی فصاحت و بلاغت عطا ہونیوالی ہے۔
۵۔ اے بلبل! اگر تیری کلیوں میں اب تک نیند کا اثر باقی ہے تو اپنے نغموں کی لے اور تیز کر دے تاکہ انھیں سننے کا شوق کم نہ ہونے پائے۔
۶۔ اے بلبل تو باغ کے صحن میں ہو یا گھونسلے میں یا درختوں کی شاخوں پر جہاں کہیں بھی ہو تڑپتی رہ۔ تو پارہ ہے اور پارے کی فطرت ہی یہی ہے کہ وہ ہر وقت تڑپتا رہے۔
۷۔ جس پاک آنکھ کو مرد غازی کی نظر آتی ہے اسے گھوڑوں پر پڑی ہوئی پاکھروں کا زیب و زینت دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔
۸۔ اے بلبل تو لالے کے ضمیر میں آرزو کا چراغ جلا دے اور باغ کے ذرّے ذرّے کو جستجو کا شیدائی بنا دے۔
۹۔ مسلمان کے آنسوؤں میں بہار کے بادل کی کیفیت نمایاں ہے ان برسنے سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے سمندر میں پھر موتی پیدا ہوں گے۔
۱۰۔ ملت اسلامیہ کی کتاب کا شیرازہ نے سرے سے باندھا جا رہا ہے اور اس ہاشمی شاخ میں پھر برگ و بار پیدا ہونے والے ہیں۔
۱۱۔ وہ شیرازی ترک تبریز اور کابل کا دین تہہ و بالا کر دے گا۔ صبا باغ سے نکلتی ہے تو پھولوں کی خوشبو کو سفر میں اپنا ساتھی بنا لیتی ہے۔
۱۲۔ اگر تیرے سر پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے تو غم کیسا کیونکہ لاکھوں ستارے

کافور ہو جائے جبھی تو صبح پھوٹتی ہے۔

۱۳۔ نرگس ہزاروں سال روتی رہتی ہے کہ اسکی آنکھیں بے نور ہیں۔ باغ میں صاحبِ بصیرت بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔

۱۴۔ اے بلبل تو گائے جا اور اپنے نغموں سے کبوتر کے نازک جسم میں بھی شاہین کا جگر پیدا کر دے۔

۱۵۔ تیرے سینے میں زندگی کا جو بھید چھپا ہوا ہے وہ ظاہر کر دے اور مسلمانوں کو زندگی کے سوز و ساز کی کہانی سنا دے۔

۱۶۔ اے مسلمان تو خدائے لازوال کی قدرت کا ہاتھ اور زبان ہے اے غافل دلمیں پختہ یقین پیدا کر کیونکہ تجھے گمان نے مغلوب کر رکھا ہے۔

۱۷۔ مسلمان کی منزلِ مقصود اس نیلے آسمان سے بہت آگے ہے تو وہ کارواں ہے کہ ستارے جس کے رستے کا غبار ہیں۔

۱۸۔ دنیا فنا ہونے والی ہے اور اس دنیا میں رہنے والے چند دنوں کے مہمان ہیں لیکن تو خدا کا آخری پیغام ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

۱۹۔ تو زندگی میں ترقی کی طاقتوں کا امانت دار ہے اور اس دنیا کے ہر چھپے ہوئے جوہر کے امتحان کی کسوٹی تو ہے۔

۲۰۔ ملتِ اسلامیہ کی تاریخ سے یہ نکتہ ظاہر ہے کہ ایشیا کی سرزمین میں بسنے والی تمام قوموں کی حفاظت کرنے والا تو ہے۔

۲۱۔ تو مسلمان تو پھر سچائی۔ انصاف اور بہادری کا سبق پڑھ کیونکہ دنیا کی قوموں کو پھر تجھ سے امام کی ضرورت ہے۔

۲۲۔ فطرت کا مقصد اور اسلامی روح کا پیغام یہی ہے کہ بھائی چارے کے رشتے دنیا میں عام ہو جائیں اور جا بجا محبت ہی محبت نظر آئے۔

۲۳۔ رنگ اور خون کے بتوں کو صرف ملتِ اسلامیہ میں اپنے آپ کو مدغم کر دے کیونکہ دنیا میں نہ ایرانی نہ تورانی اور نہ افغانی باقی رہے۔

۲۴۔ شاخوں کے اندر رہنے کے پرندوں کی رفاقت آخر کب تک؟ اے تیرے پروں کو آسمانی شاہین کے پروں کی طاقت دے چکا ہے۔

۲۵۔ اوہام و گمان سے بھری ہوئی دنیا میں مسلمان کا یقین و ایمان ایمان بیابان کی اندھیری رات میں درویش کے چراغ کی طرح ہے۔

۲۶۔ قیصر و کسریٰ جیسے شہنشاہوں کے استبداد کو جس نے مٹا دیا وہ فقر و تقشف کی طاقت۔ ابوذر غفاری کا فقر اور سلمان فارسی کا صدق ہی تو تھا۔

۲۷۔ کس شان سے وقت کے بہادر نکلے ہیں۔ سینکڑوں سال سے غلامی کی زنجیر دل میں پہنے ہوئے لوگ دروازے کے شگاف سے انھیں کو دیکھ رہے ہیں۔

۲۸۔ دنیا میں زندگی کا قیام صرف مضبوط اور پختہ ایمان سے ہوتا ہے اسی وجہ سے ترک جرمنوں کے مقابلے میں زیادہ پائدار ثابت ہوئے ہیں۔

۲۹۔ جب مٹی کے پتلے انسان میں یقین پیدا ہو جاتا ہے تو یہ حضرت جبریل کے سے بال و پر پیدا کر لیتا ہے۔

۳۰۔ غلامی میں کوئی تلوار یا تدبیر کام نہیں آتی لیکن اگر ایمان کی طاقت پورا یقین ہو تو غلامی کی زنجیریں کٹ جاتی ہیں۔

۳۱۔ مومن کے بازوؤں کی طاقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے اس کی تو ایک نگاہ سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

۳۲۔ ولایت کا رتبہ حاصل کرنے، حکمران بننے اور چیزوں کا علم حاصل کرنے کی خواہش صرف ایمان کے ایک ٹکڑے کی شرحیں ہیں۔

۳۳۔ لیکن حضرت ابراہیم جیسی نظر مشکل سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ حرص چھپ چھپ کر انسان کی سینوں میں ایسی تصویریں بنا لیتی ہے جنکی بدبو میں بسا ہوا ہوتا ہے۔

۳۴۔ غلام اور آقا کا امتیاز انسانوں کے درمیان فتنے پیدا کرنے کا باعث ہے بے اختیار لوگو اس امتیاز سے بچو اور ڈرو کیونکہ فطرت کی سزائیں بڑی سخت ہیں۔

۳۵۔ کوئی وجود خاکی ہو یا نوری اس کی اصل ایک ہے اگر ذرّے کا بھی دل چیریں تو اس میں سے سورج کا خون ٹپکے گا۔

۳۶۔ اپنے خدا اور اپنے مقاصد پر پکا یقین۔ لگاتار کوشش اور ایسی محبت زمانے بھر کو فتح کر لے زندگی کے جہاد میں یہی تو جواں مردوں کی تلواریں ہیں۔

۳۷۔ مردِ حق اگر ضرورت مند ہے تو بلند طبیعت کا ایسے خود طریقوں کا جو پاک صاف ہوں۔ خلقِ خدا سے محبت کی گرمی سے معمور دل کا پاکیزہ نگاہ کا اور سچائی پھیلانے کے لئے بے چین جان کا۔

۳۸۔ فتح کی شان سے جلد آور ہونے والے جرمن آخر کار اپنے بال و پر نچوا بیٹھے اور سرزمینِ شام کے ستارے یعنی ترک اپنے خون میں ڈوب کر پھر ابھر آئے۔

۳۹۔ وہ جرمن جن کی آبدوزیں سمندر کے نیچے دوڑتی پھرتی تھیں سمندر ہی میں دفن ہو گئے اور ترک جو لہروں کے طمانچے کھاتے رہے بالآخر موتی بن کر نکلے۔

۴۰۔ جس قوم کیمیا کے علوم میں کمال حاصل تھا وہ رسوائی کا عنوان بن کر رہ گئی اور جس قوم کے ماتھے خدا کے آستانے پر سجدہ ریز تھے اکسیر بنانیوالی ثابت ہوئی۔

۴۱۔ آہستہ چلنے والا ہمارا قاصد ہمارے لئے زندگی کا پیام لایا اور جو قومیں بجلیوں کے ذریعے سے خبریں حاصل کرتی تھیں حقیقت سے بے خبر ثابت ہوئیں۔

۴۲۔ کعبے کے محافظوں کی تنگ نظری کی وجہ سے کعبہ رسوا ہو گیا لیکن ترک نوجوان کتنے صاحبِ نظر اور دیدہ ور نکلے۔

۴۳۔ آسمان پر اڑنے والے نوری زمین سے یہ کہتے تھے کہ یہ خاکی بندے ترک ہم سے بھی زیادہ زندہ پائدار اور تابناک نکلے۔

۴۴۔ ایمان والے لوگ دنیا میں سورج کی طرح زندگی گزارتے ہیں کہ پرانی دنیا میں ڈوبے تو نئی دنیا اور نئی دنیا میں ڈوبے تو پرانی دنیا میں جا نکلے۔

۴۵۔ افراد کا پختہ یقین ہی ملت کی تعمیر کا سرمایہ ہے اور اس کی طاقت سے ملت کی تقدیر سنورتی ہے۔

۴۹۔ اے مسلمان تو کائنات کا بھید ہے اپنی آنکھوں پر ظاہر ہو جا۔ خودی کا راز دار
ورخدا کا ترجمان بن۔

۴۷۔ جس نے انسان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے تو انھیں برادری کا پیغام دے
اور محبت کی زبان بن کر انھیں آپس میں جوڑ دے۔

۴۸۔ مسلمانوں میں کوئی ہندیوں کوئی خراسانیوں کوئی افغانیوں اور کوئی تورانیوں
کا گروہ ہے لیکن تو سمندر ہے اچھل اور ان گروہوں کو توڑ تاڑ کر ایسی وحدت
اختیار کر لے کہ کسی کو تیرے کناروں کا پتہ نہ چل سکے۔

۴۹۔ تیرے بال اور پر رنگ اور نسل کے غبار سے اٹے ہوئے ہیں ارے تو
تو کعبے کا پرندہ ہے اڑنے سے پہلے اپنے پروں کو جھاڑ لے اور اس غبار کو دور کر دے۔

۵۰۔ اپنے آپ کو خودی میں گم کر دے اے غافل زندگی کا بھید یہی ہے اس
طرح تو صبح و شام کے چکر سے نکل کر لازوال ہو جائے گا۔

۵۱۔ اے مسلمان جنگ کے میدان میں تو اپنے اندر فولاد کی سی خصلت پیدا کر لیکن
محبت کی آرام گاہ میں حریر اور ریشم کی طرح نرم ہو جا۔

۵۲۔ پہاڑوں اور بیابانوں میں تو تند و تیز سیلاب کی طرح گزر جا لیکن اگر باغ
سامنے آئے تو گنگناتی ہوئی ندی بن جا۔

۵۳۔ تیرے علم اور محبت کی کوئی حد نہیں ہے فطرت کے ساز میں تجھ سے بہتر کوئی نغمہ نہیں ہے۔

۵۴۔ آدمی ابھی تک بادشاہت کا شکار ہے کیا قیامت ہے کہ انسان ہی انسان کا شکار کر رہا ہے۔

۵۵۔ اگرچہ موجودہ زمانے کی تہذیب کی روشنی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرتی ہے لیکن اس
اس کے سب رنگ جھوٹے ہیں جنھیں کاریگری سے جوڑ کر ایک خوبصورت شے بنائی گئی۔

۵۶۔ جس دانائی پر یورپ کے عقل کے عقلمندوں کو غرور تھا وہ اب حرص و ہوس
کے خونیں پنجے لیے ایک جنگ کی تیاری ہے۔

۵۷۔ جس تمدن کی بنیاد سرمایہ داری پر رکھی گئی ہو وہ عقل کی جادوگری سے
مضبوط نہیں رہ سکتا۔

۵۸۔ انسانی زندگی اپنے عمل ہی کی وجہ سے جنت بھی ہے اور دوزخ بھی ورنہ حقیقت میں اس کی نہ کوئی ہے نہ ناری۔

۵۹۔ بلبل کو نغمہ سرائی سکھا اور کلی کی گرہ کھول کیونکہ اے مسلمان تو اس خاک کے لیے بہار کے موسم کی ہوا ہے۔

۶۰۔ ایشیا کے دل سے پھر محبت کی چنگاری اٹھی۔ زمین کے طول و عرض میں طلسمی قبائیں پہنے سونے کی ترکی جوان اپنے گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔

۶۱۔ آ کہ گمگشتہ جہان کا خریدار پیدا ہو گیا ہے اور ایک مدت کے بعد قافلہ ہمارے پاس گذرا ہے۔

۶۲۔ اے ساقی آشناؤں سے پرندوں کے گانے کی آوازیں آنے لگی ہیں بہار آ گئی محبوب آ گیا اور اس کیوجہ سے دل کو چین بھی نصیب ہو گیا۔

۶۳۔ بہار کے بادل نے اپنا خیمہ دلدی اور صحرا میں گاڑ دیا اور پہاڑ دھن کی جوئیوں سے آبشار رباب کی آوازیں آنے لگیں۔

۶۴۔ تیرے فرمان ساقی تو بھی اپنی بخشش کا پرانا دستور نئے سرے تازہ کر کیونکہ نغمے گانے والوں کے گروہ قطاروں میں چلے آ رہے ہیں۔

۶۵۔ زاہدوں سے الگ ہو کر بے دھڑک پی ایک مدت کے بعد تو اس پرانی شاخ سے بلبل کے ترانے کی آواز آئی ہے۔

۶۶۔ بندہ حسین کے آقا حضرت رسول کا ذکر پاک حضور کے مشتاقوں کو سنا۔ حضور نے پوشیدہ جو تصرف فرمائے وہ میری آنکھوں پر آشکارا ہیں۔

۶۷۔ حضرت ابراہیم کی شاخ ہمارے خون کی آبیاری سے پھر ہری بھری ہو گئی ہے۔ محبت کے باغ میں ہماری جنس بالکل کھری نکلی۔

۶۸۔ شہید کی قبر پر میں لالے کے پھول چڑھاتا ہوں کیونکہ یہ خون ملت کے لیے بہت سازگار ہے۔

۶۹۔ آ تا کہ پھول برسائیں اور شراب پیالے میں ڈالیں آسمان کی چھت میں شگاف کریں اور ایک نئے دور کی بنیاد رکھیں۔

غزلیات

۱۔ لے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیام مرا
قبضے سے اُمت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

۲۔ یہ موجِ پریشاں خاطر کو پیغام لبِ ساحل نے دیا
ہے دُور وصال بھرا بھی تو دریا میں گھبرا بھی گئی

۳۔ عزت ہے محبت کی قائم اے قیس حجابِ محمل سے
محمل جو گیا عزت بھی گئی یہ غیرت بھی گئی لیلا بھی گئی

۴۔ کی ترک تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی
آغوش گئی فطرت بھی گئی اور کشمکشِ دریا بھی گئی

۵۔ نکلی تو لبِ اقبال سے ہے، کیا جانئے کس کی ہے یہ صدا
پیغامِ سکوں پہنچا بھی گئی، دل محفل کا تڑپا بھی گئی

۶۔ یہ سرودِ قمری و بلبل فریبِ گوش ہے
باطن ہنگامہ آبادِ چمن خاموش ہے

۷۔ تیرے پیمانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر
خندہ زن ساقی ہے ساری انجمن بیہوش ہے

۸۔ دہر کے محمل میں تیرا اپنا ملت نہیں
جرم کیا تھا آفرینش بھی کہ تو روپوش ہے

۹۔ آہ! یہ دنیا سمجھتی ہے جسے وہ دل نہیں
پہلوئے یاراں میں اک ہنگامۂ خاموش ہے

۱۰۔ زندگی کی رہ میں چل لیکن ذرا بچ کے چل
یہ سمجھ لے کوئی میخانہ بارِ دوش ہے

۱۱۔ جس کے دم سے دلّی و لاہور ہم پہلو ہوئے
آہ! اے اقبال وہ بلبل بھی اب خاموش ہے

۱۲۔ نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

۱۳۔ پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

۱۴۔ بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

۱۵۔ عشق فرمودۂ قاصد سبکِ گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیٔ پیغام ابھی

۱۶۔ شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی
تو ہے زناری بت خانۂ ایام ابھی

۱۷۔ عذر پرہیز کہتا ہے بگڑ کر ساقی
ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی

۱۸۔ سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات
تری میزان ہے شمارِ سحر و شام ابھی

۱۹۔ ابرِ نیساں یہ تنک بخشی شبنم کب تک
مرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

۲۰۔ یا وہ گردانِ مجم وہ عربی میری شراب
مرے ساغر سے چھلکتے ہیں مے اشام ابھی

۲۱۔ خبر اقبال کی لائی ہے گلستاں سے نسیم
تو گرفتار پھڑکتا ہے تہ دام ابھی

۲۲۔ پردہ چہرے سے اٹھا انجمن آرائی کر
چشمِ مہر و مہ و انجم کو تماشائی کر

۲۳۔ تو جو بجلی ہے تو یہ چشمک پیہم کب تک
بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر

۲۴۔ نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات
ترے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر

۲۵۔ کب تلک طور پر دریوزہ گری مثلِ کلیم
اپنی ہستی سے عیاں شعلۂ سینائی کر

۲۶۔ موتری خاک کے ہر ذرہ سے تعمیرِ حیا
دل کو پھر بادۂ اندازِ کلیمی دے کر

۲۷۔ اس گلستاں میں نہیں حد سے گزرنا اچھا
ناز بھی کر تو بہ اندازۂ رعنائی کر

۲۸۔ پہلے خود دار تو مانندِ سکندر ہو لے
پھر جہاں میں ہوسِ شوکتِ دارائی کر

۲۹ مل ہی جائے گی کبھی منزلِ لیلائے اقبال
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

۳۰۔ پھر یاد بہار آئی اقبال غزلخواں ہو
غنچہ ہے اگر گل ہو گل ہے تو گلستاں ہو

۳۱۔ تو خاک کی مٹھی ہے اجزا کی حرارت سے
برہم ہو پریشاں ہو وسعت میں بیاباں ہو

۳۲۔ تو جنسِ محبت ہے قیمت ہے گراں تیری
کم مایہ ہیں سوداگر اس دیس میں ارزاں ہو

۳۳۔ کیوں ساز کے پردے میں مستور ہو لے تیری
تو نغمۂ رنگیں ہے ہر گوش پہ عریاں ہو

۳۴۔ اے رہروِ فرزانہ! رستے میں اگر تیرے
گلشن ہے تو شبنم ہو صحرا ہے تو طوفاں ہو

۳۵ سلماں کی محبت میں مضمر ہے حق آسائی!
مقصد ہے اگر منزلِ فارس گریباں ہو

۳۹۔ کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری اک جبینِ نیاز میں

۴۰۔ طرب آشنائے خروش ہو تو نوا ہے محرمِ گوش ہو
وہ سرور کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوتِ پردۂ ساز میں

۴۱۔ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

۴۲۔ دمِ طوفِ کرمکِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کہن
نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں

۴۳۔ نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

۴۴۔ نہ وہ عشق رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

۴۵۔ جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

۴۶۔ یہ دام بھی عزلِ آشنا ہے طائرانِ چمن تو کیا
جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی نوائے زیر لبی رہی

۴۷۔ ترا جلوہ کچھ بھی تسلیِ دلِ ناصبور نہ کر سکا
وہی گریۂ سحری رہا وہی آہ نیم شبی رہی

۴۸۔ نہ خدا رہا نہ صنم رہے، نہ رقیب دیر و حرم رہے
رہی کہیں اسد اللہی، نہ کہیں ابو لہبی رہی

۴۹۔ مرا ساز اگرچہ ستم رسیدہ و زخمہائے عجمی رہا
وہ شہید ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا مری عربی رہی

۴۷۔ گرچہ تو زندانیٔ اسباب ہے — قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ
۴۸۔ عقل کو تنقید سے فرصت نہیں — عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ
۴۹۔ اے مسلماں ہر گھڑی پیشِ نظر — آیۂ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ رکھ

۵۰۔ یہ "لسان العصر" کا پیغام ہے
"اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ" یاد رکھ

۱۔ اے بادِ صبا! مدینے میں سرکارِ دو عالم سے عرض کرنا کہ دین کے علاوہ حکومت بھی اب آپ کی اُمت کے ہاتھ سے جاتی رہی ہے۔

۲۔ ساحل نے لہریں موج کو یہ پیغام دیا کہ سمندر کا طلاپا تو ابھی دور ہے تو دریا ہی میں گھبرا گئی۔

۳۔ اے مجنوں محبت کی عزت محمل کے پردے ہی سے ہے اور اگر یہ محمل نہ رہا تو عزت غیرت اور محمل سبھی کچھ جاتا رہے گا۔

۴۔ جب قطرے نے دوڑ دھوپ چھوڑی تو اسے موتی بننے کی سعادت نصیب ہوئی جس کی وجہ سے طبیعت کی پریشانی اور سمندر کی کھینچا تانی سے بھی دونوں جاتی رہیں۔

۵۔ اگرچہ اقبال کے ہونٹوں سے نکلی ہے لیکن نہ جانے یہ کس کی آواز ہے کیونکہ یہ سکون کا پیغام بھی دے گئی اور اہلِ محفل کے دلوں کو تڑپا بھی گئی۔

۶۔ قمری اور بلبل کے یہ نغمے محض کان کو دھوکا دینے والے ہیں دنیا کا یہ باغ بظاہر ہنگاموں سے آباد ہے لیکن اس کا باطن خاموش ہے۔

۷۔ یورپ کی شراب پینے کا نتیجہ یہ ہے کہ ساقی تو نہیں رہا ہے اور پیالوں کی پوری محفل بے ہوش پڑی ہے۔

۸۔ اے خدا! یہ دنیا ایک غم خانہ ہے اس میں تو خود کہیں دکھائی نہیں دیتا کیا دنیا کو پیدا کرنا بھی کوئی جرم تھا جو تو اس طرح روپوش ہو گیا۔

۹۔ افسوس یہ دنیا جسے دل سمجھتی ہے وہ دل نہیں بلکہ ایک خاموش ہنگامہ ہے۔

۱۰۔ زندگی کے رستے پر پھونک پھونک کر قدم رکھے ہوئے چل یوں سمجھ کہ شراب کی بوتلیں تیرے کندھے پر رکھی ہوئی ہیں۔ ذرا قدم پھسلا تو یہ بوتلیں چکنا چور ہو جائیں گی۔

۱۱۔ افسوس اے اقبال اب وہ تسبیل یعنی ارشد گورگانی دہلوی بھی خاموش ہو گیا جس کے دم سے دہلی اور لاہور بغل گیر تھے۔

۱۲۔ اے سرپھری تسبیل ابھی تیری فریاد میں پختگی پیدا ہوئی اس لیے ابھی کچھ مدت تک اسے اپنے سینے ہی میں رہنے دے۔

۱۳۔ اگر اچھے برے میں تمیز کرنے لگ جائے تو عقل پختہ ہو جاتی ہے لیکن عشق اگر ایسا کرنے لگے تو وہ خام ہوتا ہے۔

۱۴۔ عشق ہے دھڑکتے نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ میں کودا لیکن عقل ابھی تک پرے کھڑی تماشا ہی دیکھ رہی ہے۔

۱۵۔ عشق محبوب کے بھیجے ہوئے قاصد کی ہدایت پر تیزی سے عمل کر رہا ہے لیکن عقل اس پیغام کا مطلب ہی نہیں سمجھ رہی۔

۱۶۔ دنیا میں انقلاب پیدا کرنا اور آزاد ہی عشق کا طریقہ ہے لیکن تو بھی دنیا کے بھگانے میں تار پہن کر بھاری بنا بیٹھا ہے۔

۱۷۔ شراب پینے سے پرہیز کا بہانہ پیش کرتا ہوں تو ساقی ناراض ہو کر کہتا ہے کہ تیرے دل میں ابھی شراب پینے کے انجام کی تکلیف کا خدشہ باقی ہے

۱۸۔ کامیاب زندگی کی کسوٹی کا تار کوشش ہے لیکن تو ابھی تک اسے دن رات کی گفتگو کی ترازو سے تول رہا ہے۔

۱۹۔ اے بہار کے بادل تیرے چند قطروں کی چھوٹی سی بخشش تک کے لیے پہاڑوں کے دامن ابھی خالی ہیں۔

۲۰۔ وہ عجم کی شراب پینے والے ہیں اور میری شراب عربی ہے اس لیے اب شراب پینے

پینے والے میرے ہاتھ سے پیالہ لیتے ہوئے جھجکتے ہیں۔

۲۱۔ باغ سے ہوا اقبال کی یہ خبر لائی ہے کہ غنچہ ابھی ابھی جال کے نیچے تڑپ رہا ہے۔

۲۲۔ اپنے چہرے سے پردہ ہٹا اور انجمن کو سورج۔ چاند اور ستاروں کی آنکھ کو بھی اپنا جلوہ دکھا۔

۲۳۔ اگر تو بجلی ہے تو چھپ چھپ کر آنکھوں سے اشارے کیوں کرتا ہے بے پردہ ہو کر میرے دیکھ دیکھ۔

۲۴۔ گرم سانس کی تاثیر مردے کو زندہ کر دیتی ہے مگر تیرے سینے میں بھی ایسی ہی سانس ہوتی تو تو عیسیٰ کی طرح معجزہ دکھا کر تو بھی مردوں کو زندہ کرتا۔

۲۵۔ طور کے پہاڑ پر موسیٰ کی طرح خدا کے دیدار کی جستجو کب تک کرتا رہے گا اپنی ہی ذات سے پہاڑ کا شعلہ کیوں نہیں پیدا کرتا۔

۲۶۔ تیری مٹی کے ذرے ذرے سے کعبے کی تعمیر ہونی چاہیے اس لئے اپنے دل کو کلیسا کے بتوں کی طرح توڑ دے۔

۲۷۔ دنیا کے اس باغ میں اپنی حد سے گزرنا اچھا نہیں ہے اگر تجھے ناز بھی کرنا ہے تو اپنے حسن جمال کے اندازے کے مطابق کر۔

۲۸۔ پہلے سکندر کی طرح اپنے اندر خود داری کو پیدا کر لے اس کے بعد دارا کی سی شان و شوکت کی خواہش کر۔

۲۹۔ اے اقبال کبھی نہ کبھی تو لیلیٰ کی منزل مل ہی جائے گی ابھی کچھ وقت اور جنگل کی خاک چھان۔

۳۰۔ اے اقبال پھر بہار کی ہوا چلنے لگی۔ جنگل خوابِ ناز سے اگر تو گا ہے تو پھول اللہ اگر پھول ہے تو پانی بن جا۔

۳۱۔ اگرچہ تو مٹھی بھر مٹی ہے لیکن اپنے اجداد کی گرمی سے اِدھر اُدھر کھیل جا پھیل جا۔

۳۲۔ تو محبت کی جنس ہے اور تیری قیمت بہت زیادہ ہے لیکن اس ملک کے لوگ گرد و سنگ نہیں اس لئے اپنے آپ کو سستا کر۔

۳۳۔ تیرے سینے سازِ کہن کے پردے میں کھویا ہوا ہے تو ایک نئی نغمہ بن اپنے لئے کوہر ایک سے پوچھ

۳۴۔ اے اصفہان مسافر تیرے رستے میں بیٹھا ہے تو شبنم ہو جا اور بیابان سے طوفان بن جا۔

۳۵۔ ساز و سامان کی محبت نوجوان کو سست اور آرام طلب بنا دیتی ہے اگر تو اپنی منزل تک پہنچنا چاہتا ہے تو اپنے سارے سامان کو برباد کر دے۔

۳۶۔ اے خدا کبھی مادی لباس میں بھی اپنا جلوہ دکھا کہ یہ آنکھیں نور سے بھرے ہوئے ہیں

ہزار دل سجدے بجھیں ہیں۔

۳۴۔ شوخ و شنگ کی خوشی حاصل کرنے والا بن۔ تو آواز ہے۔ کان سے دوستی پیدا کر۔ وہ بھلا کوئی ہے جو ساز کے بجنے کی خاموشی ہی میں چھپا ہوا ہو۔

۳۸۔ اسے بچا بچا کر نہ رکھ کیونکہ تیرا آئینہ تو وہ آئینہ ہے کہ اگر ٹوٹ جائے تو آئینہ بنانے والے کی نظر میں اور زیادہ پیارا ہو جاتا ہے۔

۳۹۔ پروانے شمع کے گرد گھومتے ہوئے اسی لیے جلتے ہیں کہ وہ پگھلنا اور تڑپنا تیری جان کی کہانی ہے اور نہ کہ تجھ پر نچھاور ہونے کے قصے ہیں۔

۴۰۔ کیسے خانہ خراب جرم کی تیرگی رحمت داغ کے سوا اور کہیں پناہ نہ ملی۔

۴۱۔ اب نہ عشق میں وہ پہلی سی گرمیاں ہیں اور نہ حسن میں پہلی سی شوخیاں نہ محمد غزنوی کا دل ہے محبوب ایاز کے عشق میں تڑپتا ہے کہ عشق نہ ایاز کی زلفوں میں وہ پہلے سے خم ہیں۔

۴۷۔ میں نے جب بھی سجدہ کیا تو زمین سے یہی آواز آئی کہ تو تیرے دلیق بتوں کی محبت کو تجھ سے نہ سنبھالا جائیگا۔

۴۸۔ اگر بلھے کے پر نہ جاں میں پھنس کر بھی محبت گاتے رہے تو ہی کیا فائدہ ہوا کیونکہ ان کے دلوں میں جو فریاد تڑپ رہی تھی وہ تو ان کے لبوں کے نیچے ہی دبی رہی۔

۴۹۔ تیرے حلقے سے بھی میرے بچپن والی کچھ تسلی نہ ہو سکی اس کا رونا دھونا معاً دھی ماتا کو ہی بھرتا ہے بچوں کا تو ان رہا۔

۵۰۔ اب بھی محبت کا کوئی نشان نہ اب بت خانے میں ہے اور نہ کعبہ میں نہ تو اب خضر کا ذکر کتابوں میں ہے خدا و رسول کے پرستار اور نہ ابوجہل جیسے اسلام کے جانی دشمن ہی دکھائی دیتے ہیں۔

۵۱۔ اگرچہ میرا سارا بچپن مزدوروں کے ستم سہتا رہا لیکن پھر بھی میں ایسا وفادار ہوں کہ وفا نے بھی مجھ سے وفا کرنا سیکھا۔

۴۷۔ سادگی اب کے محتاج ہونے کے باوجود اپنے دل کو ذرا ان سے آزاد رکھے۔

۴۸۔ عقل کو تو کسی وقت بھی خدا پر اعتراض کرنے سے فرصت نہیں اس کو تو اپنے اعمال کی بیناد دیکھنا چاہیے۔

۴۹۔ اے سلمان ہجرت ہی آیت اپنے سامنے رکھ کہ اللہ کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

۵۰۔ یہ حضرت اکبر الہ آبادی کا پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

ختم شد